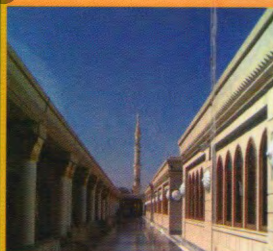
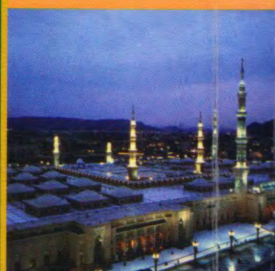
سید الاولین و الآخرین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

مختصر سیرتِ طیبہ ﷺ









حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مکتبۃ الاسلام کراچی

مختصر سیرتِ طیبہ
حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم
مکتبۃ الاسلام کراچی

سید الاولین والآخرین حضور ﷺ کی

مختصر سیرتِ طیبہ

اس میں حضور ﷺ کی سیرت و صورت، معاشی زندگی، حضور ﷺ کی تمام خصوصیات، سیرت ... اور عید میلاد النبی کا حکم، درود و سلام کے فضائل، ختمِ رسالت اور حضور ﷺ کی شان میں پیاری پیاری نظمیں جمع ہیں

تالیف

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

سید الاولین والآخرین حضور ﷺ کی

مختصر سیرتِ طیبہ

باہتمام : شاہد محمود

ناشر : مکتبۃ الاسلام کراچی
کورنگی، انڈسٹریل ایریا کراچی
موبائل : 0300-8245793

ملنے کا پتہ

ادارۃ المعارف کراچی
احاطہ جامعہ دار العلوم کراچی

موبائل : 0300- 2831960
فون : 021- 35123161 ، 021- 35032020
ای میل : lmaarif@live.com

فہرستِ عنوانات

حضور ﷺ کی ۳۵ خصوصیات ۳۹

رسولِ کریم ﷺ کی معاشی زندگی کی ایک جھلک ۶۳

دُرودوسلام کے فضائل ۱۲۹

پیش لفظ

الحمد للّٰہ رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلوٰة والسلام علی رسوله الکریم محمّد وّآله وأصحابه أجمعین۔ أما بعد!

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ اور آپ کی تعلیمات پرعمل ہماری زندگی کا بنیادی مقصد ہے، اور اسی پر دین ودنیا کی صلاح وفلاح موقوف ہے، حضراتِ علماءِ کرام نے اس موضوع پر بہت کام کیا ہے اور اردو زبان میں اس موضوع پر بڑا ذخیرہ جمع ہوگیا ہے جو عام مسلمانوں کے لئے بہت نافع اور مفید ہے، یہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وصورت کی ایک جھلک دکھائی گئی ہے جس کا تعارف درج ذیل ہے:۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وصورت کے نام سے بیس پچیس سال پہلے میمن اسلامک پبلشرز نے ایک مضمون شائع کیا تھا جو کافی پسند کیا گیا، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے مختلف گوشوں پر مزید کچھ مضامین مکتبة الاسلام کراچی سے شائع ہوکر مقبول ہوئے، بعض مضامین اب تک شائع نہ ہوسکے، چند روز پہلے دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ ان مختلف مضامین اور رسائل کو یکجا شائع کیا جائے تاکہ ان کی حفاظت بھی ہوجائے اور استفادہ کرنا بھی آسان ہو، اس مجموعہ میں مندرجہ ذیل مضامین ہیں:۔

۱ ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وصورت: احقر عبدالرؤف سکھروی

۲ ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ۳۵ خصوصیات: امام فقیہ عبد العزیز بن عبدالسلام السلمی

۳ ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی زندگی: مولانا مخبر احمد علی صاحب فاضل: جامعہ دارالعلوم کراچی

۴ ... درود وسلام کے فضائل: احقر عبدالرؤف سکھروی

۵ ... عید میلادالنبی کا حکم: حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ

(تسہیل) مولانا محمد سلمان سکھروی سلمہ

۶ ... سیرت کے جلسے اور جلوس: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مد ظلہم

۷ ... توہینِ رسالت: احقر عبدالرؤف سکھروی

۸ ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں پیاری پیاری نعتیں: احقر عبدالرؤف سکھروی

اس مجموعہ کا نام ''رسولِ کریم، سید الاوّلین والآخرین، صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر سیرتِ طیبہ'' رکھا ہے، اللہ پاک اس کو قبول فرمائیں اور مسلمانوں کے لئے نافع اور مفید بنائیں، آمین یا رب العالمین۔

ناکارہ خلائق

بندہ عبدالرؤف سکھروی عفاء اللہ عنہ

جامعہ دارالعلوم کراچی

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی

سیرت اور صورت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بے مثال نمونہ

واقعی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہر لحاظ سے بے مثال نمونہ ہے، آپ کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے، اور جتنا بھی کوئی آپ کو سمجھے آپ اس سے بالا ہیں۔ یہ اشعار کتنے پیارے ہیں۔

جتنا سمجھا ہے اہلِ نظر نے تمہیں
تم ہو اس کے سوا، تم پہ لاکھوں سلام
جو تمہارا ہوا، وہ خدا کا ہوا
نازشِ کبریاء، تم پہ لاکھوں سلام

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اور سیرت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز محبوبِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرماتے، رات چٹکی ہوئی تھی، چودھویں رات کا چاند نکلا ہوا تھا، ہر طرف چاندنی پھیلی ہوئی تھی، میں کبھی چاند کو دیکھتی اور کبھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو دیکھتی، آپ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا کررہی ہو؟ میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں کبھی چاند کو دیکھتی ہوں اور کبھی آپ کو۔ خدا کی قسم آپ چودھویں رات کے چاند سے کہیں زیادہ حسین ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

چاند سے تشبیہ دینا بھی، کوئی انصاف ہے
چاند میں ہیں جھائیاں، اور حضرت کا چہرہ صاف ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ زلیخا کی سہیلیاں اگر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور دیکھ لیتیں تو بجائے ہاتھوں کے دلوں کو چیر لیتیں"۔ (کیونکہ حسن و جمال کے آپ منتہا ہیں) کیا حقیقت بیان کی ہے ذکی صاحب نے ؎

خلق کے مُدَّعا، انبیاء کی دعا
خاتمُ الانبیاء، مرحبا مرحبا
رافتوں کی فضا، رحمتوں کی گھٹا
عشق کی ابتداء، حسن کی انتھا
شاہکارِ خدا، اے حبیبِ خدا
لاکھ جانیں بھی مجھ کو، گر ہوں عطا
تم پہ کردوں فدا، تم پہ لاکھوں سلام

......o......

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا حسن و جمال ظاہر نہیں فرمایا، اگر ظاہر فرمادیتے تو لوگوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی طاقت نہ ہوتی، اس راز کو حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوب سمجھا ہے اور انہوں نے آپ ﷺ کی خوبصورتی اور جمال کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ شاید اب تک کوئی اس سے بڑھ کر بیان نہیں کرسکا"

وَاَحۡسَنُ مِنۡكَ لَمۡ تَرَ قَطُّ عَیۡنِی
وَاَجۡمَلُ مِنۡكَ لَمۡ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقۡتَ مُبَرَّاً مِنۡ كُلِّ عَیۡبٍ
كَاَنَّكَ قَدۡ خُلِقۡتَ كَمَا تَشَاءُ

ترجمہ

"اور آپ سے بہتر ذات کبھی میری آنکھ نے نہ دیکھی، اور آپ سے زیادہ خوبصورت شخص کبھی عورتوں نے نہیں جنا، آپ کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا گیا گویا جس طرح خود آپ نے چاہا اسی طرح آپ کو بنایا گیا (آپ اپنی مثال آپ ہیں، آپ سے بڑھ کر کوئی حسین نہیں ہے)"۔

بہر کیف آپ کے حسن و جمال میں اس نیت سے غور کرنا چاہیئے کہ آپ کی محبت ہمارے دل میں بڑھے اور صداقت کے ساتھ ہمارے دل میں یہ جذبہ پیدا ہو کہ ؎

میرا تن ہو فدا، میرا من ہو فدا
میرا دھن ہو فدا، اے رسولِ خدا
لاکھ جانیں بھی گر ہوں مجھ کو عطا
تم پہ کردوں فدا، مظہرِ کبریا (صلی اللہ علیہ وسلم)
(ذکی)

......o......

دل وجان فدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم آپ کے ایک ایک حکم کو مانیں اور آپ کی سنتوں کو اپنے عمل سے زندہ کریں، ورنہ محض زبانی محبت ظاہر کرنے سے کچھ نہیں ہوتا، اگر اُن سے واقعی محبت ہے تو کچھ کر کے دکھائیں! سنّت کے مطابق ڈاڑھی رکھیں، شلوار ٹخنوں سے اوپر رکھیں، سر کے بال سنّت کے مطابق رکھیں یا منڈالیں، کھانا پینا، سونا جاگنا، ملنا جلنا سب سنّت کے مطابق اختیار کریں، کیونکہ جس کو جس سے محبت ہوتی ہے وہ اسی کے مطابق بننے کی کوشش کرتا ہے اور یہی اس کے سچے عاشق ہونے کی علامت ہے۔

لیجئے! اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سرشار ہو کر پوری توجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیۂ مبارک پڑھئے اور اپنی آنکھوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ جہاں آراء سے منور کیجئے اور دل ودماغ میں اس کو بسا لیجئے تا کہ کسی اور کی محبت دل میں باقی نہ رہے۔

یہی آرزو کہ ہے جانِ من، ترا نام لیتا ہوا مروں
ترے کوچہ میں نہ سہی مگر، تری رہ گزر پہ مزار ہو

......O......

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

......O......

اس لئے آرزو ہے جینے کی
پھر زمیں دیکھ لوں مدینے کی

......O......

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین واقعتاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی محبت سے کچھ حصہ ہمیں بھی ضرور عطا فرمائیں۔ آمین۔ انہوں نے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ مبارک کی اس طرح کیفیت بیان کی ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔انہوں نے جسمِ اقدس کا کوئی گوشہ ایسا نہیں چھوڑا جس کا نقشہ نہ بیان کیا ہو۔ حضرت ہند بن ابی ھالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی صورت وسیرت کے حافظ ہیں، ان ہی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیۂ مبارک سنئے!

حسن وجمال

حضرت ہند بن ابی ھالہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

چہرہ مبارک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک ماہِ بدر کی طرح چمکتا تھا، آپ کا قد مبارک بالکل متوسط قد والے آدمی سے کسی قدر طویل تھا، لیکن زیادہ لمبے قد والے سے پست تھا، سر مبارک اعتدال کے ساتھ بڑا تھا، بال مبارک کسی قدر بل کھائے ہوئے تھے، اگر بسہولت مانگ نکل آتی تو نکال لیتے تھے اور اگر کسی وجہ سے بسہولت نہ نکلتی اور کنگھی وغیرہ کی ضرورت ہوتی تو اس وقت نہ نکالتے، کسی دوسرے وقت جب کنگھی وغیرہ موجود ہوتی تو نکال لیتے۔

جس زمانے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک زیادہ ہوتے تو کان کی لو سے متجاوز ہوجاتے تھے۔

رنگ مبارک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک نہایت چمک دار تھا، اور پیشانی مبارک کشادہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابرو خمدار باریک اور گنجان تھے، دونوں ابرو جدا جدا تھے۔ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہیں تھے، ان دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ

کے وقت ابھر جاتی تھی۔

ناک مبارک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک مبارک بلندی مائل تھی اور اس پر ایک چمک اور نور تھا، ابتداءً دیکھنے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی ناک والا سمجھتا (لیکن غور سے دیکھنے سے معلوم ہوتا کہ حسن وچمک کی وجہ سے بلند معلوم ہوتی ہے ورنہ فی نفسہٖ زیادہ بلند نہیں ہے)

ڈاڑھی مبارک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک بھرپور اور گنجان بالوں کی تھی، اور آنکھ مبارک کی پُتلی نہایت سیاہ تھی، رخسار مبارک ہموار اور ہلکے تھے۔

دَہن مبارک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ تھا (یعنی تنگ منہ نہ تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک باریک آبدار تھے اور ان میں سے سامنے کے دانتوں میں ذرا ذرا فصل بھی تھا، سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی۔

گردن مبارک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک ایسی خوبصورت اور باریک تھی، جیسا کہ مورتی کی گردن صاف اور تراشی ہوئی ہوتی ہے اور رنگ میں چاندی جیسی صاف اور خوبصورت تھی

اعضاء مبارک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب اعضاء نہایت معتدل اور پُر گوشت تھے اور بدن گھٹا ہوا تھا۔ پیٹ اور سینہ مبارک ہموار تھا، لیکن سینہ فراخ اور چوڑا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مونڈھوں کے درمیان قدرے زیادہ فصل تھا، جوڑوں کی ہڈیاں قوی اور

کلاں تھیں (جو قوت کی دلیل ہوتی ہے) کپڑا اتارنے کی حالت میں آپ کا بدن مبارک روشن اور چمک دار نظر آتا تھا۔ ناف اور سینہ کے درمیان ایک لکیر کی طرح سے بالوں کی باریک دھاری تھی۔ اس لکیر کے علاوہ دونوں چھاتیاں اور پیٹ مبارک بالوں سے خالی تھا، البتہ دونوں بازوؤں اور کندھوں اور سینہ مبارک کے بالائی حصہ پر بال تھے۔

کلائیاں مبارک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کلائیاں دراز تھیں اور ہتھیلیاں فراخ، نیز ہتھیلیاں اور دونوں گداز اور پرگوشت تھیں۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لانبی تھیں۔

تلوے مبارک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوے قدرے گہرے تھے، اور قدم ہموار تھے کہ پانی ان کے صاف ستھرا ہونے اور ان کی ملاحت کی وجہ سے ان پر ٹھیرتا نہیں تھا، فوراً ڈھل جاتا تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو قوت سے قدم اٹھاتے اور آگے جھک کر تشریف لے جاتے، قدم زمین پر آہستہ پڑتا زور سے نہیں پڑتا تھا۔

رفتار مبارک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیز رفتار تھے، اور ذرا کشادہ قدم رکھتے تھے، چھوٹے چھوٹے قدم نہیں رکھتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو ایسا معلوم ہوتا گویا پستی میں اتر رہے ہیں۔ جب کسی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن سے پھر کر توجہ فرماتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر نیچی رہتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ بہ نسبت آسمان کے زمین کی طرف زیادہ رہتی تھی۔

دیکھنے کا پیارا انداز

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ عموماً گوشہ چشم سے دیکھنے کی تھی، یعنی غایتِ

شرم وحیاء کی وجہ سے پوری آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے تھے، چلنے میں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو اپنے آگے کردیتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے رہ جاتے تھے، جس سے ملتے سلام کرنے میں خود ابتداء فرماتے۔ (بتصرف شرح شمائل ترمذی صفحہ۱۰)

بے مثال نمونہ

واقعی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہر لحاظ سے بے مثال نمونہ ہے، آپ کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے، اور جتنا بھی کوئی آپ کو سمجھے آپ اس سے بالا ہیں۔ یہ اشعار کتنے پیارے ہیں۔

جتنا سمجھا ہے اہلِ نظر نے تمہیں
تم ہو اس کے سوا، تم پہ لاکھوں سلام
جو تمہارا ہوا، وہ خدا کا ہوا
نازشِ کبریاء، تم پہ لاکھوں سلام

......o......

آپ ﷺ کا ہونے کا طریقہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ہونے کے لئے آپ کی سنتوں، آپ کی اداؤں اور آپ کی عادات سے دلی محبت اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اس بارے میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خود ارشاد ہے:

اے میرے بیٹے (انس!) اگر تجھ سے ہو سکے کہ صبح وشام اس حالت میں بسر کرو کہ تمہارے دل میں کسی شخص سے کینہ نہ ہو تو ایسا ہی کرو! پھر آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! یہی میری سنت ہے اور جس نے میری سنّت سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔'' (ترمذیؒ)

ایک غلام کو محبوبِ رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی اور وہ بھی جنت میں نصیب ہو جائے تو اس سے بڑھ کر کیا سعادت اور کامیابی ہوگی، مگر اس کے لئے صرف زبانی محبت کافی نہیں، آپ کی سنتوں سے قلبی محبت اور دل وجان سے ان پر عمل لازمی ہے جو پوری طرح ہمارے اختیار میں ہے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کا ہار گلے میں ڈالیں اور آپ کی محبت دل میں بسائیں پھر دیکھیں کہ راہِ سنت پر چلنا کس قدر آسان ہوتا ہے۔ سیدی حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

محبت کی کشش اب راہبر معلوم ہوتی ہے
جدھر جاتا ہوں، ان کی راہ گزر معلوم ہوتی ہے
رگ وپے میں ہے ساری لذتِ دردِ جگر پھر بھی
طبیعت تشنۂ دردِ جگر معلوم ہوتی ہے
جہاں تک بھی نظر جاتی ہے جلوہ گاہِ ہستی میں
محبت ہی محبت جلوہ گر معلوم ہوتی ہے (عارفی)

......o......

اصل زندگی

یقین کرو! اصل زندگی وہی ہے جو سنت کے مطابق ہو، محبوبِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں سے آراستہ ہو، اس مقصد کے لئے رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل حمیدہ کا مطالعہ کیجئے! اور آپ کی ایک ایک عادتِ طیبہ کو اختیار کر کے ہمیشہ کے لئے ان کو اپنا لیجئے! ذرا یہ اشعار بھی پڑھ لیجئے ؎

یہ حقیقت ہے کہ جینا، وہی جینا ہوگا
جب مرے پیشِ نظر، حسنِ مدینہ ہوگا

آنکھ جب روضۂ اقدس کی جھلک دیکھے گی
اے خدا کیا؟ مبارک وہ مہینہ ہوگا
چومتا نقشِ قدم ان کے پھروں گا ہر سُو
کیا پُرکیف یہ جینے کا قرینہ ہوگا
نغمۂ صلِّ علیٰ ہوگا، لبوں پر جاری
اور ماتھے پہ ندامت کا پسینہ ہوگا

......o......

اتباع میں کوتاہی ہوجائے، کہیں غلطی ہوجائے، کوئی سنت چھوٹ جائے تو مایوس نہ ہوں، فوراً اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں، اپنا عہد تازہ کریں اور عمل شروع کردیں، دعا کریں، اور زندگی بھر یہی کرتے رہیں، اس طرح ایک نہ ایک دن کام بن جائے گا ؎

درِ نبی پر پڑا رہوں گا
پڑے ہی رہنے سے کام ہوگا
کبھی تو قسمت کھلے گی میری
کبھی تو میرا سلام ہوگا

......o......

قرآنِ کریم کا عملی نمونہ

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کا چلتا پھرتا عملی نمونہ ہیں، آپکا نقشِ قدم تھامنا، قرآن کریم پر عمل کرنا ہے، اور نمونہ دیکھ کر اس کے مطابق عمل کرنا آسان ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے کہ اس نے قرآن کریم کے مطابق زندگی گزارنے کا ایک محبوب نمونہ بھی عطا فرمایا:

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ دَائِمًا اَبَدًا

لیجئے ! اب رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عاداتِ طیبہ کا بغور مطالعہ کیجئے اور اللہ تعالیٰ سے توفیقِ عمل مانگتے جایئے !!

اخلاق وشمائل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ عالیہ، اوصافِ کریمہ اور خصائلِ شریفہ کا ذکر ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت پیارے اور جامع انداز میں اس طرح بیان فرمایا کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت آخرت کی فکر اور امورِ آخرت کی سوچ میں رہتے، اس کا ایک تسلسل قائم تھا کہ کسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چین نہیں ہوتا تھا، اکثر طویل سکوت اختیار فرماتے، بلا ضرورت کلام نہ فرماتے، گفتگو کا آغاز فرماتے تو دہن مبارک سے اچھی طرح الفاظ ادا فرماتے۔ (یعنی متکبروں کی طرح بے توجہی و بے نیازی کے ساتھ ادھ کٹے الفاظ استعمال نہ فرماتے) اور اسی طرح اختتام فرماتے۔ آپ کی گفتگو اور بیان بہت صاف، واضح اور دوٹوک ہوتا، نہ اس میں غیر ضروری طوالت ہوتی نہ زیادہ اختصار، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نرم مزاج و نرم گفتار تھے، درشت خو اور بے مروت نہ تھے، نہ کسی کی اہانت کرتے تھے، اور نہ اپنے لئے اہانت پسند کرتے تھے نعمت کی بڑی قدر کرتے اور اس کو بہت زیادہ جانتے، خواہ کتنی ہی قلیل ہو (کہ آسانی سے نظر بھی نہ آئے) اور اس کی برائی نہ فرماتے، کھانے پینے کی چیزوں کی برائی کرتے نہ تعریف، دنیا اور دنیا سے متعلق جو بھی چیز ہوتی اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی غصہ نہ آتا، لیکن جب خدا کے کسی حق کو پامال کیا جاتا تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلال کے سامنے کوئی چیز ٹھہر نہ سکتی تھی، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بدلہ لے لیتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات کے لئے نہ غصہ آتا نہ اس کے لئے انتقام لیتے، جب اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ کے ساتھ اشارہ فرماتے، جب کسی امر پر تعجب فرماتے تو

اس کو پلٹ دیتے، گفتگو کرتے وقت داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے ملاتے، غصہ اور ناگواری کی بات ہوتی تو روئے انور اس طرف سے بالکل پھیر لیتے، اور اعراض فرمالیتے، خوش ہوتے تو نظریں جھکا لیتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا زیادہ تر تبسم تھا جس سے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک جو بارش کے اولوں کی طرح پاک وشفاف تھے، ظاہر ہوتے''۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جو فردِ خاندان تھے، اور جن کو علم وواقفیت کے بہترین ذائع اور مواقع حاصل تھے، اور جن کی نظر نفسیاتِ انسانی اور اخلاق کی باریکیوں پر بہت گہری تھی، قریب ترین اشخاص میں سے تھے، اور اسی کے ساتھ وصف نگاری اور منظر کشی میں بھی ان کو سب سے زیادہ قدرت حاصل تھی، آپ کے ''خلقِ عظیم'' کے متعلق یہ کہتے ہیں۔

خلقِ عظیم

''آپ طبعاً بدکلامی اور بے حیائی وبے شرمی سے دور تھے، اور تکلفاً بھی ایسی کوئی بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرزد نہیں ہوتی تھی، بازاروں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی آواز بلند نہ فرماتے، برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے، بلکہ عفو ودرگزر کا معاملہ فرماتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر کبھی دست درازی نہ فرمائی، سوائے اس کے کہ جہاد فی سبیل اللہ کا موقع ہو، کسی خادم یا عورت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ہاتھ نہیں اٹھایا، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی ظلم وزیادتی کا انتقام لیتے ہوئے بھی نہیں دیکھا، جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کی خلاف ورزی نہ ہو اور اس کی حرمت وناموس پر آنچ نہ آئے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو پامال کیا جاتا اور اس کے ناموس پر حرف آتا تو آپ اس کے لئے ہر شخص سے زیادہ غصہ ہوتے۔ دو چیزیں سامنے ہوتیں تو ہمیشہ آسان چیز کا انتخاب فرماتے۔ جب اپنے دولت خانہ پر تشریف لے جاتے تو عام انسانوں کی طرح نظر آتے، اپنے کپڑوں

کو صاف کرتے، بکری کا دودھ دوہتے، اور اپنی سب ضرورتیں خود انجام دیتے۔
اپنی زبان مبارک محفوظ رکھتے، اور صرف اسی چیز کے لئے کھولتے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ سروکار ہوتا، لوگوں کی دلداری فرماتے، اور ان کو متنفر نہ کرتے، کسی قوم و برادری کا کوئی معزز شخص آتا تو اس کے ساتھ اکرام واعزاز کا معاملہ فرماتے، اور اس کو اچھے اور اعلیٰ عہدہ پر مقرر کرتے، لوگوں کے بارے میں محتاط تبصرہ کرتے، بغیر اس کے کہ اپنی بشاشت اور اخلاق سے ان کو محروم فرمائیں، اپنے اصحاب کے حالات کی برابر خبر رکھتے، لوگوں سے لوگوں کے معاملات کے بارے میں دریافت کرتے رہتے۔
اچھی بات کی اچھائی بیان کرتے اور اس کو قوت پہنچاتے، بری بات کی برائی کرتے اور اس کو کمزور کرتے، آپ کا معاملہ معتدل اور یکساں تھا، اس میں تغیر وتبدل نہیں ہوتا تھا، آپ کسی بات سے غفلت نہ فرماتے تھے اس ڈر سے کہ کہیں دوسرے لوگ بھی غافل ہونے لگیں اور اکتا جائیں۔ ہر حال اور ہر موقع کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حال کے مطابق ضروری سامان تھا، نہ حق کے معاملہ میں کوتاہی فرماتے نہ حد سے آگے بڑھتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب جو لوگ رہتے تھے وہ سب سے اچھے اور منتخب ہوتے تھے، آپ کی نگاہ میں سب سے زیادہ افضل وہ تھا جس کی خیر خواہی اور اخلاق عام ہو، سب سے زیادہ قدر ومنزلت اس کی تھی جو غمخواری اور ہمدردی اور دوسروں کی مدد اور معاونت میں سب سے آگے ہو، خدا کا ذکر کرتے ہوئے کھڑے ہوتے اور خدا کا ذکر کرتے ہوئے بیٹھتے''۔

شانِ تواضع

''جب کہیں تشریف لے جاتے تو جہاں مجلس ختم ہوتی اسی جگہ تشریف رکھتے، اور اس کا حکم بھی فرماتے، اپنے حاضرینِ مجلس اور ہم نشینوں میں ہر شخص کو (اپنی توجہ اور التفات میں) پورا حصہ دیتے۔ آپ کا شریکِ مجلس یہ سمجھتا کہ اس سے

بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں کوئی اور نہیں ہے، اگر کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی غرض سے بٹھالیتا یا کسی ضرورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرتا تو نہایت صبر وسکون سے اس کی پوری بات سنتے یہاں تک کہ وہ خود ہی اپنی بات پوری کر کے رخصت ہوتا، اگر کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سوال کرتا اور کچھ مدد چاہتا تو بلا اس کی ضرورت پوری کئے واپس نہ فرماتے، یا کم از کم نرم وشیریں لہجہ میں جواب دیتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسنِ اخلاق تمام لوگوں کے لئے وسیع اور عام تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حق میں باپ کی طرح ہو گئے تھے، تمام لوگ حق کے معاملہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں برابر تھے، آپ کی مجلس علم ومعرفت، حیاء وشرم اور صبر وامانت داری کی مجلس تھی، نہ اس میں آوازیں بلند ہوتی تھیں، نہ کسی کے عیوب بیان کئے جاتے تھے، نہ کسی کی عزت وناموس پر حملہ ہوتا، نہ کمزوریوں کی تشہیر کی جاتی تھی، سب ایک دوسرے کے مساوی تھے، اور صرف تقویٰ کے لحاظ سے ان کو ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہوتی تھی، اس میں لوگ بڑوں کا احترام اور چھوٹوں کے ساتھ رحم دلی اور شفقت کا معاملہ کرتے تھے، حاجت مند کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے، مسافر اور نو وارد کی حفاظت کرتے اور اس کا خیال رکھتے تھے۔"

وہ مزید کہتے ہیں:

انبساط اور کشادہ روئی

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ وقت کشادہ رو اور انبساط وبشاشت کے ساتھ رہتے تھے، بہت نرم اخلاق اور نرم پہلو تھے (یعنی جلد مہربان ہو جانے والے اور بہت آسانی سے درگزر کرنے والے تھے) نہ سخت طبیعت کے مالک تھے، نہ سخت بات کہنے کے عادی، نہ چلا کر بولنے والے، نہ عامیانہ (گھٹیا) بات کرنے

والے، نہ کسی کو عیب لگانے والے، نہ تنگ دل بخیل، جو بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہ ہوتی اس سے تغافل فرماتے (یعنی اس کو نظر انداز کر دیتے اور گرفت نہ فرماتے) اور صراحۃً اس سے مایوس بھی نہ فرماتے، اور اس کا جواب بھی نہ دیتے۔ تین باتوں سے آپ نے اپنے آپ کو بالکل بچا رکھا تھا، ایک جھگڑا، دوسرے تکبر اور تیسرے غیر ضروری اور لایعنی کام، لوگوں کو بھی تین باتوں سے آپ نے بچا رکھا تھا، نہ کسی کی برائی کرتے تھے، نہ کسی کو عیب لگاتے تھے اور نہ کسی کی کمزوریوں اور پوشیدہ باتوں کے پیچھے پڑتے تھے، اور صرف وہ کلام فرماتے تھے جس پر ثواب کی امید ہوتی تھی، جب گفتگو کرتے تھے تو شرکاءِ مجلس ادب سے اس طرح سر جھکا لیتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ ان سب کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں (یعنی بے حس وحرکت کہ کہیں جنبش سے چڑیاں اُڑ نہ جائیں) جب آپ خاموش ہوتے تب یہ لوگ بات کرتے، آپ کے سامنے کبھی نزاع نہ کرتے، اگر آپ کی مجلس میں کوئی شخص گفتگو کرتا تو بقیہ سب لوگ خاموشی سے سنتے یہاں تک کہ وہ اپنی بات ختم کر لیتا، آپ کے سامنے ہر شخص کی گفتگو کا وہی درجہ ہوتا جو ان کے پہلے آدمی کا ہوتا (کہ پورے اطمینان کے ساتھ اسے سنا جاتا) جس بات سے سب لوگ ہنستے اس پر آپ بھی ہنستے، جس سے سب تعجب کا اظہار کرتے آپ بھی تعجب فرماتے، مسافر اور پردیسی کی بے تمیزی اور ہر طرح کے سوال کو صبر وتحمل کے ساتھ سنتے، یہاں تک کہ آپ کے اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم ایسے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیتے (تا کہ آپ پر کوئی بار نہ ہو) آپ فرماتے تھے کہ "تم کسی حاجت مند کو پاؤ تو اس کی مدد کرو" آپ مدح وتعریف اسی شخص کی قبول فرماتے جو حدِ اعتدال میں رہتا، کسی کی گفتگو کے دوران کلام نہ فرماتے اور اس کی بات کبھی نہ کاٹتے، ہاں اگر وہ حد سے بڑھنے لگتا تو اس کو منع فرما دیتے یا مجلس سے اٹھ کر اس کی بات قطع فرما دیتے۔"

فراخ دلی اور نرمی

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ فراخ دل، کشادہ قلب، راست گفتار، نرم طبیعت اور معاشرت ومعاملات میں نہایت درجہ کریم تھے، جو پہلی بار آپ کو دیکھتا وہ مرعوب ہوجاتا، اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہتا اور جان پہچان حاصل ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فریفتہ اور دلدادہ ہوجاتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ خیر کرنے والا کہتا ہے کہ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کوئی شخص دیکھا نہ آپ کے بعد، صلی اللہ علیہ وسلم۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لباسِ جمال وکمال سے آراستہ فرمایا تھا اور آپ کو محبت ودلکشی اور رعب وہیبت کا حسین وجمیل پیکر بنایا تھا۔''

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خود دار اور باوقار اور شان وشوکت کے حامل تھے، اور دوسروں کی نگاہ میں بھی نہایت پرشکوہ، آپ کا روئے انور چودھویں رات کے چاند کی طرح دمکتا تھا۔''

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قد تھے، میں نے آپ کو ایک مرتبہ سرخ قبا میں دیکھا، اس سے اچھی کوئی چیز میں نے کبھی نہیں دیکھی''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قد تھے، طول کی طرف کسی قدر مائل، رنگ نہایت گورا، ریش مبارک کے بال سیاہ، دہانہ نہایت متناسب اور حسین، آنکھوں کی پلکیں دراز، چوڑے شانے''۔

آخر میں کہتے ہیں کہ:

''میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی نہیں دیکھا''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ''میں نے حریر و دیباج کو بھی آپ کے دستِ مبارک سے زیادہ نرم نہیں پایا، نہ آپ کی خوشبو سے بڑھ کر کوئی خوشبو سونگھی''۔ (نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۱۷۹ بتصرف)

اتباعِ سنت کا ثواب

یہ ہیں محبوبِ کائنات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اخلاق، ان کو اپنانا اور اختیار کرنا، سیرت کا اہم مقصد ہے، اور باعثِ فلاح ہے۔ پھر احادیث میں ان اخلاق وشمائل اور آپ کی دیگر سنتوں پر عمل کرنے کا اجروثواب بھی بے حد بیان کیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے:

''جب میری امت میں بدعات غالب آجائیں اور جہالت عام ہو جائے اس وقت جو شخص میری سنّت پر عمل کرے گا اس کو سو (۱۰۰) شہیدوں کا ثواب ملے گا''۔ (بیہقی)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:

''جس شخص نے میری کسی ایسی سنّت کو زندہ کیا یعنی اس پر عمل کیا جو میرے بعد چھوڑ دی گئی تھی تو اس کو اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا کہ اس سنّت پر عمل کرنے والوں کو ملے گا بغیر اس کے کہ ان کے ثواب میں کچھ کمی کی جائے۔ اور جس شخص نے گمراہی کی کوئی ایسی نئی بدعت نکالی جس سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوش نہیں ہیں تو اس کو اتنا ہی گناہ ہوگا جتنا کہ اس بدعت پر عمل کرنے والوں کو گناہ ہوگا بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کوئی کمی کی جائے۔'' (ترمذی)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:

''میری ساری امت جنت میں جائے گی مگر جس نے انکار کیا اور سرکشی کی (وہ جنت میں نہ جائے گا) پوچھا گیا وہ کون شخص ہے جس نے انکار کیا اور سرکشی کی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا، اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار اور سرکشی کی۔'' (بخاری)

لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا اخلاقِ حسنہ کو اختیار کریں اور آپ کی دیگر سنّتوں کو عمل میں لائیں اور ثوابِ عظیم حاصل کریں۔ اس کے نتیجہ میں جو آپ کی سچی اور پکی محبت دل میں پیدا ہوگی وہ ساری نعمتوں سے بڑھ کر ہوگی، اللہ تعالیٰ جلد نصیب فرمائیں۔ اس وقت دل کا حال یہ ہوگا۔

اس لئے آرزو ہے جینے کی
پھر زمیں دیکھ لوں مدینے کی

......o......

مدینہ جاؤں، پھر آؤں، مدینہ پھر جاؤں
الٰہی عمر اسی میں تمام ہوجائے

......o......

یہی ہے تمنا یہی آرزو ہے
یہی تو سنانے کو جی چاہتا ہے
مدینہ کو جاؤں پلٹ کر نہ آؤں
یہیں گھر بنانے کو جی چاہتا ہے

......o......

جس کی جاں کو تمنا ہے دل کو طلب
وہ سکوں بخش محفل مدینہ میں ہے

یوں تو جینے کو ہم جی رہے ہیں مگر
جان مدینہ میں ہے دل مدینہ میں ہے

نا امیدو! تم اتنے پریشان نہ ہو
آرزوؤں کا حاصل مدینہ میں ہے

......O......

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کیا خوب رباعی ہے ۔

دل تڑپتا ہے میرا سینہ میں
ہائے پہنچوں گا کب مدینہ میں
یہ بھی جینا ہے کوئی جینے میں
جس کا دل نہ ہو مدینہ میں

......O......

جناب وکیل احمد قدوائی صاحب نے بڑا ہی پُر حکمت شعر کہا ہے، شاید کوئی اس سے بڑھ کر نہ کہہ سکے ۔

غم مصطفیٰ جس کے سینہ میں ہے
جہاں بھی رہے وہ مدینہ میں ہے

......O......

لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے اور زبان پر

کثرت سے درود وسلام جاری رکھنا چاہئے۔

یا اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنی تعداد میں درود وسلام نازل فرما جتنے آسمان وزمین کے فرشتے، انسان اور جنات ہیں اور دیگر مخلوق ہیں اور جتنے درختوں کے پتے ہیں، جتنے بارش کے قطرے ہیں، آسمان کے ستارے ہیں، سمندر کے جھاگ ہیں، اور ریت کے ذرّات ہیں۔

یا اللہ! رحمتِ کاملہ نازل فرما رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر جس سے آسمان بھر جائے، زمین بھر جائے اور عرش عظیم بھر جائے۔ یا اللہ! رحمتِ کاملہ نازل فرما رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر، آپ کے ہر ذکر کی تعداد کے بدلہ دس لاکھ مرتبہ۔ یا اللہ رحمتِ کاملہ نازل فرما ہمارے آقا جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر اولین وآخرین میں۔ یا اللہ! رحمتِ کاملہ نازل فرما آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ملاء اعلیٰ میں قیامت تک۔ اور رحمتِ کاملہ نازل فرما ہمارے آقا جنابِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے آل واصحاب پر اور سلام نازل فرما قرآن کریم کے ایک ایک حرف کے بدلہ، اور ہر حرف کے بدلہ ہزار ہزار مرتبہ۔

یا اللہ! رحمتِ کاملہ نازل فرما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر جب کبھی آپ کا ذکر کریں ذکر کرنے والے اور جب کبھی بھول جائیں غفلت والے اور برکتیں اور سلام نازل فرما۔ اور ہماری طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہتر سے بہتر اور اعلیٰ سے اعلیٰ ایسی جزاء عطا فرما جس کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم لائق اور اہل ہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی

۳۵ خصوصیات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۲۵) ... آپ کے اخلاق وشمائل میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنا

اللہ جل شانہ نے آپ ﷺ کے اخلاق وشمائل کی خود تعریف فرمائی ہے، چنانچہ فرمایا:

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (سورۃ القلم: ۴)

ترجمہ

بے شک آپ ﷺ اخلاق کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔

بڑوں کا کسی چیز کو عظیم سمجھنا اس کی عظمت میں اضافہ اور بڑائی کی علامت ہے، تو پھر جب آپ واقعہ سب سے بڑے (اللہ تعالیٰ ہیں) تو ان کے کسی چیز کو عظیم فرمانے کے متعلق کیا رائے ہونی چاہیے؟ یعنی ضرور آپ ﷺ سب سے زیادہ عالی اخلاق والے ہیں۔

حضور ﷺ کی ۳۵ خصوصیات

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم ﷺ پر احسان جتاتے ہوئے اور اپنے نزدیک آپ ﷺ کی قدرومنزلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَ أَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلَيۡكَ الۡكِتَابَ وَ الۡحِكۡمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ وَ كَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكَ عَظِيۡمًا۔(النساء:۱۱۳)

ترجمہ

اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر کتاب اور حکمت کی باتیں نازل فرمائیں اور آپ ﷺ کو وہ وہ باتیں بتلائیں جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔

نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بعض پیغمبروں کو بعض پر فوقیت عطا فرمائی ہے، چنانچہ فرمایا:

مِنۡهُمۡ مَنۡ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعۡضَهُمۡ دَرَجَاتٍ
(البقرة:۲۵۳)

ترجمہ

بعض ان میں وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوئے ہیں اور بعضوں کو ان میں بہت سے درجات سے سرفراز کیا۔

مذکورہ آیت کریمہ میں کئی لحاظ سے بعض انبیاء کو بعض پر فوقیت حاصل ہونے کی صراحت فرمائی ہے، ان میں سے ایک بالکل واضح ہے کہ بعض کو بعض پر فضیلت ہے چنانچہ حضور ﷺ کو تمام پیغمبروں پر برتری حاصل ہے، دوسرے اس آیت میں لفظ ''درجات'' کے ذریعہ فضیلت دینے کو کئی گنا کردیا ہے اور یہ لفظ عام ہے جس سے اس طرف اشارہ ہیکہ یہاں درجات سے بہت سے درجات مراد ہیں۔

بہر حال! بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم ﷺ کو کئی اعتبار سے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام پر فضیلت عطا فرمائی ہے چنانچہ آپ کی ۳۵ خصوصیات ہیں جو نمبر وار آ رہی ہیں:۔

(۱) ... اولادِ آدم کا سردار ہونا

یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر سرداری کے شرف سے سرفراز فرمایا، چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ''

(صحیح ابن حبان ١٤:١٣٥/٦٢٣٢)

ترجمہ

میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور یہ بات میں فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا بلکہ حقیقت بتانے کے لئے کہہ رہا ہوں۔

''سیّد'' اسے کہتے ہیں، جو عالی صفات، بلند اور عمدہ اخلاق سے آراستہ ہو، اس حدیث سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ آپ ﷺ دونوں جہاں میں تمام انبیاء سے افضل ہیں، دنیا میں اس وجہ سے کہ آپ ﷺ عمدہ اور بلند اخلاق سے آراستہ تھے اور آخرت میں اس بناء پر کہ آخرت کا بدلہ اور اجر و ثواب، اوصاف و اخلاق کی بناء پر ملتا ہے، جو آپ ﷺ کو سب سے زیادہ ملے گا ان شاء اللّٰہ تعالیٰ۔

جب اللہ جلّ شانہ نے آپ ﷺ کو دنیا میں فضائل وخصائل اور خوبیوں میں فضیلت عطا فرمائی تو اخروی مراتب و درجات میں ضرور فضیلت عطا فرمائیں گے۔

آپ ﷺ نے جو ارشاد فرمایا کہ ''انا سید ولد آدم ولا فخر'' وہ صرف اس لئے تا کہ اپنی امّت کو بتلا دیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں آپ ﷺ کا مقام و مرتبہ کیا ہے؟

عام طور پر جو شخص اپنے فضائل بیان کرتا ہے، اس کا مقصد فخر، گھمنڈ اور ناز

ہوتا ہے، اس لئے آپ ﷺ نے ایسے شخص کا وہم دور کردیا کہ جو نادانی اور جہالت کی بناء پر یہ گمان کر بیٹھے کہ آپ ﷺ کا مقصد مذکورہ ارشاد سے فخر، بڑائی اور شیخی ہوگی، ہرگز نہیں چنانچہ فرمایا: ''ولا فخر'' میں نے یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہی۔

(۲) ... حمد کا جھنڈا ہاتھ میں ہونا

دوم ... آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

وَ بِيَدِيْ لِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ

(سنن الترمذی ۵:۲۸۸ (۳۱۴۸)، مسند الإمام أحمد ۱/:۲۸۶ (۲۶۸۷)

ترجمہ

قیامت کے روز (مقام محمود میں) میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا۔

(۳) ... انبیاء کا آپ کے جھنڈے تلے ہونا

سوم..... آپ ﷺ کا فرمان ہے:

آدَمُ فَمَنْ دُوْنَهٗ تَحْتَ لِوَائِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَافَخْرَ

(المصدرین السابقین و صحیح ابن حبان و سنن الترمذی)

ترجمہ

آدم علیہ السلام اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام قیامت کے دن میرے جھنڈے تلے ہوں گے اور میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا۔

یہ ساری خصوصیات حضرت آدم علیہ السلام اور دوسرے تمام انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں آپ ﷺ کے مقام کے بلند ہونے اور عالی مرتبہ پر ہونے پر دلالت کرتی ہیں، اس لئے کہ کسی کو فضیلت دینے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اسے عمدہ خصائل اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ درجات کے ساتھ خاص کیا ہے۔

(۴) ... اگلے پچھلے گناہوں کی معافی کی اطلاع ہونا

چہارم ... یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو آگاہ کردیا کہ اس نے آپ ﷺ کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے ہیں اور کسی نبی کے بارے میں یہ ثابت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آگاہ کیا ہو، بلکہ ظاہر یہی ہے کہ اللہ جلّ شانہ نے انہیں اطلاع نہیں دی، اس لئے کہ بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان میں سے جن سے بھی سفارش کی درخواست کی جائے گی، وہ اپنی کی ہوئی کسی لغزش اور خطا کا ذکر کریں گے اور نَفْسِیْ! نَفْسِیْ! کہیں گے۔

اگر دوسرے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو اپنی مغفرت کا علم ہوجاتا تو انہیں وہاں خوف وخطرہ کی کوئی بات نہ تھی اور جب ساری مخلوق نبی کریم ﷺ سے سفارش کی درخواست کرے گی تو آپ ﷺ فرمائیں گے: ہاں! میں اس لائق ہوں۔

(۵) ... سب سے پہلے سفارشی ہونا

آپ ﷺ سب سے پہلے سفارش کرنے والے ہیں اور آپ ﷺ ہی کی سفارش سب سے پہلے قبول ہوگی، اور یہ بات آپ ﷺ کی خصوصیات اور فوقیت پر واضح طور پر دلالت کرتی ہے۔

(۶) ... آپ کا مقبول دعا امت کے لئے محفوظ رکھنا

آپ ﷺ نے اپنی ایک مقبول دعاء کے ذریعہ سے اپنی ذات پر اپنی امت کو ترجیح دی ہے، کیونکہ ہر نبی کو ایک ایک مقبول دعاء دی گئی، چنانچہ ہر نبی نے اپنی دعا جلدی دنیا ہی میں مانگ لی، لیکن آپ ﷺ نے اپنی دعاء اپنی امت کی شفاعت کی خاطر (آخرت میں استعمال کرنے کے لئے) محفوظ کرلی۔

(۷) ... اللہ تعالیٰ کا آپ کی زندگی کی قسم کھانا

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی زندگی کی قسم کھاتے ہوئے فرمایا:

لَعَمۡرُكَ إِنَّهُمۡ لَفِی سَكۡرَتِهِمۡ يَعۡمَهُونَ ○

(سورة الحجر :۷۲)

ترجمہ

آپ ﷺ کی جان کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش تھے۔

کسی کی زندگی کی قسم کھانے سے اشارہ اس طرف ہوتا ہے کہ جس کی زندگی کی قسم کھائی جارہی ہے (اللہ تعالیٰ) کے نزدیک اس کی زندگی انتہائی قابلِ قدر اور باعث ِعزّت ہے اوراس میں شک نہیں کہ آپ ﷺ کی زندگی اس لائق ہے کہ اس کی قسم کھائی جائے، کیونکہ آپ ﷺ کی زندگی میں عام اور خاص برکتیں موجود ہیں اور کسی دوسرے نبی کے لئے ثابت نہیں۔

(۸) ... اللہ تعالیٰ کا آپ کی تعظیم کالحاظ کرنا

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو پکارنے میں آپ ﷺ کی تعظیم کالحاظ کیا ہے، چنانچہ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے اسماءِ گرامی اور پسندیدہ اوصاف میں بلند ترین وصف سے مخاطب کیا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: ''یَاأَیُّهَا النَّبِیُّ اور یَاأَیُّهَا الرَّسُوۡلُ'' اے نبی اور اے رسول! یہ خصوصیت آپ ﷺ کے علاوہ اور کسی کے لئے ثابت نہیں، بلکہ تمام انبیاء علیھم الصلاۃ و السلام میں ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے ان کے نام سے پکارا ہے، چنانچہ فرمایا:

یٰآدَمُ اسۡكُنۡ أَنۡتَ وَزَوۡجُكَ۔ (البقرہ :۳۵)

اے آدم! آپ اورآپ کی بیوی جنت میں رہیں۔

یٰعِیۡسَی ابۡنَ مَرۡیَمَ اذۡكُرۡ نِعۡمَتِی عَلَیۡكَ. (المائدہ: ۱۱۰)

اے عیسیٰ ابن مریم! میرے ان احسانات کو یاد کریں جو میں نے آپ پر کئے!

یٰمُوۡسٰی إِنِّی أَنَا اللّٰهُ .(القصص: ۳۰)

اے موسیٰ! میں اللہ تعالیٰ ہوں۔

يٰنُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ "(هود:٤٨)

اے نوح! سلامتی کے ساتھ کشتی سے زمین پر اتریں!

يٰدَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ۔(سورة ص:٢٦)

اے داؤد! ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے!

يَا إِبْرَاهِيمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا.(الصفت:١٠٤، ١٠٥)

اے ابراھیم! آپ نے خواب سچ کر دکھایا!

يَا لُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ.(هود:٨١)

اے لوط! ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔

يٰزَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ ۔(مریم:٧)

اے زکریا! ہم آپ کو بشارت دیتے ہیں۔

يٰيَحْيَى خُذِ الْكِتَابَ.(مريم:١٢)

اے یحیٰ! کتاب کو مضبوطی سے تھامیں!

اور کسی پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ جب آقا اپنے غلاموں میں کسی کو ان میں پائے جانے والے اعلیٰ اوصاف اور عمدہ اخلاق سے بلائیں اور دوسروں کو ان کے خاص ناموں کے ذریعہ بلائیں جن میں کسی وصف اور عمدہ عادت وخصلت کی طرف اشارہ نہ ہوتو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس کو اس کے آقا نے بہترین نام اور وصف سے پکارا ہے وہ اس کے نزدیک زیادہ عزیز اور اس کے زیادہ قریب ہے، بہ نسبت اس شخص کے جس کو اس کے خاص نام سے پکارا ہے۔

اور یہ عرف ورواج سے معلوم ہوتی ہے کہ جس شخص کو اس کے بہترین اوصاف و اخلاق کے ذریعہ سے بلایا جاتا ہے تو اس سے اس کی تعظیم اور احترام میں اضافہ مقصود ہوتا ہے، جیسا کہ کسی نے کہا:

مجھے مت پکاریئے مگر (اس کے غلام!) کے ساتھ، اس لئے کہ وہ ناموں میں

سب سے اچھا نام ہے۔

(۹) ... آپ کا معجزہ تا قیامت رہنا

آنحضرت ﷺ کے امتیازات وخصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ ہر نبی کا معجزہ اس کے زمانہ میں ختم اور نابود ہوچکا، لیکن اوّلین وآخرین کے سردار کا معجزہ (قرآنِ کریم) تا قیامت باقی رہے گا۔

(۱۰) ... حجرِ اسود کا آپ کو سلام کرنا

آپ ﷺ کو حجرِ اسود کا سلام کرنا اور درخت کے تنے کا رونا، آپ ﷺ کی وہ خصوصیت ہے جو اس طرح کسی دوسرے نبی کے لئے ثابت نہیں۔

(۱۱) ... دوسرے انبیاءِ کرام سے آپ کے معجزات کا بڑھنا

آپ ﷺ کے معجزات میں وہ باتیں موجود ہیں جو عاجز کرنے میں دوسرے انبیاء کے معجزات سے زیادہ ظاہر اور واضح ہیں، جیسے آپ ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی نکلنا، اس لئے کہ خلافِ عادت پتھر سے پانی نکلنے کے مقابلے میں یہ زیادہ حیران کن ہے، کیونکہ پتھر کی ذات تو ان چیزوں میں سے ہے جن سے واقعۃً پانی نکلتا ہے لیکن انگلیوں سے پانی نہیں نکلتا، لہٰذا آپ ﷺ کا معجزہ جو آپ ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی نکلنے کی شکل میں ظاہر ہوا، وہ زیادہ اہم ہے اس معجزہ سے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے پتھر کے پھٹنے سے پانی نکلا اور ظاہر ہوا۔

(۱۲) ... حضور کا لٹکی ہوئی آنکھ ٹھیک کرنا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مادرزاد اندھا اچھا کردیا، مگر اس شخص کی جس کی آنکھ اپنی جگہ پر موجود تھی، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے اندھے کی آنکھ صحیح سلامت واپس لوٹا دی جو رخسار پر آچکی تھی۔

اس میں دو جہت سے معجزہ ہے:

(۱) ... ایک تو آنکھ نیچے آجانے کے بعد اپنی جگہ صحیح ہو جانا۔

(۲) ... دوسری یہ کہ آنکھ کی بینائی ختم ہو جانے کے بعد دوبارہ واپس آجانا۔

(۱۳) ... ایمانداروں کا زیادہ ہونا

آنحضرت ﷺ نے جن مردوں (کافروں) کو کفر کے عوض ایمان والی زندگی عطا فرمائی ہے، ان کی تعداد ان لوگوں کی بنسبت زیادہ ہے، جنہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جسمانی زندگی عطا کی ہے، اور ایمان والی زندگی اور جسمانی زندگی کے درمیان بڑا فرق ہے۔

(۱۴) ... قربِ خداوندی میں آپ کا مقام سب سے زیادہ ہے

اللہ تعالیٰ ہر پیغمبر کو اس کی امت کے اعمال، احوال اور اقوال کے لحاظ سے اجر عطا فرماتے ہیں اور آپ ﷺ کی امّت اہلِ جنّت کا نصف ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی امت کے بہترین امّت ہونے کی خبر دی ہے جو لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجی گئی ہے، اور بہترین امت ہونے کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان میں اچھے اچھے اعمال، حالات اور معرفت کی باتیں زیادہ ہیں۔

چنانچہ کوئی معرفت، حالت، عبادت، بات اور قربِ خداوندی کے حاصل کرنے کے اسباب و ذرائع میں سے کوئی چیز ایسی نہیں جس کی طرف آنحضرت ﷺ نے رہنمائی نہ فرمائی ہو اور دعوت نہ دی ہو، ان تمام چیزوں کا ثواب آپ ﷺ کو بھی ملے گا اور اس شخص کو بھی جو قیامت تک ان پر عمل کرے گا، چنانچہ آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

جو شخص کسی بھلائی کی طرف رہبری کرے گا تو اس کا اجر اسے بھی ملے گا اور تا قیامت جو بھی اس پر عمل کرے گا، اس کو اس کا اجر برابر ملے گا۔ (مسلم: ۴، ۲۰۶۰ (۲۶۷۴))

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مرتبہ اور مقام تک انبیاء کرام علیہم السلام میں کوئی نبی نہیں پہنچ سکتا (کیونکہ ان انبیاء کی شریعتیں منسوخ ہوگئیں یا ان میں تحریف ہوگئی، اب ان پر کوئی صحیح عمل کرنے والا نہیں۔)

حدیث پاک میں آیا ہے کہ تمام لوگ اللہ تعالیٰ کے عیال ہیں، اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے زیادہ پسندیدہ وہی ہے جو اس کے اہل وعیال کو نفع پہنچانے والا ہو۔ (مجمع الزوائد: ۸، ۱۹۱)

اس حدیث کی رو سے آپ ﷺ نے اہلِ جنّت کے نصف حصہ کو نفع پہنچایا، اس کے برخلاف دوسرے انبیاءِ کرام علیہم السلام میں سے ہر ایک نے دوسرے نصف حصہ کے مختلف حصوں میں سے ایک ہی حصہ کو نفع پہنچایا تو قربِ خداوندی میں آپ ﷺ کا مقام ورتبہ اتنا ہوگا جتنا نفع پہنچانے میں آپ ﷺ کا درجہ اور مرتبہ ہے یعنی آپ کا درجہ سب سے بڑھ کر ہے۔

چنانچہ آپ ﷺ کی امت میں ہر صاحبِ معرفت کو جس طرح اپنی معرفت کا اجر ملے گا، اسی طرح آپ ﷺ کو بھی اس معرفت کا اجر ملے گا جو آپ ﷺ کے معارف کے لحاظ سے ہوگا۔

آپ ﷺ کی امت میں ہر صاحبِ حال کو جس طرح اس کے حال کا اجر و ثواب ملے گا، ایسا ہی اس حال کا اجر آپ ﷺ کو ملے گا جو آپ ﷺ کے احوال کے لحاظ سے ہوگا، اور ہر بات کرنے والے کو جو اپنی گفتگو کے ذریعہ قربِ الٰہی حاصل کرنا چاہتا ہو، جس طرح اس گفتگو کا اجر ملے گا، اسی طرح اس کا اجر آپ ﷺ کو بھی ملے گا جو آپ ﷺ کی گفتگو اور تبلیغ رسالت کے لحاظ سے ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والے اعمال میں سے جو بھی عمل ہو مثلاً نماز، زکوٰۃ، آزاد کرنا، جہاد، نیکی، بھلائی، ذکر، صبر، عفو و درگزر، اسکا اجر جس طرح اس کے کرنے والے کو ملے گا، اسی طرح اس عمل کا اجر آپ ﷺ کو بھی ملے گا، جو آپ ﷺ کے اعمال کے

لحاظ سے ہوگا۔

ہر وہ اعلیٰ مرتبہ اور بلند درجہ جسے آپ ﷺ کی امّت میں سے کسی نے آپ ﷺ کی ہدایت اور رہنمائی سے حاصل کیا ہے، اس کا اجر جس طرح حاصل کرنے والے کو ملے گا، اسی طرح آپ ﷺ کو بھی ملے گا جو آپ ﷺ کے درجہ اور مرتبہ کے لحاظ سے ہوگا، اور اس طرح یہ سلسلہ آگے بڑھتا رہے گا، کیونکہ آپ ﷺ کی امّت میں جو کوئی ہدایت کی طرف بلائے گا یا کوئی اچھا راستہ جاری کرے گا تو اس پر جو عمل کرے گا، اس کا اجر بلانے والے اور جاری کرنے والے کو بھی ملے گا جو عمل کرنے والوں کی تعداد کے لحاظ سے ہوگا، پھر آپ ﷺ کو اس کا دوگنا اجر ملے گا کیونکہ آپ ﷺ ہی نے اس کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔

اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام شبِ معراج میں آپ ﷺ پر رشک کرتے ہوئے روئے وجہ اس کی یہ ہے کہ جنّت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امّت کی بہ نسبت آپ ﷺ کی امّت کے افراد زیادہ داخل ہوں گے۔

واضح رہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حسد کی وجہ سے نہیں روئے تھے جیسا کہ بعض جاہلوں کا خیال ہے، بلکہ وہ اس وجہ سے روئے تھے کہ ان کو اپنا مرتبہ آنحضرت ﷺ کے مرتبہ کے برابر نہ ہونے پر افسوس تھا۔

(۱۵) ... تمام انسانوں کی طرف مبعوث ہونا

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ان کی قوم کی طرف بطورِ خاص مبعوث فرمایا، جبکہ آنحضرت ﷺ کو تمام انسانوں اور جنوں کی طرف مبعوث فرمایا، اور انبیاء میں سے ہر نبی کو صرف اپنی امّت کی تبلیغ کا ثواب ملے گا جبکہ آپ ﷺ کو ہر اس شخص کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے اور اسے تبلیغ کرنے کا ثواب ملے گا جس کی طرح آپ ﷺ کو مبعوث کیا گیا ہے، کبھی براہِ راست تبلیغ کرنے کی وجہ سے اور کبھی کسی سبب اور ذریعہ سے تبلیغ کرنے کی وجہ سے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر احسان جتلاتے ہوئے فرمایا:

وَ لَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِیْ کُلِّ قَرْیَةٍ نَّذِیْرًا O الایة

(سورة الفرقان:۵۱)

ترجمہ

اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ایک پیغمبر بھیج دیتے۔

اس کی وضاحت یوں ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہر بستی میں الگ الگ "نَذِیْر" (ڈرانے والا) بھیجتے تو آپ ﷺ کو صرف اپنی بستی والوں کو ڈرانے کا اجروثواب ملتا۔لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام انسانوں اور جنات کی طرف مبعوث فرمایا۔

(۱۶) ... اللہ تعالیٰ کا حضور سے سدرۃُ المنتہیٰ کے پاس کلام فرمانا

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوہِ طور اور وادئ مقدّس میں کلام فرمایا، جبکہ ہمارے نبی کریم ﷺ سے سدرۃُ المنتہیٰ (بیری کے درخت) کے پاس کلام فرمایا۔

(۱۷) ... حضور ﷺ کی امت سب سے پہلے جنت میں جائے گی

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہم اہلِ دنیا میں سب سے پیچھے ہیں اور قیامت کے دن سب سے آگے ہوں گے، جن کے بارے میں فیصلہ تمام مخلوقات سے پہلے ہوگا، اور ہم جنت میں داخل ہونے والوں میں سب سے پہلے ہوں گے۔(سنن ابنِ ماجہ:۱،۱۴۴ (۱۰۸۳)

(۱۸) ... قیامت میں اولادِ آدم کا سردار ہونا

جب آنحضرت ﷺ نے مطلق سرداری کا ذکر کیا تو اسے بروزِ قیامت کے ساتھ مقید کیا، چنانچہ ارشاد ہے:

أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ أَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَ أَوَّلُ شَافِعٍ وَّ أَوَّلُ مُشَفَّعٍ۔ (مسلم ٤: ١٧٨٢ (٢٢٧٨)

ترجمہ

میں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور پہلا وہ شخص ہوں گا کہ (قیامت کے دن) جس کی قبر کھولی جائے گی، اور میں سب سے پہلے سفارش کرنے والا ہوں گا اور میری سفارش سب سے پہلے قبول ہوگی۔

(۱۹) ... انبیاءِ کرامؑ کا حضور ﷺ کی طرف راغب ہونا

آنحضرت ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی ہے کہ بروزِ محشر تمام مخلوق حتی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ ﷺ کی طرف راغب ہوں گے۔

(۲۰) ... دعاءِ وسیلہ کرنے والے کے لئے شفاعت لازم ہونا

آپ ﷺ نے فرمایا:

وسیلہ جنت میں ایک مقام ہے، وہ بندگانِ خدا میں کسی ایک ہی کے لئے ہوگا، میں امید کرتا ہوں کہ وہ میں ہی ہوں، چنانچہ جو میرے لئے وسیلہ ملنے کی دعا کرے گا تو اس کے حق میں میری شفاعت لازم ہوگی۔ (مسلم ۱: ۲۸۸ (۳۸۴)

(۲۱) ... ستر ہزار امت کا بغیر حساب جنت میں جانا

آنحضرت ﷺ کی امت میں سے ستّر ہزار افراد بغیر حساب و کتاب کے جنّت میں داخل ہوں گے اور یہ فضیلت آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور کے لئے ثابت نہیں۔

(۲۲) ... نہرِ کوثر ملنا

آپ ﷺ کی خصوصیات اور امتیازی امور میں سے (نہرِ) کوثر ہے جو آپ ﷺ کو جنت میں بھی عنایت کی جائے گی، اور میدانِ محشر میں بھی آپ ﷺ

کو عطا کی جائے گی۔

(۲۳) ... حضور ﷺ سبقت لے جانے والے ہیں

آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ ہم پیچھے آنے والے ہیں اور سبقت لے جانے والے ہیں، یعنی زمانہ کے اعتبار سے ہم پیچھے ہیں اور مناقب و فضائل کے اعتبار سے آگے ہیں۔

(۲۴) ... آپ کے لئے مالِ غنیمت حلال ہونا

آپ ﷺ کے لئے اموالِ غنیمت کو حلال کر دیا گیا ہے، جبکہ اس سے قبل کسی کے لئے حلال نہیں کئے گئے تھے اور آپ ﷺ کی امت کی صفوں کو فرشتوں کی صفوں کی طرح بنایا گیا ہے، آپ ﷺ کے لئے زمین کو مسجد اور اس کی مٹی کو پاک کرنے والا بنایا گیا ہے۔

یہ تمام خصوصیات آپ ﷺ کے عالی مرتبہ ہونے اور آپ ﷺ کی امت پر شفقت و رحمت کی نشاندہی کرتی ہیں۔

(۲۵) ... آپ کے اخلاق وشمائل کی اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنا

اللہ جلّ شانہ نے آپ ﷺ کے اخلاق وشمائل کی خود تعریف فرمائی ہے، چنانچہ فرمایا:

إِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ (سورة القلم: ٤)

ترجمہ

بے شک آپ ﷺ اخلاق کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔

بڑوں کا کسی چیز کو عظیم سمجھنا اس کی عظمت میں اضافہ اور بڑائی کی علامت ہے، تو اللہ تعالیٰ جب واقعۃً سب سے بڑے ہیں تو ان کے کسی چیز کو عظیم فرمانے کے متعلق

کیا رائے ہونی چاہئے؟ یعنی ضرور آپ ﷺ سب سے زیادہ عالی اخلاق والے ہیں۔

(۲۶) ... وحی کے مختلف طریقوں سے اللہ تعالیٰ کا کلام فرمانا

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے وحی کے مختلف طریقوں سے کلام فرمایا ہے اور وہ تین ہیں:

(۱) سچے خواب (۲) براہِ راست گفتگو (۳) حضرت جبرئیل علیہ السلام کے واسطہ سے۔

(۲۷) ... قرآنِ کریم کو مفصل سورتوں سے فضیلت ملنا

آپ ﷺ کی کتاب (قرآنِ کریم) ان مضامین پر مشتمل ہے جو توریت، انجیل اور زبور میں ہیں، اور اس کو مفصّل سورتوں کے ذریعے فضیلت دی گئی ہے۔

(۲۸) ... آپ کی امت کے کم عمل پر زیادہ ثواب ملنا

آپ ﷺ کی امّت سابقہ امتوں کے مقابلہ میں کم اعمال والی ہے اور زیادہ اجر وثواب والی ہے، جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے۔

(۲۹) ... حضور ﷺ کا تنگی وفراخی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ ﷺ کے سامنے زمین کے خزانوں کی چابیاں پیش کیں اور آپ ﷺ کو اختیار دیا گیا کہ آپ ﷺ بادشاہِ نبی بنیں یا ایسا نبی بنیں جو بندہ ہو، آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اس سلسلہ میں مشورہ کیا، انہوں نے آپ ﷺ کو تواضع اور عجز وانکساری والا پہلو اختیار کرنے کی رائے دی، چنانچہ آپ ﷺ نے اس پر عمل کیا اور فرمایا: ایسا نبی جو بندہ ہو، بننا چاہتا ہوں کہ ایک دن بھوکا رہوں گا اور ایک دن سیر ہوں، بھوک کے وقت اللہ تعالیٰ کو پکاروں اور شکم سیر ہونے کی حالت میں اس کا شکر ادا کروں۔ (سنن الترمذی: ۴/۴۹۶ (۲۳۴۷)

آپ ﷺ کا مقصد یہ ہے کہ دونوں حالتوں یعنی تنگی و فراخی، خوشحالی اور آزمائش میں اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہوں۔

(۳۰) ... حضور ﷺ کا تمام جہانوں کے لئے رحمت ہونا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا، چنانچہ آپ ﷺ کی امّت کے نافرمانوں کو ڈھیل اور مہلت دی، انہیں سزا نہیں دی اور اجتماعی ہلاکت سے محفوظ فرمایا، بخلاف پہلے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے کہ جب انہیں جھٹلایا گیا تو ان کی تکذیب کرنے والوں کو دنیا میں سزا دی گئی۔

جہاں تک آپ ﷺ کے اخلاق، عادات واطوار، آپ ﷺ کا حلم وبردباری، عفوودرگزر، صبروتحمل، شکر، اللہ تعالیٰ کے لئے نرمی، آپ ﷺ کا اپنی ذات کے لئے ناراض نہ ہونا، آپ ﷺ کی آمد عمدہ اخلاق کی تکمیل کے لئے ہونا، آپ ﷺ کا خشوع وخضوع، سادگی، اور آپ ﷺ کا کھانے پینے، لباس، پوشاک، رہن وسہن میں عاجزی وانکساری، حسنِ معاشرت، آپ ﷺ کا سلیمُ الفطرت اور شریفُ الطبع ہونا، آپ ﷺ کا اپنی امت کے ساتھ خیر خواہی کرنا، آپ ﷺ کا اپنے خاندان کے ایمان پر حریص ہونا، رسالت کا بوجھ اٹھانا، ایمانداروں پر نرمی اور مہربانی کرنا اور کافروں پر سختی کرنا، اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت اور اس کے کلمہ کو بلند وبالاتر کرنے کے لئے جدوجہد، محنت ومجاہدہ اور جو کچھ تکالیف اور ایذائیں ہر جگہ اپنے وطن اور دوسرے ملکوں میں اپنی قوم اور غیروں کی طرف سے انہیں پہنچی ہیں ان کو برداشت کرنا۔

ان مذکورہ اموراور اخلاق وشمائل میں بعض کتابُ اللہ (یعنی قرآن کریم) میں موجود ہیں اور بعض آپ ﷺ کے خصائل وشمائل اور سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں۔

آپ ﷺ کی نرمی کے ذکر کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ

(آل عمران:۱۵۹)

ترجمہ

خدا ہی کی رحمت کے سبب آپ ﷺ ان کے ساتھ نرم ہیں۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کافروں پر سخت اور ایمانداروں پر مہربان ہونے کے ذکر میں ارشادِ ربانی ہے:

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ۔(سورة الفتح:۲۹)

ترجمہ

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ ﷺ کی صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں سخت ہیں، آپس میں مہربان ہیں۔

آپ ﷺ کا اپنی اُمت کے ایمان پر حریص، ایمانداروں پر نرم اور تمام لوگوں پر مہربان ہونا، مندرجہ ذیل ارشاد سے ثابت ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

(سورة التوبة:۱۲۸)

ترجمہ

تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں، ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

اور اپنے فرائضِ منصبی کی ادائیگی میں خیر خواہ ہونے کے ذکر میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ أَنْتَ بِمَلُوْمٍ (سورة الذٰريٰت:۵۴)

ترجمہ

سو آپ ﷺ ان کی طرف التفات نہ کیجئے کیونکہ آپ ﷺ پر کسی طرح کا الزام نہیں۔

اگر آپ ﷺ سے کوتاہی ہوتی تو آپ ﷺ کی طرف ملامت متوجہ ہوتی، معلوم ہوا آپ ﷺ نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔

(۳۱) ... حضور ﷺ کی امت کا انبیاءِ کرام کے لئے گواہی دینا

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی امت کو عادل حکمرانوں کا مرتبہ دیا ہے، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ جب بندوں کے درمیان فیصلہ کریں گے اور تمام امّتیں تبلیغِ رسالت کا انکار کریں گی تو اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کی امّت کو حاضر کریں گے، پھر وہ تمام سابقہ امتوں کے خلاف اس بات کی شہادت دے گی کہ ان کے انبیاء نے ان کو تبلیغ کی ہے اور ان تک پیغام الٰہی پہنچایا ہے اور یہ خصوصیت اور امتیاز واعزاز کسی اور نبی کی امت کے لئے ثابت نہیں۔

(۳۲) ... آپ کی امت کا گمراہی سے محفوظ رہنا

آپ ﷺ کے فضائل ومناقب میں آپ ﷺ کی امّت کا اجتماعی گمراہی سے محفوظ ہونا بھی ہے، کیونکہ وہ نہ کسی ضمنی مسئلہ میں ضلالت وگمراہی پر اکٹھی ہوگی اور نہ ہی کسی اصل مسئلہ میں۔

(۳۳) ... اللہ پاک کا قرآن کریم کی حفاظت کرنا

آپ ﷺ کے فضائل اور امتیازات میں آپ ﷺ کی کتابِ مقدس (یعنی قرآنِ کریم) کی حفاظت کرنا بھی ہے اور اگر تمام اوّلین وآخرین (اگلے پچھلے لوگ) اکٹھے ہو کر اس میں ایک کلمہ زیادہ کرنا چاہیں یا اس سے ایک کلمہ کم کرنا چاہیں تو نہیں کرسکتے، وہ سب اس سے قاصر رہیں گے، اور توریت اور انجیل میں جو تحریف اور تغیر

وتبدیلی واقع ہوئی، وہ کسی پر مخفی نہیں ہے۔

(۳۴) ... جس شخص کے اعمال مقبول نہ ہوں اسکی ستر پوشی ہونا

اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی امت میں اس شخص کی ستر پوشی فرماتے ہیں، جس کے اعمال ان کے ہاں مقبول نہ ہوں، جبکہ سابقہ امتوں میں سے لوگ عبادات کرتے، نیک اعمال کرتے تھے، ان میں سے جو مقبول ہوتا تھا اُسے آگ کھا جاتی تھی، اور جو مقبول نہ ہوتا اُسے چھوڑ دیتی تھی، اس طرح صاحبِ اعمال رُسوا اور ذلیل ہوتا تھا۔

مذکورہ بالا احسانات اور انعامات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ ربُّ العزّت نے فرمایا:

وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ
(سورۃ الانبیاء:۱۰۷)

ترجمہ

اور ہم نے آپ ﷺ کو صرف اور صرف جہاں کے لوگوں پر مہربانی والا بنا کر بھیجا ہے۔

اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا أَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ (دلائل النبوۃ للبیھقی:۱۵۸/۱)

ترجمہ

میں بھیجی ہوئی رحمت ہوں۔

اور آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

أَنَا نَبِيُّ الرَّحْمَةِ (مسلم: ۱۸۲۸/۴(۲۳۵۵)

ترجمہ

میں سراپا رحمت کا پیغمبر ہوں۔

(۳۵) ... آپ ﷺ کو جامع کلمات ملنا

آپ ﷺ کو ''جوامع الکلم'' (جامع کلمات) کے ساتھ مبعوث کیا گیا اور آپ ﷺ کا کلام نہایت مختصر کیا گیا اور آپ ﷺ فصاحت و بلاغت میں تمام عرب پر فوقیت لے گئے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں تمام انبیاء اور پیغمبروں پر آپ ﷺ کو فوقیت عطا فرمائی، اسی طرح اہلِ آسمان اور فرشتوں میں سے چنے ہوئے افراد پر بھی آپ ﷺ کو فوقیت اور برتری عطا فرمائی، کیونکہ انسانوں میں سب سے بہتر لوگ فرشتوں سے افضل ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ أُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ

(سورة البينة:۷)

ترجمہ

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ لوگ بہترین خلائق ہیں۔

تمام فرشتے مخلوقات کے زمرے میں داخل ہیں، کیونکہ لفظ (البرية) ''برا الله الخلق'' سے مأخوذ ہے، یعنی پیدا کیا اور ایجاد کیا۔

اور فرشتے باوجود یکہ وہ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے، ارشاد باری ''إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ'' میں داخل نہیں ہوں گے، اس لئے کہ یہ استعمال اس شخص کے ساتھ ہے، جو انسانوں میں سے ایمان لائے، وجہ یہ ہے کہ عند الاطلاق ذہن اسی کی طرف جاتا ہے۔

اگر کوئی کہے لفظ (البرية) ''البراء'' سے مأخوذ ہے گویا اللہ جلّ شانہ نے یوں فرمایا:

إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ أُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ

الْبَشَرِ۔

ترجمہ

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ لوگ بہترین انسان ہیں۔

تو اس سوال کا جواب دو طرح سے دیا جاسکتا ہے: ایک یہ ہے ائمہ لغت نے لفظ (البریة) کو ان الفاظ میں شمار کیا ہے، جن کا ہمزہ اہلِ عرب چھوڑ دیتے ہیں اور دوسرا (جو زیادہ واضح ہے) حضرت نافع رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اسے ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے، اور دونوں قراءتیں کلام اللہ ہیں۔

پس ان دونوں قراءتوں میں اگر ایک قراءت سے ایمان اور اعمالِ صالحہ والوں کی تمام انسانوں پر فضیلت ثابت ہوتی ہے تو دوسری قراءت سے تمام مخلوق پر ان کی فضیلت ثابت ہو جاتی ہے۔

جب یہ ثابت ہوا کہ انسانوں میں بہتر لوگ فرشتوں سے افضل ہیں تو انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام ان لوگوں سے افضل ہوں گے جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی ایک جماعت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۔ (سورۃالانعام:۸۶)

ترجمہ

اور ہر ایک کو تمام جہان والوں پر ہم نے فضیلت دی۔

یہ آیت دلیل ہے اس بات کی کہ انبیاء تمام انسانوں سے افضل ہیں اور فرشتوں سے بھی، کیونکہ فرشتے (العٰلمین) میں شامل ہیں، العٰلمین خواہ علم سے مشتق ہو یا علامت سے، جب انبیاء فرشتوں سے افضل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ انبیاء میں سب سے افضل ہوئے، پھر آپ ﷺ نے تمام فرشتوں کی صدارت کی، تو آپ ﷺ فرشتوں

سے دو درجہ افضل ہوئے اور دو مرتبے کے لحاظ سے فائق ہوئے اوران دونوں درجات اور رتبے کی قدر و منزلت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، جس نے خاتمُ الانبیاء سیدُ الرسل ﷺ کو تمام جہانوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

ہم اللہ تعالیٰ سے ان کے فضل وکرم کے واسطہ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے رسولِ کریم ﷺ کی سنتوں، طریقوں اورآپ ﷺ کے تمام باطنی اورظاہری اخلاق وعادات میں ان کی مکمل اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اورہمیں ان کی جماعتوں اور مددگاروں میں شامل فرمائے۔ آمین

وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ

تَمَّ الْكِتَابُ بِحَمْدِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ

١٩/٤/٢٢ھ

١٤٣٣/٨/٢٦ھ

اصلاحِ ترجمہ مکمل ہوا رات کو ساڑھے دس بجے شہر العلاء میں، جو سعودی عرب کا معروف شہر ہے، تبوک جاتے ہوئے راستے میں۔

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ أَوَّلاً وَّ آخِراً دَائِماً أَبَداً

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی
معاشی زندگی کی ایک جھلک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کمانا منصبِ نبوت کے خلاف نہیں

”وَمَآ أَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنَ الْمُرْسَلِینَ إِلَّا إِنَّھُمْ لَیَأْکُلُونَ الطَّعَامَ وَیَمْشُونَ فِی الْأَسْوَاقِ“

(سورۂ فرقان، آیت نمبر ۲۰)

ترجمہ

اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے، سب کھانا بھی کھاتے تھے، اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے۔ (ترجمہ از معارف القرآن)

مطلب یہ ہے کہ صرف حضور ﷺ ہی اپنی معاشی ضروریات کے سلسلہ میں کوشش نہیں فرماتے، بلکہ آپ ﷺ سے پہلے جتنے پیغمبر گزرے ہیں اور جن کی نبوت کو یہ اعتراض کرنے والے بھی تسلیم کرتے ہیں، اُن سب نے بھی اپنی ضرورتِ زندگی کو پورا کرنے کے لئے کوششیں فرمائی ہیں، اور اس سلسلہ میں مختلف پیشے اختیار فرمائے ہیں، جن کی تفصیل علماءِ کرام نے اپنی کتابوں میں بیان کی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ و کفٰی و سلام علی عبادہٖ الذین

اصطفٰی . أمّابعد!

اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ اس وسیع وعریض کائنات کے خالق و مالک ہیں اوراس کے ذرّہ ذرّہ اور چپہ چپہ پر اُسی کی حکمرانی ہے، بڑی بڑی عظیم الشان اور عظیم الجُثہ مخلوقات مثلاً فرشتے، سورج، چاند، ستارے، آسمان، عرش، کرسی اور لوح وقلم وغیرہ سب اُسی کے امرِ تکوینی کے آگے سرنگوں ہیں اوران میں سے کسی کی مجال نہیں کہ اپنے ''اختیار'' سے ذرہ برابر حرکت کر سکے، سب اُس بااختیار کے آگے بے اختیار ہیں، حضرتِ انسان کواگرچہ اچھے اور برے اعمال کرنے کے معاملہ میں ایک گونہ اختیار دیا گیا ہے، لیکن باقی معاملات میں باوجود اَشْرَفُ الْمَخْلُوْقَات اور ''خَلِیْفَةُ اللّٰهِ فِیْ الْأَرْضِ'' ہونے کے وہ بھی مکمل بے بس ہے، مثلاً موت ہی کو لے لیجئے! جب اُس کا وقتِ مقرر آ جائے تو اُسے لمحہ بھر کیلئے آگے پیچھے نہیں کیا جاسکتا ''فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ'' یاغذا کا معاملہ دیکھ لیجئے! ہرانسان زندگی گذارنے کیلئے غذا کا محتاج ہے اور سائنس وترقی کی معراج پر پہنچنے کے باوجود آج تک کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ غذا کی ضرورت سے آزاد ہوگیا ہے، نہیں! بلکہ انسان اس ''احتیاج'' کے آگے سرِ تسلیم خم کر چکا ہے۔

رزق، روزی اور غذا کا حصول چونکہ حیاتِ انسانی کی بقاء کیلئے (أحکم الحاکمین کی بادشاہی اور کبریائی کے آگے بے بس اور لاچار ہونے کے ناطے) ناگزیر ہے، اسلئے ابتدائے آفرینش سے انسان معاش کے حصول کیلئے طرح طرح کے جتن کرتارہا ہے۔

پھر معاش کے سلسلہ میں انسانوں کی دوقسمیں ہوجاتی ہیں: ایک وہ لوگ ہوتے

ہیں جنہیں دوسروں کی دولت و جائیداد ورثہ میں مل جاتی ہے یا کوئی اپنی دولت و جائیداد اُن کے نام کر دیتا ہے، ایسے لوگوں کو عام طور پر معاشی تگ ودَو کی ضرورت نہیں پڑتی، اس لئے اُن کے ذرائع معاش کی تفصیلات جاننے کی جستجو بھی دل میں عام طور سے پیدا نہیں ہوتی۔

دوسرے وہ لوگ ہوتے ہیں، جنہیں دوسروں کی کمائی نہیں ملتی اور انہیں اپنی معاشی ضروریات پوری کرنے کیلئے خود ہی بھاگ دوڑ کرنی پڑتی ہے تو ایسے لوگوں کے ذرائع معاش کے بارے میں جاننے کا داعیہ دل میں پیدا ہو جانا ایک فطری بات ہے۔

حضورِ اکرم ﷺ کا تعلق بھی مُؤخرُ الذِّکر طبقہ سے تھا، اس لئے کہ آپ ﷺ کو ورثہ میں کوئی قابلِ ذکر دولت یا جائیداد نہیں ملی تھی اور ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی تھی کہ آپ ﷺ کثیرُ العیال بھی تھے، اس لئے قدرتی طور ایک مسلمان کے دل میں یہ شوق پیدا ہوتا ہے کہ وہ یہ جاننے کی کوشش کرے کہ سرورِ کائنات ﷺ نے معاش کے سلسلہ میں کیا کیا اسباب اختیار فرمائے؟ آپ ﷺ کے گھر بار کی مالی ضروریات پوری ہونے کی ظاہری صورت کیا تھی؟ اور یہ کہ ازدواجی زندگی سے پہلے آپ ﷺ نے رزقِ حلال کمانے کیلئے کون کونسے طریقے اپنائے؟ ہم آئندہ صفحات میں ان ہی سوالات کے جوابات تلاش کرتے ہوئے آپ ﷺ کے بچپن سے لیکر دارِ فانی سے پردہ فرمانے تک کی معاشی زندگی کے حالات مرتب کرنے کی کوشش کریں گے۔ إن شاء الله تعالیٰ

لیکن پہلے ایک دو باتیں بطور تمہید ملاحظہ فرمالیجئے!

معاش کی تعریف

امام محمّد بن الحسن الشیبانیؒ اپنی کتاب "کتابُ الکسب"، میں معاش کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" اعلم أن المعاش هو عبارة عن ابتغاء الرزق والسعی فی

تحصیلہ۔ (ص:١٢)

ترجمہ

جان لو کہ معاش رزق کی تلاش اور اس کے حصول کیلئے کی جانے والی کوشش کا نام ہے۔

اسلام میں معاش کی ترغیب

حضورِ اکرم ﷺ نے احادیثِ مبارکہ میں کسبِ حلال کی بڑی اہمیت اور فضیلتیں بیان فرمائی ہیں، چند احادیث درج ذیل ہیں:

(١) ... طَلَبُ الْكَسْبِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ

ترجمہ

حلال رزق طلب کرنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔

(٢) ... طَلَبُ الْحَلَالِ كَمُقَارِعَةِ الْأَبْطَالِ وَمَنْ بَاتَ نَاوِياً مِنْ طَلَبِ الْحَلَالِ بَاتَ مَغْفُوْراً لَهٗ"

ترجمہ

حلال رزق طلب کرنا ایسا ہے جیسے بہادروں سے مقابلہ کرنا (یعنی اس میں مشقت تو ہوتی ہے لیکن) جس شخص نے حلال رزق طلب کرنے کی نیت سے (گھر سے دور) رات گزاری، اس نے مغفرت کے ساتھ رات گزاری۔

فائدہ

یعنی حلال رزق طلب کرنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کے صغیرہ گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔

(٣) ... إن الرسول ﷺ صافح سعد بن معاذؓ يوماً فإذا يداهُ قد أُمجلتا فسأله النبی ﷺ عن ذالك فقال : اَضربُ بالمرّ و

المِسحاة فی نخیلی لأنفِق علی عیالی، فقبّل رسول اللّٰہ ﷺ یدَہ وقال: کفّان یحبّھما اللّٰہ تعالیٰ۔

ترجمہ

رسول اللہ ﷺ نے ایک دن حضرت سعد بن معاذؓ سے مصافحہ فرمایا تو دیکھا کہ ان کے ہاتھوں میں آبلے پڑے ہوئے ہیں، آپ ﷺ نے اس کا سبب دریافت فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ میں اپنے کھجوروں کے باغ میں کدال اور پھاوڑے کے ذریعے کام کرتا ہوں، تاکہ اپنے اہل وعیال کے نان ونفقہ کا بندوبست کرسکوں، تو آپ ﷺ نے ان کے ہاتھ کا بوسہ لیا اور فرمایا: یہ دونوں ہاتھ اللہ تعالیٰ کو بڑے محبوب ہیں۔ (۱،۲،۳، کتابُ الکسب، ص:۷۳)

کمانا منصبِ نبوت کے خلاف نہیں

حضورِ اکرم ﷺ بشری تقاضوں کی بناء پر اپنی مالی ضروریات اور اہل وعیال کے مالی حقوق ادا کرنے کی غرض سے مختلف بازاروں اور مختلف علاقوں میں تشریف لیجاتے رہتے تھے، کفار کواس سے بڑی حیرت ہوتی تھی اور اُن کی حیرت کی وجہ یہ تھی کہ وہ کھانے پینے اور کمانے کو منصبِ نبوت ورسالت کے خلاف سمجھتے تھے، اُن کا خیال تھا کہ ایک ایسا شخص جو ہماری ہی طرح کھانے پینے اور معاشی ضروریات پوری کرنے کا محتاج ہو، وہ نبی ورسول کیونکر بن سکتا ہے؟ بلکہ نبی ورسول تو کسی فرشتہ کو ہونا چاہیے، جو اِن دنیاوی بکھیڑوں سے یکسر مستغنی ہو، چنانچہ وہ کہا کرتے تھے:

"مَالِ هٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ"

(سورۂ فرقان، آیت نمبر۷)

ترجمہ

(اور یہ کافر لوگ رسول اللہ ﷺ کی نسبت یوں کہتے ہیں) کہ اس رسول کو کیا ہوا کہ وہ (ہماری طرح) کھانا (بھی) کھاتا ہے اور (انتظامِ معاش کیلئے

ہماری طرح) بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ (ترجمہ از معارف القرآن)

لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس باطل خیال کو رد کرنے کیلئے آیت نازل فرمائی کہ:

"وَمَآ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّآ إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ" (سورۂ فرقان، آیت نمبر ۲۰)

ترجمہ

اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے، سب کھانا بھی کھاتے تھے، اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے۔ (ترجمہ از معارف القرآن)

مطلب یہ ہے کہ صرف حضور ﷺ ہی اپنی معاشی ضروریات کے سلسلہ میں کوشش نہیں فرمائی، بلکہ آپ ﷺ سے پہلے جتنے پیغمبر گزرے ہیں اور جن کی نبوت کو یہ اعتراض کرنے والے بھی تسلیم کرتے ہیں، اُن سب نے بھی اپنی ضرورتِ زندگی کو پورا کرنے کے لئے کوششیں فرمائی ہیں، اور اس سلسلہ میں مختلف پیشے اختیار فرمائے ہیں، جن کی تفصیل علماءِ کرام نے اپنی کتابوں میں بیان کی ہے، یہاں امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کی کتاب "کتابُ الکسب" سے بطورِ نمونہ چند انبیاءِ کرام علیہم السلام کے پیشے اختصار کیساتھ ذکر کئے جاتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام نے زراعت کا پیشہ اختیار فرمایا، حضرت نوح علیہ السلام نے بڑھئی، (یعنی لکڑی سے مختلف اشیاء تیار کرنے والا) پیشہ اختیار فرمایا۔

حضرت ادریس علیہ السلام نے درزی (خیّاط) کا پیشہ اپنایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کپڑا بیچنے کا کاروبار کرتے تھے، یعنی "بزّاز" تھے، حدیث پاک میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"عَلَيْكُمْ بِالْبَزِّ فَإِنَّ أَبَاكُمْ كَانَ بَزَّازاً"

ترجمہ

تم بزّ (کپڑے کی ایک نوع ہے) کی تجارت کو مضبوطی سے اختیار کرو، اس لئے کہ تمہارے باپ (یعنی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام) کپڑے کے تاجر تھے۔(ص:۸۶)

حضرت داؤدعلیہ السلام نے زرہ (فولاد کا جالی دار کرتہ جو لڑائی میں پہنا جاتا ہے) بنانے کا پیشہ اختیار فرمایا، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"وَ عَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ"

ترجمہ

اور ہم نے حضرت داؤدعلیہ السلام کو زرہ بنانے کی صنعت سکھائی۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے بھی بڑھئی کا پیشہ اختیار فرمایا۔

معلوم ہوا کہ حلال رزق کمانے کی خاطر محنت کرنا انتہائی پسندیدہ عمل ہے اور یہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کا طریقہ ہے، لہٰذا اسے منصبِ نبوت ورسالت کے منافی سمجھنا اور حضورِ اکرم ﷺ کی معاشی سرگرمیوں کو قابلِ اعتراض سمجھنا کسی طرح درست نہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی مدِّ نظر رہنی چاہیئے کہ حضور ﷺ نے معاشی سرگرمیوں کو مقصدِ حیات نہیں بنایا تھا، بلکہ آپ ﷺ نے انتہائی محدود پیمانے پر بقدرِ ضرورت تجارت کا شغل اختیار فرمایا، یہی وجہ ہے کہ سیرت کے مستند ترین مآخذ میں آپ ﷺ کی معاشی زندگی اور آپ ﷺ کے تجارتی اسفار وغیرہ کی تفصیلات بہت کم ملتی ہیں، اور احتیاط کا تقاضا بھی یہی تھا، لیکن آج کل چھپنے والی بعض کتب میں آپ ﷺ کے دُور دراز کے ممالک کی طرف اتنے زیادہ تجارتی اسفار کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ جس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا آپ ﷺ ساری زندگی بس تجارتی شغل ہی میں مشغول رہے۔(معاذاللہ!) اس لئے یہ طرزِ عمل بھی مناسب نہیں ہے۔

یہ چند تمہیدی باتیں تھیں، اب اصل مقصد کی طرف آتے ہیں، واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

حضورِ اکرم ﷺ کے آباءواجداد کا پیشہ

حضورِ اکرم ﷺ کی آبائی سرزمین مکہ مکرمہ ایک وادیٔ "غیر ذی زرع" تھی جہاں پانی کی قلت کی وجہ سے کھیتی باڑی اور زراعت نہیں ہوتی تھی، اسلئے وہاں کے باشندوں کی اکثریت تجارت پیشہ تھی، حضورِ اکرم ﷺ کے آباء واجداد بھی تجارت کیا کرتے تھے، آپ ﷺ کے جدّ امجد "عبدِ مناف" کے تین بیٹے مطّلب، ہاشم اور نوفل بہت بڑے تاجر تھے، جن کے مختلف ممالک کے ساتھ تجارتی مراسم تھے اور انہوں نے قریش کیلئے مختلف ممالک سے تجارت کے اجازت نامے حاصل کئے تھے، مولانا عبدالقدوس ہاشمی لکھتے ہیں:

> "ابنِ سعد کی روایت ہے کہ "مطّلب" نے قریش کیلئے نجاشی سے حبشہ میں، ہاشم نے ہرقل سے شام میں اور نوفل نے کسریٰ سے عراق میں تجارت کی اجازت حاصل کی، اور طبری کی روایت ہے کہ ہاشم نے ملوکِ شام یعنی رومیوں اور غسّانیوں سے، نوفل نے کسریٰ سے عراق وفارس میں، اور "مطّلب" نے حمیریوں سے یمن میں تجارت کے پروانے حاصل کئے، اور اسی وجہ سے اُنہیں "مُجِیزین" کہا جاتا تھا۔ (حضور ﷺ کی معاشی زندگی)

اور "ہاشم" نے قریش کیلئے موسم گرما وسرما کے سفروں کی تعیین کی تھی اور حکومتِ یمن اور حکومتِ روم سے قریش کے کاروانِ تجارت کی حمایت اور حفاظت کا پروانہ حاصل کیا تھا اور چونکہ راستے لوٹ مار اور غارتگری سے محفوظ نہ تھے، اس لئے ہاشم نے مختلف قبائل سے معاہدہ کیا کہ ہم تمہاری ضرورتیں پوری کرنے میں تعاون کریں گے اور تم ہمارے قافلوں کو کوئی ضرر نہ پہنچانا، قریش کے قافلے گرمی میں شام کی طرف جو ٹھنڈا ملک تھا، تجارتی سفر کرتے تھے اور سردی میں یمن کی طرف جو گرم ملک تھا، سفر کیا کرتے تھے، حضرت ابنِ عباسؓ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ قریش میں اللہ تعالیٰ نے

قریش پر اپنے جس انعام یعنی "إیلاف" (سردی، گرمی کے سفر بغیر کسی خوف وخطر کے کرنا)'' کا تذکرہ فرمایا ہے، اس کا ظاہری سبب ہاشم ہی تھے، وہ روایت یہ ہے:

"عن ابن عباسؓ أنّه قال: والله لقد علمتُ قريش أنّ أوّل من أخذ لها الإيلاف و أجاز لها العيرات لهاشم والله ما شدّت قريش خيلاً لسفر و لا أناخت بعيرًا لحضر إلا بهاشم۔" (جامع الآثارفی السیر و مولد المختار، ج۲ ص ۸۰)

ترجمہ

حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! قریش یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ وہ پہلا شخص جس نے اُن کیلئے "اِیلاف" حاصل کیا اور اُن کے قافلوں کو (دوسرے ممالک میں جانے کی) اجازت دِلوائی، وہ ہاشم تھے، اللہ کی قسم! قریش نے کسی (مقام کی طرف) سفر کیلئے گھوڑے تیار نہیں کئے اور کسی جگہ قیام کیلئے اُونٹ نہیں بٹھائے، مگر ہاشم ہی کے واسطہ سے۔''

جناب ہاشم ایک مرتبہ قافلہِ تجارت کے ساتھ ملکِ شام روانہ ہوئے، مدینہ منورہ پہنچے تو وہاں قبیلہِ بنونجار کی ایک عورت سلمٰی بنت عمرو سے شادی کی اور اسی ''سلمٰی بنت عمرو'' کے بطن سے حضور اکرم ﷺ کے دادا جناب حضرت عبدالمطلب پیدا ہوئے، ''ہاشم'' کی مدح میں ایک شاعر کہتا ہے ؎

عمرو الذی هشم الثرید لقومه
قوم بمكة مسنتين عجاف
سنّت إليه الرّحلتان كلاهما
سفر الشتاء و رحلة الأصياف
(الرّحيق المختوم)

ترجمہ

یہ عمرو (ہاشم کا اصل نام عمرو تھا) ہی ہیں، جنہوں نے قحط کی ماری ہوئی اپنی لاغر قوم

کو مکہ میں روٹیاں توڑ کر شوربے میں بھگو بھگو کر کھلائیں اور سردی وگرمی کے دونوں سفروں کی بنیاد رکھی۔''

حضورِ اکرم ﷺ کے دادا عبدُ المطلب بھی تجارت کیا کرتے تھے، مولانا عبد القدوس ہاشمی لکھتے ہیں:

''عبدالمطلب مالدار آدمی تھے، تجارت کے علاوہ اُن کے پاس کافی زمینیں تھیں۔
(حضور ﷺ کی معاشی زندگی)

حضورِ اکرم ﷺ کے چچا ابوطالب بھی تجارت پیشہ تھے، اور اُن کا وہ مشہور سفر جو شام کی جانب ہوا، جس میں حضورِ اکرم ﷺ بھی اُن کے ساتھ تھے اور بحیرا راہب نے اُن کو مشورہ دیا تھا کہ حضور ﷺ کو واپس بھیج دیں، وغیرہ وغیرہ، وہ سفر بھی تجارت ہی کی غرض سے ہوا تھا۔

حضورِ اکرم ﷺ کے والد ماجد نے بہت کم عمر پائی تھی، جو صاحبِ ''سیرۃُ المصطفٰی'' کے بقول، راجح قول کے مطابق ۱۸/ سال ہے:

''حافظ علائیؒ اور عسقلانی فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ وفات کے وقت اٹھارہ سال کا سن تھا اور علامہ سیوطیؒ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔'' (سیرۃُ المصطفٰی: ج۱، ص۴۶)

اس لئے حضرت عبداللہ کی معاشی سرگرمیوں سے متعلق تفصیلات سیرت کی کتابوں میں نہ ہونے کے برابر ہیں، ہاں! اتنی بات ضرور ثابت ہے کہ انہوں نے بھی تجارت ہی کو ذریعۂ معاش بنایا تھا، اور آپ کا انتقال بھی ایک تجارتی سفر کے دوران ہوا تھا، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ لکھتے ہیں:

''حضرت عبداللہ بغرضِ تجارت قافلہ کے ساتھ شام تشریف لے گئے، راستہ میں بیماری کی وجہ سے مدینہ منوّرہ ٹھہر گئے، قافلہ جب واپس مکہ مکرّمہ پہنچا تو عبدالمطلب

نے دریافت کیا کہ عبداللہ کہاں رہ گئے؟ قافلہ والوں نے کہا کہ بیماری کی وجہ سے اپنی ننہیال بنی نجار میں مدینہ ٹھہر گئے، عبدالمطلب نے فوراً ہی اپنے بڑے فرزند حارث کو مدینہ روانہ فرمایا، مدینہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ کا انتقال ہو چکا ہے۔''
(سیرۃُ المصطفیٰ، ج۱،ص۴۶)

یہ ساری تفصیل تو اس بات سے متعلق تھی کہ آپ ﷺ کے آباء واجداد کا خاندانی پیشہ تجارت تھا، اب یہاں یہ ذکر کردینا بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ وہ زیادہ تر کن اشیاء کی تجارت کیا کرتے تھے، معروف محقق جناب ڈاکٹر حمید اللہ صاحبؒ نے لکھا ہے کہ:

''قدیم مؤرخین پیغمبرِ اسلام کے خاندان میں کسی صنعتی یا دستکاری سرگرمی کا حوالہ نہیں دیتے، کپڑے، اشیاءِ خوردنی، خشک میوہ جات، ہتھیار، خوشبویات اور سامانِ آرائش وزیبائش ہی صرف بڑی اشیاء تھیں، جن کی تجارت ہوتی تھی، ان میں سے پہلی دو اشیاء ہی ایسی تھیں جن کی خرید وفروخت سے آپ ﷺ کا خاندان روزی کماتا تھا۔(پیغمبرِ اسلام،ص:۶۸)

حضورِ اکرم ﷺ کو ترکہ میں ملنے والا مال

پیچھے گزر چکا ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کے والد ماجد نے بہت کم عمر پائی تھی، اور بہت تھوڑا عرصہ انہیں تجارت وغیرہ کرنے کا موقع ملا تھا، اس لئے سیرت کی کتابوں میں ان کی ذاتی جائیداد اور مال ودولت کا تذکرہ بھی نہیں ملتا، اوران کے والد حضرت عبد المطلب اگرچہ ایک خوشحال سردار تھے اور اتنا مال مویشی رکھتے تھے کہ اپنی ایک منّت جو اپنے ایک بیٹے کے ذبح کرنے کے بارے میں تھی، اُس کے بدلے سو(۱۰۰) اُونٹ قربان کرسکتے تھے، لیکن اُن کی وراثت حضرت عبداللہ کو اس لئے نہ مل سکی تھی کہ اُن کا انتقال حضرت عبداللہ کی وفات کے بعد ہوا تھا، چنانچہ جب حضرت عبداللہ دنیا سے تشریف لے گئے تو حضور ﷺ کو اُن کے ترکہ میں صرف پانچ اُونٹ، چند بکریاں اور ایک باندی جن کا نام ''برکۃ'' اور کنیت اُمّ ایمن تھی، ملی، اور جہاں تک ماں کی طرف سے کچھ مال

و دولت کے حضور ﷺ کو ملنے کا سوال ہے تو باوجود اس کے کہ حضور ﷺ کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ بنت وہب ایک خوشحال خاندان کی بیٹی تھی اور اُن کے والد بنوزہرہ کے سردار تھے، جیسا کہ علامہ ابن ناصر الدین الدمشقیؒ نے لکھا ہے کہ:

"و أبوها سيّدُ بني زهرة"

ترجمہ

اور حضرت آمنہ کے والد بنوزہرہ کے سردار تھے۔

(جامع الآثار، ج ۲ ص ۱۴۷)

لیکن حضرت آمنہ کو والد کی دولت و جائیداد میں سے حصہ نہیں ملا تھا، اس لئے کہ عربوں کا دستور اُس زمانے میں یہ تھا کہ وراثت صرف اُن کو ملتی تھی جو میدانِ جنگ میں دشمن کا مقابلہ کرنے کی سکت رکھتے ہوں، عورتوں اور چھوٹے بچوں کو اُس سے محروم رکھا جاتا تھا، امام ابن جریر طبریؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

"لأن أهل الجاهليّة كانوا لا يقسمون من ميراث الميّت لأحد من ورثتهِ بعدهِ، ممّن كان لا يلاقي العدوَّ ولا يقاتل في الحروب من صغار ولدهِ، ولا للنساء منهم۔" (طبری، ج ۳/ ص ۲۷۵)

ترجمہ

دورِ جاہلیت میں وہ لوگ میت کی میراث میں سے اُس کے کسی ایسے وارث کو حصہ نہیں دیتے تھے جو نہ دشمن کا مقابلہ کرسکتا ہو اور نہ جنگوں میں قتال کرسکتا ہو، یعنی اس کے چھوٹے بچے، اور (اسی طرح) وہ اپنی عورتوں کو بھی حصہ نہیں دیتے تھے۔"

یہ زمانہ حضور ﷺ کی یتیمی اور غربت کا زمانہ تھا اور آپ ﷺ کے پاس دنیا کی ظاہری چمک دمک نہیں تھی اور اسی وجہ سے بنوسعد کی عورتوں نے آپ کو لیجانے سے

انکار کر دیا تھا کہ کچھ زیادہ "حقُّ الخدمت" ملنے کی اُمید نہیں تھی، لیکن کسے خبر تھی کہ آج جسے چھوڑا جا رہا ہے، کل سارا عرب وعجم اُس کے قدموں پر گرنے والا ہے اور کون جانتا تھا کہ آج جس مکہ کی سرزمین میں وہ یتیمی کی زندگی گزار رہا ہے، کل وہ اسی مکہ میں فاتحِ مکہ بن کر داخل ہونے والا ہے۔

حضور ﷺ کی معاشی زندگی کے پانچ اَدوار

حضورِ اکرم ﷺ کی معاشی زندگی کو پانچ اَدوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(۱)... پہلا دور آپ ﷺ کی پیدائش سے لیکر آٹھ سال کی عمر یعنی جناب عبدالمطلب کی وفات تک۔

(۲) ... دوسرا آٹھ سال کی عمر سے لیکر پچیس (۲۵) سال کی عمر تک۔

(۳) ... تیسرا دور پچیس (۲۵) سال کی عمر یعنی حضرت خدیجہؓ سے نکاح فرمانے کے وقت سے لیکر نبوت ملنے تک۔

(۴) ... چوتھا دور وقتِ نبوت (چالیس سال کی عمر) سے لیکر ہجرت مدینہ تک۔

(۵)... پانچواں دور ہجرت سے لیکر دنیا سے پردہ فرمانے تک۔

اب اِن پانچ اَدوار کو نمبروار تفصیل سے لکھا جاتا ہے:

(۱) ... حضورِ اکرم ﷺ کی معاشی زندگی کا پہلا دور

حضورِ اقدس ﷺ کے والدِ ماجد حضرت عبداللہ کا انتقال تو آپ کی پیدائش سے پہلے ہی ہو گیا تھا، پھر عمر مبارک کے چوتھے یا پانچویں سال اور بقول بعض تیسرے سال تک آپ کی پرورش حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے کی اور اس کے بعد چھ سال کی عمر تک آپ اپنی والدہ محترمہ کی آغوشِ شفقت میں پرورش پاتے رہے، جب چھ (۶) سال کی عمر میں آپ ﷺ کی والدہ محترمہ مقام اَبواء میں انتقال کر گئیں تو اُمِ ایمن نے آپ ﷺ کو

لاکر آپ کے دادا عبداللہ المطلب کے سپرد کردیا اور آپ ﷺ دو سال تک اپنے دادا کی پرورش میں رہے، حضرت عبدالمطلب اپنے اس مبارک پوتے سرورِ کائنات سیدنا ومولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ اپنی اولاد سے بھی زیادہ شفقت ومحبت کا معاملہ فرماتے تھے، روایت میں ہے کہ:

''عبدالمطلب جب مسجدِ حرام میں حاضر ہوتے تو خانہ کعبہ کے سایہ میں آپ کیلئے ایک خاص فرش بچھایا جاتا، کسی کی مجال نہ تھی کہ اس پر قدم رکھ سکے، حتی کہ عبدالمطلب کی اولاد بھی اس فرش کے اِردگرد حاشیہ اور کنارے پر بیٹھتی، مگر جب آپ ﷺ آتے تو بے تکلف مسند پر بیٹھ جاتے، آپ ﷺ کے چچا آپ کو مسند سے ہٹانا چاہتے مگر عبدالمطلب کمالِ شفقت سے یہ فرماتے کہ میرے اس بیٹے کو چھوڑ دو، خدا کی قسم! اس کی شان ہی کچھ نئی ہوگی، پھر بلاکر اپنے قریب بٹھلاتے اور آپ کو دیکھتے اور مسرور ہوتے۔ (سیرۃُ المصطفیٰ، ج۱، ص۸۶)

اور جب حضورِ اکرم ﷺ کی عمر آٹھ سال یا ایک قول کے مطابق آٹھ سال اور دو مہینے ہوئی تو حضرت عبدالمطلب بھی اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے اور وفات سے پہلے آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کو جو آپ ﷺ کے والد حضرت عبداللہ کے سگے بھائی تھے، آپ ﷺ کی کفالت کی وصیت کر گئے۔

(۲) ... حضورِ اکرم ﷺ کی معاشی زندگی کا دوسرا دور

حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد ابو طالب نے اپنے والد کی وصیت کے مطابق حضورِ اکرم ﷺ کی پرورش شروع کردی، حضور ﷺ کی عمر اس وقت آٹھ سال کے لگ بھگ تھی، جناب ابو طالب کثیرُ العیال اور قلیلُ المال آدمی تھے، اُن کی تنگ دستی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک موقع پر اُن کی معاشی پریشانی کم کرنے کیلئے اُن کے بھائی حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب نے اُن کے بیٹے حضرت جعفرؓ کو اپنے ساتھ

ملالیا اور اُن کے کھانے پینے اور دیگر ضروریات کی ذمہ داری اپنے سر لے لی، تاکہ ابوطالب کی پریشانی کا کچھ مداوا ہوسکے۔

ابوطالب دوسروں کا مال مختلف میلوں میں لیجا کر فروخت کرتے تھے، لیکن گھر میں فقر کی حالت ہی غالب رہتی تھی۔

کان أبوطالب لا مال له....و إذا أكل عيالُ أبی طالب جميعاً أو فرادى لم يشبعوا و إذا أكل معهم رسول الله ﷺ شبعوا" (جامع الآثار، ج۳، ص ۲۸۸)

ترجمہ

ابوطالب غریب آدمی تھے...(اور تنگدستی کا یہ عالم تھا کہ) جب اُن کے اہل وعیال کھانا کھاتے تھے تو پیٹ بھر کر کھانا اُن کو نصیب نہیں ہوتا تھا، چاہے وہ سب مل کے کھاتے یا الگ الگ، اور جب رسول اللہ ﷺ اُن کے ساتھ کھاتے تو (آپ ﷺ کی برکت سے وہ تھوڑا کھانا بھی کافی ہوجاتا تھا اور) وہ سب سیر ہوکر کھالیتے تھے۔

اسی زمانے میں چونکہ آپ کے چچا ابوطالب کے فقر کی حالت حضورِ اکرم ﷺ سے ڈھکی چھپی نہیں تھی، اس لئے حضور ﷺ نے چچا کا ہاتھ بٹانے کی خاطر اُجرت پر بکریاں چرانا شروع کردیں۔

حضور ﷺ نے بکریاں چرانے ہی کا کام کیوں شروع کیا؟ اس کے دو سبب ہیں:

(۱) ... ایک ظاہری سبب ہے اور وہ یہ کہ حضورِ اکرم ﷺ اپنے بچپن میں اپنے رضاعی بھائیوں یعنی حضرت حلیمہ سعدیہ کے بچوں کو بکریاں چراتے ہوئے دیکھتے تھے، اور خود بھی ان کے ساتھ بکریاں چراتے وقت جنگل تشریف لیجایا کرتے تھے، اس

لئے آپ ﷺ اس کام سے مانوس اور واقف تھے، اس واسطے آپ ﷺ نے اپنی زندگی کی پہلی معاشی سرگرمی کیلئے اسی کام کا انتخاب فرمایا۔

(۲) ... دوسرا سبب حقیقی اور تکوینی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات منظور تھی کہ رسول اللہ (ﷺ) سے بکریاں چرواکر اُن کو اُمت کی راہنمائی کیلئے تیار کیا جائے۔

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضراتِ انبیاء کرام علیہم السلام کا بکریاں چرانا اُمت کی گلہ بانی کا دیباچہ تھا، اس لئے جس طرح بکریوں کو دوسروں کی فصل وغیرہ خراب کرنے سے روکنا پڑتا ہے اور بھیڑیوں اور درندوں سے اُن کی حفاظت کرنی پڑتی ہے، بالکل اسی طرح کا معاملہ انبیاء کرام کو اُمت کے افراد کیساتھ کرنا پڑتا ہے کہ انہیں ہلاکت خیز اعمال سے روکنا پڑتا ہے اور نفس وشیطان کے حملوں سے خبردار کرنا پڑتا ہے، اور اسی تربیت کی خاطر تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام نے بکریاں چرانے کا کام کیا۔

وہ روایتیں جن میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے بکریاں چرائیں، یہ ہیں:

(۱) ... عن جابر بن عبداللّٰہ رضی اللہ عنہ قال: کنّا مع رسول اللّٰہ ﷺ نجتنی الکباث فقال: علیکم بالأسود منهُ فإنه أطیبه، قلنا: أو كنت ترعى الغنم؟ قال: و هل من نبی إلا و قد رعاها۔ (جامع الآثار، ج ۳، ص ۲۸۹)

ترجمہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں پیلو (ایک درخت ہے۔ راقم) کے پھل چُن رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ان میں سے جو سیاہ ہیں، وہ جمع کرو، اس لئے کہ وہ زیادہ اچھے اور خوش ذائقہ ہوتے ہیں'' تو ہم نے عرض کیا کہ کیا آپ ﷺ بکریاں

چراتے تھے؟ (جس سے آپ کو یہ بات معلوم ہوئی) آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔''

اور ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

''إنّي كنت آكله زمن كنت أرعى'' (کہ جس زمانے میں، میں بکریاں چراتا تھا، اُس زمانے میں، میں یہ پھل کھایا کرتا تھا۔)

(۲) ... عن أبي هريرةؓ عن النّبي ﷺ قال: ما بعث الله نبيا إلا رعى الغنم فقال أصحابه: و أنت؟ فقال: نعم! كنت أرعاها على قراريط لأهل مكة۔ (بخاری، كتاب الإجارة، بابُ رعى الغنم على قراريط)

ترجمہ

حضرت ابو ہریرۃؓ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء مبعوث فرمائے، اُن سب نے بکریاں چرائیں، تو آپ ﷺ کے صحابہؓ نے عرض کیا! اور کیا آپ نے بھی بکریاں چرائی ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! میں اہلِ مکہ کیلئے چند قیراط کے عوض بکریاں چرایا کرتا تھا۔

اس حدیث میں جو لفظ ''قراریط'' آیا ہے، اس کے بارے میں اکثر اہلِ علم کی رائے یہ ہے کہ یہ ''قیراط'' کی جمع ہے جو درہم یا دینار کے ایک ٹکڑے کو کہا جاتا ہے اور مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ آپ نے چند قیراط اُجرت لیکر اہلِ مکہ کی بکریاں چرائیں، لیکن علامہ ابن الجوزیؒ نے یہ خیال کر کے کہ اُجرت لیکر بکریاں چرانا ایک نبی کے شایانِ شان نہیں، اپنی کتاب ''الوفاء بأحوال المصطفیٰ'' میں یہ قول اختیار کیا کہ ''قراریط'' قیراط کی جمع نہیں، بلکہ یہ ایک مقام کا نام ہے جہاں آپ ﷺ بکریاں چرایا کرتے تھے، علماءِ کرام نے اُن کے اس قول کی تردید مختلف دلائل سے کی ہے اور مذکورہ روایت میں

ایک دلچسپ نکتہ بھی بیان کیا ہے کہ امام بخاریؒ اس حدیث کو کتابُ الإجارۃ میں لیکر آئے ہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ "قراریط" قیراط کی جمع ہے اور آپ ﷺ نے بطورِ اجیر اہلِ مکہ کی بکریاں چرائیں، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ نے اکثر اہلِ علم کے قول کی تائید کیلئے حافظ تورپشتیؒ کی ایک مدلّل اور پُر مغز عبارت نقل فرمائی ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے:

"اُمورِ تبلیغیہ اور اُمورِ دینیہ جو اللہ کیلئے کئے جاتے ہیں، ان پر نبی کا اُجرت اور مالی معاوضہ لینا بے شک منصبِ نبوت کے شایانِ شان نہیں، لیکن کسبِ معاش پر اُجرت اور معاوضہ پر کام کرنا یہ ہرگز شانِ نبوت کے خلاف نہیں، بلکہ کسب واکتساب انبیاء کرام علیھم الصلوٰۃ والسلام کی سنّت اور حسنِ عمل ہے، اور توکل اُن کا حال ہے، نیز یہ فعل نبوت اور بعثت سے پیشتر تھا، علاوہ ازیں قراریط کو ایک مقام کا نام بتلانا بالکل غریب اور شاذ قول ہے، اس قائل سے پہلے کوئی اس کا قائل ہی نہیں ہوا کہ قراریط کسی مقام کا نام ہے۔" (سیرۃ المصطفی، ج ۱، ص ۱۲۰)

بکریاں چرانے کے دو (۲) دور

حضورِ اکرم ﷺ کے بکریاں چرانے کے دو، دَور ہیں:

(۱) ... پہلا دور وہ ہے جب آپ ﷺ نے حضرت حلیمہ سعدیہ کے ہاں بکریاں چرائیں۔

(۲) ... دوسرا دور وہ ہے جب آپ نے مکہ میں اہلِ مکہ کی بکریاں چرائیں۔

"كان رعيه ﷺ الغنم مرتين مرّةً عند ظئره حليمة و مرّةً في مكة لأهلها" (جامع الآثار، ج ۳، ص ۲۸٤)

ترجمہ

آپ ﷺ کے بکریاں چرانے کا واقعہ دو مرتبہ پیش آیا، ایک مرتبہ اُس زمانے میں جب آپ ﷺ رضاعت و پرورش کے سلسلے میں حضرت حلیمہ سعدیہ کے

ہاں (رہ رہے) تھے اور دوسری مرتبہ مکہ مکرمہ میں، جب آپ ﷺ نے مکہ والوں کی بکریاں چرائیں۔“

حضورِ اکرم ﷺ کے تجارتی لین دین کی ابتداء

اُسی زمانے میں جب آپ ﷺ اپنے چچا حضرت ابوطالب کی پرورش میں تھے اور آپ ﷺ کی عمر مبارک اتنی ہوگئی تھی کہ آپ ﷺ تجارتی لین دین سمجھنے لگے تھے، تو آپ ﷺ نے لوگوں سے کاروباری اور تجارتی معاملات شروع کردیئے تھے، جن کا تذکرہ روایات میں ملتا ہے اور یہی وہ زمانہ تھا جب صفائیِ معاملات اور صدق وراست گوئی جیسی اعلیٰ صفات کی وجہ سے حضورِ اکرم ﷺ کی صداقت وامانت کا عرب میں آہستہ آہستہ چرچا شروع ہوگیا تھا اور جن لوگوں سے آپ ﷺ نے معاملات کیے تھے وہ آپ ﷺ کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکتے تھے، اُس زمانے میں حضورِ اکرم ﷺ کے کاروباری لین دین کا تذکرہ مندرجہ ذیل روایتوں میں ملتا ہے۔

(۱) ... عن عبد الله بن أبی الحمساء، قال: بایعت النبی ﷺ ببیع قبل أن یبعث و بقیت له بقیة فوعدته أن آتیه بها فی مکانه، فنسیت، ثم ذکرت بعد ثلاث، فجئت فإذا هو فی مکانه، فقال: یا فتی! لقد شققت علی، أنا ههنا منذ ثلاث أنتظرك۔“(أبوداؤد، کتاب الأدب، باب فی العدة)

ترجمہ

”حضرت عبداللہ بن أبی الحمساءؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی بعثت (یعنی نبوت ملنے) سے پہلے آپ ﷺ سے بیع کا ایک معاملہ کیا اور میرے ذمہ کچھ دینا باقی رہ گیا، تو میں نے آپ ﷺ سے وعدہ کیا کہ میں (ابھی) اسی جگہ لیکر آتا ہوں، (گھر جانے کے بعد) میں (اپنا وعدہ) بھول گیا، تین دن کے بعد مجھے یاد آیا تو فوراً اُس جگہ پہنچا اور دیکھا کہ آپ ﷺ اُسی جگہ میرا انتظار

کررہے ہیں، آپ ﷺ نے (مجھے دیکھاتو) فرمایا کہ نوجوان! تم نے مجھے مشقت میں ڈال دیا ہے، میں تین دن سے یہاں تمہاراانتظار کررہاہوں۔"

(۲) ... کان ﷺ یُشارِكُ السائب ابن أبی السائب فلمّا کان یوم الفتح جاء ه فقال: مرحباً بأخی و شریکی کان لا یُداری و لا یُماری۔" (امتاع الأسماع للمقریزیؒ، ج۱، ص۱۶)

ترجمہ

حضورِاکرم ﷺ سائب بن ابی سائب کے ساتھ (تجارت وغیرہ میں) شراکت کیا کرتے تھے، فتح مکہ کے دن حضرت سائب آپ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہم اپنے بھائی اور اپنے شریکِ (معاملات) کوخوش آمدید کہتے ہیں جو نہ فریب دیتا تھا اور نہ جھگڑتا تھا۔"

ان مذکورہ روایتوں سے اتنی بات تو معلوم ہوتی ہے کہ حضورِاکرم ﷺ نے اپنی عمر کے ابتدائی حصہ میں ہی تجارتی سرگرمیوں کا آغاز کردیا تھا، لیکن اس وقت جب آپ ﷺ نے یہ معاملات کیے، آپ ﷺ کی عمر کتنی تھی؟ اس کے بارے میں وثوق سے کچھ کہنا مشکل ہے، ہاں! اتنی بات پر تقریباً سارے سیرت نگار متفق ہیں کہ یہ اُس وقت کے واقعات ہیں جب آپ ﷺ نوجوان تھے، اور آپ ﷺ کی عمر ابھی پچیس (۲۵) سال نہیں ہوئی تھی، یہی وجہ ہے کہ تمام بڑے سیرت نگاروں نے ان واقعات کا تذکرہ حضرت خدیجہؓ سے نکاح کرنے سے پہلے کے حالات میں کیا ہے جو آپ ﷺ نے پچیس (۲۵) سال کی عمر میں فرمایا تھا، بلکہ علامہ تقی الدین احمد بن علی المقریزیؒ نے تو اپنی کتاب "أمتاع الاسماع" میں لکھا ہے کہ حضرت سائب کے ساتھ شراکت کا واقعہ اہلِ مکہ کی بکریاں چرانے کے واقعے سے بھی پہلے کا ہے، بہرحال! حضورِاکرم ﷺ اپنی عمر مبارک (۲۵) سال ہونے تک مختلف لوگوں کے ساتھ خرید وفروخت کرکے رزق حلال کمانے کی

تگ ودو فرماتے رہے تھے، روایات میں عبداللہ بن سائب اور قیس بن سائب مخزومی سے بھی آپ ﷺ کا اسی زمانے میں تجارتی معاملہ کرنے کا تذکرہ ملتا ہے۔

کیا حضور ﷺ نے تجارت کے سلسلے میں حبشہ کا سفر فرمایا؟

زندگی کے اسی دور میں (یعنی حضرت عبدالمطلب کی وفات سے پچیس (۲۵) سال کی عمر تک) بعض علماء نے آپ ﷺ کے سفرِ حبشہ کا ذکر بھی کیا ہے، اُن کا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے تجارت کے سلسلہ میں غالباً حبشہ کا سفر بھی کیا تھا، اور دلیل اس کی یہ ذکر کی ہے کہ جب آپ ﷺ نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت عطا فرمائی اور مسلمان حبشہ کی طرف روانہ ہونے لگے تو آپ ﷺ نے نجاشی (شاہِ حبشہ) کے نام ایک خط روانہ فرمایا اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے حبشہ کے بارے میں کچھ کلمات ارشاد فرمائے، وہ فرماتے ہیں کہ اُس خط اور خطاب کے کلمات پہ غور کرنے سے کچھ اس طرح کا تأثر ملتا ہے کہ آپ ﷺ حبشہ اور شاہِ حبشہ سے ذاتی واقفیت رکھتے تھے، اُس خط کے الفاظ یہ ہیں:

"قد بعثت إليكم ابن عمّي جعفراً ومعه نفر من المسلمين فإذا جاءك فافزهم" (الرحيق المختوم، ص ۳٤۹)

ترجمہ

میں آپ کے پاس اپنے چچازاد جعفرؓ (طیّار) کو مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ بھیج رہا ہوں، جب وہ آپ کے پاس پہنچیں تو اُن سے حسنِ سلوک کا برتاؤ کریں۔"

اور خطاب کے الفاظ یہ ہیں:

"وہاں ایک بادشاہ ہے جس کے ملک میں کسی پہ ظلم نہیں ہوتا، وہ سچائی کی سرزمین ہے۔" (پیغمبرِ اسلام از ڈاکٹر حمید اللہ، ص ۲۹۹)

یہ ہیں وہ کلمات جن کو دیکھ کر بعض علماء کرام نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے حبشہ کی طرف تجارت کے سلسلہ میں سفر فرمایا ہو، حقیقتِ حال کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، البتہ روایات میں آپ ﷺ کے سفرِ حبشہ کا تذکرہ سیرت کی مستند کتابوں میں نہیں ملتا، معروف محقق ڈاکٹر حمید اللہ صاحب لکھتے ہیں:

''کیا رسول اللہ ﷺ خود بھی کبھی حبشہ تشریف لے گئے تھے؟ معروف ذرائع سے اس بارے میں کچھ پتہ نہیں چلتا، تاہم بعض حقائق سے بالواسطہ طور پر یہ تأثر ملتا ہے کہ آپ ﷺ نے بھی حبشہ کا سفر کیا تھا۔'' (پیغمبرِ اسلام، ص ۲۹۹)

حضورِ اکرم ﷺ کے تجارتی اسفار کی ابتداء

اس سے پہلے حضورِ اکرم ﷺ کی جن معاشی سرگرمیوں اور بیع وشراء (خرید و فروخت) کا تذکرہ کیا گیا ہے، اُن میں اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ آپ ﷺ اس سلسلہ میں کسی دوسرے ملک یا مکہ مکرمہ سے دور واقع کسی بازار میں تشریف لے گئے تھے، بلکہ ظاہر یہ کہ خرید وفروخت کے یہ معاملات آپ ﷺ نے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں رہ کر ہی انجام دیے تھے، واللہ أعلم۔

لیکن اب جبکہ آپ ﷺ کی عمر مبارک پچیس (۲۵) سال ہوگئی تھی، اس دور کے حالات میں علماءِ سیرت نے آپ ﷺ کے اُن اسفار کا تذکرہ کیا ہے، جن میں آپ ﷺ تجارت کے سلسلے میں مکہ مکرمہ سے باہر تشریف لے گئے تھے، چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ حکیم بن حزام جو حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے تھے، ایک مرتبہ خرید وفروخت کیلئے ''سوقِ حُباشَہ'' تشریف لے گئے، یہ ایک بازار تھا جو مکہ مکرمہ سے آٹھ (۸) مراحل کے فاصلہ پر واقع تھا اور پورے سال میں صرف رجب کے مہینہ میں آٹھ دن کے لئے لگتا تھا، ''جامع الآثار'' کی روایت ملاحظہ فرمایئے!

''سوقِ حباشه وهى على ثمانية مراحل من مكة طريق

الجند...و كانت سوقاً تقوم فى كل سنةٍ فى شهر رجب ثمانية أيام" (ج ۳، ص ۴۳۳)

ترجمہ

"سُوق حباشہ مکہ مکرمہ سے آٹھ مراحل کے فاصلہ پر مقام جَنَد کے راستے میں واقع ہے....اور یہ بازار ہر سال رجب کے مہینہ میں آٹھ دن کیلئے لگتا تھا۔"

تو حکیم بن حزام نے وہاں حضورِ اکرم ﷺ کوتجارت کرتے ہوئے پایا اور آپ ﷺ سے تہامہ (ایک علاقہ ہے) کا ایک خاص قسم کا کپڑا خریدا، جب مکہ واپس آئے تو انہوں نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہؓ سے اس بات کا ذکر کیا کہ میں نے سوقِ حباشہ میں محمد (ﷺ) کوتجارت کرتے ہوئے دیکھا ہے، حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کی صداقت وامانت سے تو پہلے ہی واقف تھیں، اب جب یہ دیکھا کہ آپ ﷺ کوتجارت کا بھی تجربہ ہے تو حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ آپ معاوضہ لیکر میری تجارت میں میرا ساتھ دیں، اور سامانِ تجارت خریدنے کیلئے "سُوقِ حباشہ" تشریف لیجائیں، حضورِ اکرم ﷺ نے یہ معاملہ قبول فرمایا اور حضرت خدیجہؓ کے غلام میسرہ کے ساتھ "سُوقِ حباشہ" تشریف لے گئے۔

"و كان حكيم بن حزام قد رأى رسول اللّٰه ﷺ بسوقِ حباشه و اشترٰى منه بزّاً من بزّتهامة و قدم مكة، فذالك حين أرسلت خديجةؓ إلٰى رسول اللّٰه ﷺ تدعوه أن يخرج فى تجارة إلٰى سوق حباشة و بعثت معه غلامها ميسرة، فخرجا فابتاعا بزّا من بزّ الجند و غيره ممّا فيها من التجارة و رجعا إلٰى مكّة فربحا ربحًا حسناً۔" (امتاع الأسماع، ج ۱، ص ۱۶)

ترجمہ

حکیم بن حزامؓ نے رسول اللہ ﷺ کو سُوق حباشہ میں (تجارت کرتے ہوئے) پایااور آپ ﷺ سے تہامہ کاایک خاص قسم کا کپڑاخریدااور (اسے لیکر) مکہ واپس آئے، چنانچہ یہی وہ موقع تھاجب (حضرت) خدیجہؓ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ پیغام بھیجا کہ آپ (میری) تجارت کے سلسلہ میں ''سُوقِ حباشہ'' تشریف لیجائیں اورحضرت خدیجہؓ نے اپناغلام میسرہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ کردیا،اوروہ دونوں نکلے، مقام جند کاایک خاص قسم کا کپڑااور کچھ اورتجارتی سامان خریدااور مکہ مکرمہ واپس آکراُس میں خوب نفع کمایا۔''

اوریہی واقعہ ''جامع الآثار''میں بھی ابنِ شہاب زُہریؒ سے روایت کیا گیا ہے، جس میں کچھ اور تفصیل بھی ہے:

''عن ابن شهاب الزُهری قال: فلما استوی رسول اللّٰه ﷺ وبلغ أشدّه و ليس له كبير مالٍ استأجرته خديجة إلى سوق حباشة و هو سوق بتهامة و استأجرت معه رجلاً من قريش فقال رسول اللّٰه ﷺ و هو يحدث عنها: ما رأيت من صاحبة لأجير خيراً من خديجةؓ ما كنا نرجع أنا و صاحبی إلا وجدنا عندها تحفة من طعام تخبؤه لنا۔ (جامع الآثار، ج۳، ص ٤٣٤)

ترجمہ

''ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ:

جب رسول اللہ ﷺ جوان ہوئے اورطاقت وقوت کے زمانہ کو پہنچے،اس حال میں کہ آپ ﷺ کے پاس زیادہ مال ودولت نہیں تھی توحضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ کوبطورِاجیر (اُجرت پہ کام کرنے والا) سُوقِ حباشہ بھیجااور یہ سوقِ حباشہ ایک بازار تھاجوتہامہ میں واقع تھااورحضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ کے ساتھ ایک

اور آدمی، جو قریشی تھا، کو بھی اَجیر بنایا، رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں نے کوئی عورت ایسی نہیں دیکھی جو اپنے اجیر کا خیال رکھنے کے معاملہ میں خدیجہؓ سے زیادہ اچھی ہو، میں اور میرا ساتھی جب بھی (تجارتی سرگرمی سے) واپس آتے تھے، تو حضرت خدیجہؓ کے ہاں بطور تحفہ کھانے پینے کی کوئی چیز پاتے جو وہ ہمارے لئے بچا کر رکھتی تھیں۔

اس واقعہ سے متعلق چند باتوں کی وضاحت ضروری ہے، پہلی بات یہ ہے کہ جب یہ واقعہ پیش آیا تو اس وقت حضورِ اکرم ﷺ کی عمر پچیس سال یا اس کے قریب تھی، چنانچہ ''جامع الآثار'' کے حاشیہ میں صراحت ہے:

''کہا گیا ہے کہ اس وقت حضورِ اکرم ﷺ کی عمر پچیس سال تھی اور یہی قول مشہور ہے جس کو امام عبدالغنی مقدسی نے قطعی بتلایا ہے۔''

اور یہ قول قرینِ قیاس بھی ہے، اس لئے کہ اس واقعہ کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ کو تجارت کے سلسلہ میں شام بھیجا (جسکی تفصیل آگے آرہی ہے، إن شاء اللہ) اور شام سے واپسی کے تقریباً تین مہینے بعد آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے نکاح فرمایا اور علماء کرامؒ کا اس پر اتفاق ہے کہ اس نکاح کے وقت آپ ﷺ کی عمر پچیس سال تھی۔

دوسری وضاحت طلب بات یہ ہے کہ یہ جو حضرت خدیجہؓ کی تجارت کے سلسلے میں حضورِ اکرم ﷺ اُجرت لیکر سوقِ حباشہ تشریف لے گئے تھے، یہ بقول صاحبِ امتاع الأسماع علامہ مقریزیؒ کے آپ ﷺ کا حضرت خدیجہؓ سے پہلا تجارتی معاملہ تھا۔

تیسری اور آخری بات یہ ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے جس دوسرے شخص کو آپ ﷺ کے ساتھ بھیجا تھا، اُس کے ساتھ حضورِ اکرم ﷺ نے صرف یہی ایک تجارتی سفر نہیں فرمایا تھا، بلکہ شاید کئی مرتبہ آپ ﷺ اس کے ساتھ حضرت خدیجہؓ کی تجارت کے سلسلے میں (مختلف مقامات پر) تشریف لے گئے تھے، جیسا کہ آپ ﷺ کے فرمان ''ما كنا

نرجع أنا و صاحبی إلّا وجدنا الخ" کا تقاضا ہے جو عربی زبان کے قواعد سے واقف حضرات پر مخفی نہیں ہے۔ واللہ اعلم

حضورِ اکرم ﷺ کا بیرونِ ملک تجارتی سفر

جب حضرت خدیجہؓ نے حضورِ اکرم ﷺ کی صداقت وامانت کا چرچا سنا اور پھر یہ بھی دیکھا کہ آپ ﷺ بازار میں تجارت فرمارہے ہیں تو اُن کے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ آپ ﷺ ان کی تجارتی سرگرمیوں میں شامل ہوں، اور اسی خواہش کا نتیجہ تھا کہ آپ ﷺ اُن کا مال لیکر سُوقِ حباشہ تشریف لے گئے، اب جب آپ ﷺ زبردست نفع کما کرلائے اور آپ ﷺ کی تاجرانہ خوبیاں مزید کھل کر سامنے آئیں تو اس سفر یا چند مزید اسفار کے بعد (جو ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کے بقول آزمائشی سفر تھے، جن سے حضرت خدیجہؓ کا مقصود آپ ﷺ کی تجارتی صلاحیتوں کو جانچنا تھا) حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ کو ایک بڑی تجارتی ذمّہ داری سونپنے کا ارادہ کیا اور وہ یہ کہ آپ ﷺ کو تجارتی قافلہ کا سربراہ بنا کر شام روانہ کیا جائے، حضرت خدیجہؓ عرب کی ایک مالدار خاتون تھیں اور جب قریش کا قافلہ تجارت کیلئے جاتا تھا تو حضرت خدیجہؓ کا سامانِ تجارت پورے قریش کے سامانِ تجارت کے برابر ہوتا تھا، حضورِ اکرم ﷺ کی عمر کا پچیسواں سال تھا، جب حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ کو سفرِ شام کی دعوت دی، آپ ﷺ نے دعوت قبول فرمائی اور ان کے غلام میسرہ کے ساتھ شام کی طرف عازمِ سفر ہوئے:

" فلما بلغ رسول الله ﷺ خمساً و عشرين سنةً لأربع عشرة ليلة بقيت من ذی الحجة و قيل غير ذلك ، خرج فی تجارة للطاهرة أمّ هند خديجة بنت خويلد بن أسد بن عبد العُزٰی بن قصی الأسدية القرشية قبل أن يتزوجها مع غلامها ميسرة إلى الشام۔" (جامع الآثار، ج۲، ص ۴۳۳)

ترجمہ

جب رسول اللہ ﷺ کی عمر پچیس (۲۵) سال ہوئی تو ذی الحجہ کی سولہ (۱۶) تاریخ اور ایک اور قول کے مطابق تاریخ کچھ اور تھی، کو رسولِ اکرم ﷺ حضرت خدیجہؓ (جن کا لقب طاہرہ اور کنیت اُمّ ہند تھی، اور قریش کے بنو اسد سے اُن کا تعلق تھا) اُن کی تجارت کے سلسلہ میں اُن کے غلام میسرہ کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے، یہ واقعہ اُس وقت کا ہے جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے ابھی نکاح نہیں فرمایا تھا۔‘‘

جب اتنی بات معلوم ہوگئی کہ حضورِ اکرم ﷺ نے تجارت کیلئے بیرونِ ملک یعنی شام کا سفر فرمایا تھا تو اس بات کی وضاحت بھی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ اس سفر میں حضورِ اکرم ﷺ کو معاوضہ کتنا ادا کیا گیا؟ جامع الآثار کی جو روایت ماقبل میں ذکر کی گئی ہے، اس میں یہ الفاظ بھی ہیں:

’’و كانت استأجرته على أربع بكرات‘‘ (أيضاً)

ترجمہ

اور حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ کو چار جوان اُونٹنیوں کے عوض تجارت کیلئے بھیجا تھا۔

اس روایت میں تو چار اُونٹنیوں کا ذکر ہے، لیکن ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ شروع میں معاملہ دو (۲) اُونٹنیوں پر طے ہوا تھا، لیکن بعد میں حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ کی کامیاب تجارت سے خوش ہوکر دو گنا معاوضہ ادا کیا تھا، اس لئے ممکن ہے کہ ’’جامع‘‘ کی روایت میں چار (۴) کا تذکرہ اسی حقیقت کو ملحوظ رکھ کر کیا گیا ہو، واللہ أعلم۔

اور چونکہ معاوضہ پہلے سے دو (۲) اُونٹ متعین کیا گیا تھا، اسلئے اس سے اُن علماء

کے قول کی تائید ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ عقد ''عقدِ اجارہ'' تھا، اور حضورِ اکرم ﷺ ایک اَجیر (اُجرت پر کام کرنے والے) کی حیثیت سے اس سفر پہ تشریف لے گئے تھے اور یہ عقدِ مضاربت نہ تھا، اس لئے کہ مضاربت میں بطورِ عوض مخصوص رقم وغیرہ کو نفع کے تناسب سے عوض مقرر کر کے دیا جاتا ہے، مثلاً یوں کہا جاتا ہے کہ اُسے نفع کا ایک چوتھائی ملے گا، چاہے نفع جتنا بھی ہو، صاحبِ ہدایہ علامہ مرغینانیؒ لکھتے ہیں:

''و من شرطها أن يكون الربح بينهما مشاعاً لا يستحق أحدُهما دراهم مسمّاة من الرّبح۔'' (هداية، كتابُ المضاربة)

ترجمہ

''اور مضاربت کی شرط یہ ہے کہ نفع اُن دونوں (مال دینے والے اور اس کے لئے کام کرنے والے) کے درمیان مشاع ہوگا اور اُن دونوں میں سے کوئی ایک نفع میں سے متعین دراہم کا مستحق نہیں ہوگا۔''

اور جب حضورِ اکرم ﷺ اس سفر سے واپس تشریف لائے تو واپسی کے دو (۲) مہینہ اور پچیس (۲۵) روز بعد حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ کو پیغام بھیج کر آپ ﷺ سے نکاح کی خواہش ظاہر کی اور آپ ﷺ نے اپنے چچا کے مشورہ سے اس کو قبول فرمالیا اور یہیں سے آپ ﷺ کی معاشی زندگی کا تیسرا دور شروع ہوا۔

حضورِ اکرم ﷺ کی معاشی زندگی کا تیسرا دور

رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا یہ دور تقریباً پندرہ (۱۵) سال پر محیط رہا، مولانا عبد القدوس ہاشمی صاحب نے لکھا ہے کہ اس دوران ابتدائی دس (۱۰) سال حضورِ اکرم ﷺ بازار میں تجارتی لین و دین فرماتے رہے، اور اسی دوران آپ ﷺ تجارت کے سلسلے میں یمن بھی تشریف لے گئے، انہوں نے سفرِ یمن کی تفصیل ذکر نہیں فرمائی ہے، اس لئے ہم یہاں اس کی تھوڑی سی تفصیل ذکر کرتے ہیں، علامہ شبلی نعمانیؒ اپنی

شہرۂ آفاق کتاب ''سیرۃُ النبی ﷺ'' میں لکھتے ہیں:

''حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے اور علامہ ذہبیؒ نے بھی تصدیق کی ہے کہ جرش (یمن کا ایک مقام ہے۔ راقم) میں آپ ﷺ دو (۲) دفعہ تشریف لے گئے اور ہر دفعہ خدیجہؓ نے معاوضہ میں ایک اُونٹ دیا۔'' (سیرۃُ النبی ﷺ ج۱، ص ۱۱۸)

اب ''جرش'' کے بارے میں ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی تحقیق بھی ملاحظہ کیجئے:

''اگر یہ ''جورش'' ہے تو پھر یہ طائف کے جنوب کی طرف یمن میں واقع ایک جگہ ہے اور اگر اسے ''جرش'' سمجھا جائے، تو پھر یہ "Transjordqni" میں ہے۔ (پیغمبرِ اسلام، ص:۶۹)

یہ بات بالکل بے غبار ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تجارت کے سلسلہ میں یمن کا بھی سفر فرمایا تھا، لیکن اس سفر کے سن (سال) کے بارے میں علماءِ سیرت کی آراء مختلف ہیں، بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ سفر آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے نکاح کرنے کے بعد ابتدائی دس (۱۰) برسوں کے دوران فرمایا تھا، اور اسی رائے کے مطابق ہم نے اس سفر کا تذکرہ نکاح کے بعد کے حالات میں کیا ہے، اور ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ یہ سفر آپ ﷺ نے سفرِ شام (جو بالاتفاق نکاح سے پہلے ہوا ہے) سے بھی پہلے فرمایا تھا، جبکہ علامہ شبلی نعمانیؒ نے اس سفرِ یمن کو حیاتِ طیبہ کے اُن واقعات میں شمار کیا ہے، جن کی تاریخ اور سن معلوم نہیں ہیں، خود راقم کا خیال یہ ہے کہ چونکہ حضور ﷺ نے جرش (یمن) کا سفر دو مرتبہ فرمایا ہے، اس لئے ممکن ہے کہ ایک دفعہ یہ سفر نکاح سے پہلے ہوا ہو، اور ایک مرتبہ نکاح کے بعد ہوا ہو، باقی حقیقتِ حال اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، حضرت خدیجہؓ سے نکاح فرمانے کے بعد جیسے جیسے نبوّت ملنے کا زمانہ قریب آرہا تھا، حضورِ اکرم ﷺ کی طبیعت جاہلیت کے معاشرہ سے دور رہنے کی طرف مائل ہونے لگی تھی اور چونکہ حضرت خدیجہؓ ایک وسیع اور کامیاب تجارت کی حامل تھیں، اس لئے حضورِ اکرم ﷺ کی معاشی

فکریں بھی کم ہوگئی تھیں، یہاں تک کہ نزولِ وحی سے کچھ عرصہ پہلے تو آپ ﷺ کئی کئی دن کا توشہ لیجا کر غارِ حراء میں خلوت میں رہنے لگے تھے اور جب آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس (۴۰) سال ہوگئی تو آپ ﷺ نبوت سے سرفراز کیئے گئے۔

حضورِ اکرم ﷺ کی معاشی زندگی کا چوتھا دور

مولانا عبدالقدوس ہاشمی نے لکھا ہے کہ نبوت ملنے کے بعد قریش اور کفارِ مکہ کی مخالفتیں روز بروز بڑھ رہی تھیں، اس لئے حضورِ اکرم ﷺ کی تجارتی سرگرمیاں متاثر ہورہی تھیں، اور اس کا نتیجہ یہ تھا کہ آپ ﷺ کی زندگی اس دور میں معاشی اعتبار سے خوشحال نہیں تھی، اور یہ حقیقت ہے کہ پورا عرب آپ ﷺ کی مخالفت پر اُتر آیا تھا، تو ایسے حالات میں مقامی بازاروں میں آزادانہ تجارت کرنا یا تجارت کے سلسلے میں کہیں اور تشریف لیجانا کیسے ممکن ہوسکتا تھا؟ انتھی تلخیص کلامہ.

پھر نبوّت ملنے کے سات (۷) سال بعد تمام قبائلِ قریش نے ایک ظالمانہ معاہدہ تحریر کر کے بنوہاشم سے تمام تعلقات ختم کرنے پر اتفاق کیا، جس کی وجہ سے حضورِ اکرم ﷺ اپنے خاندان بنوہاشم اور بنوعبدالمطلب کے ساتھ شعبِ ابی طالب میں محصور ہوگئے، اس معاہدے کی ایک شق جس کا ذکر یہاں مقصود ہے، یہ بھی تھی کہ کوئی شخص نہ تو اُن سے (یعنی بنوہاشم سے) قربت کرے گا اور نہ ہی اُن کے ہاتھ خرید وفروخت کرے گا۔

اس دور میں جب کہ تجارت کرنے پر بھی پابندی لگادی گئی تھی، حضورِ اکرم ﷺ کی مالی مشکلات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں، معاشی اعتبار سے یہ حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے خاندان کا بڑا کٹھن دور تھا، اور یہ سلسلہ تین سال تک چلتا رہا، تین (۳) سال بعد یہ بائیکاٹ (مقاطعہ) ختم ہوا، اور ۱۰ھ نبوی کو ہجرتِ مدینہ سے تین سال قبل حضورِ اکرم ﷺ اور دیگر حضرات شعبِ ابی طالب سے باہر نکلے، حضورِ اکرم ﷺ کے خلاف کیا جانے والا ظالمانہ معاہدہ تو ختم ہوا، لیکن ان تین سالوں میں حضرت خدیجہؓ کی تجارت بھی ختم

ہوگئی تھی، اور مقاطعہ ختم ہونے کے بعد حضرت خدیجہؓ کو دوبارہ تجارت کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے کا موقع بھی نہ مل سکا اور شعبِ ابی طالب سے نکلنے کے چند روز بعد ہی وہ اپنے خالق سے جا ملیں، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی ؒ تحریر فرماتے ہیں:

''شعبِ ابی طالب سے نکلنے کے چند روز بعد ہی ماہِ رمضان یا شوال ۱۰ نبوی میں ابوطالب نے انتقال کیا اور پھر تین یا پانچ دن بعد حضرت خدیجہؓ نے انتقال کیا۔ (سیرۃ المصطفی، ج۱،ص۲۹۲)

حضورِ اکرم ﷺ نے ہجرتِ مدینہ سے پہلے کے یہ تین سال کس طرح گزارے، یعنی اس دوران آپ ﷺ نے کیا معاشی تگ و دو فرمائی؟ اس بارے میں راقم الحروف نے اپنی بساط کی حد تک تلاش و جستجو کی، لیکن تفصیلات دستیاب نہیں ہوسکیں، بعض حضرات نے اندازے لگا کر اس بارے میں کچھ معلومات دینے کی کوشش کی ہے، لیکن ہم اُس سے صرفِ نظر کر کے ہجرتِ مدینہ سے اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہیں۔

جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے ہمراہ ہجرت کا ارادہ فرمایا تو اس وقت آپ ﷺ کے پاس کتنا سرمایہ تھا؟ اس بارے میں کتبِ سیرت میں صراحت نہیں ملتی، لیکن اتنی بات علماءِ سیرت نے لکھی ہے کہ آپ ﷺ نے جاتے وقت حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے ایک اُونٹنی خریدی تھی، واقعہ یہ ہے:

''حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پہلے ہی سے ہجرت کیلئے دو اُونٹنیاں تیار کر رکھی تھیں، جن کو چار مہینے سے ببول کے پتے کھلا رہے تھے، عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! ان میں سے ایک کو آپ ﷺ پسند فرمائیں، وہ میری طرف سے آپ کیلئے ہدیہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: میں بدون قیمت کے نہ لوں گا۔ معجمِ طبرانی میں حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ سے مروی ہے کہ ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ بہتر ہے، اگر آپ قیمۃً لینا چاہیں تو قیمۃً لے لیں۔'' (سیرۃ المصطفی، ج۱،ص۳۵۹)

اور وہ دو اُونٹنیاں حضرت صدیقِ اکبرؓ نے آٹھ سو (۸۰۰) درہم میں خریدی تھیں، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے:

" و كان أبو بكر اشتراهما بثمان مائة درهم"

(بحوالہَ بالا)

ترجمہ

اور حضرت ابو بکرؓ نے وہ دو اُونٹنیاں آٹھ سو (۸۰۰) درہم میں خریدی تھیں۔"

چنانچہ آپ ﷺ نے ہجرت کے وقت حضرت ابو بکرؓ کو قیمت ادا کر کے اُونٹنی خریدی، اتنی بات تو علماء کرامؒ نے ذکر فرمائی ہے، لیکن اس کے علاوہ حضورِ اکرم ﷺ کے پاس کسی قسم کے سرمایہ کی موجودگی سے کتبِ سیرت خاموش ہیں، البتہ حضرت صدیق اکبرؓ نے جاتے وقت اپنے ساتھ جتنے دراہم لئے تھے، اُن کا تذکرہ "الإصابة فی تمییز الصحابة" میں حافظ ابنِ حجرؒ نے کیا ہے:

" و كان أبو بكر معروفًا بالتّجارة و لقد بعث النّبی ﷺ و عنده أربعون ألفًا فكان يعتق منها و يعول المسلمين حتى قدم المدينة بخمسةِ الافٍ۔"

ترجمہ

حضرت ابو بکر صدیقؓ معروف تاجر تھے، اور جب نبیِ کریم ﷺ مبعوث کئے گئے تو اُس وقت اُن کے پاس چالیس (۴۰) ہزار درہم تھے، وہ اُن پیسوں سے غلام آزاد کرتے اور مسلمانوں پر خرچ کرتے تھے، یہاں تک کہ اپنے ساتھ (صرف) پانچ ہزار درہم مدینہ لائے۔

اور پھر مدینہ میں مسجدِ نبوی کیلئے زمین بھی حضرت صدیق اکبرؓ کے مال سے خریدی گئی، سیرتِ حلبیہ میں مسجدِ نبوی کیلئے جگہ خریدنے کا واقعہ ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

"زمین کا یہ قطعہ دس دینار میں خریدا گیا اور یہ قیمت ابو بکر کے مال میں سے ادا کی

گئی۔" (سیرتِ حلبیہ، ج ۳، ص ۱۷۳)

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے جب ہجرت فرمائی تو مکہ مکرمہ میں کوئی جائیداد وغیرہ بھی چھوڑی یا نہیں؟ اس بارے میں مولانا عبدالقدوس ہاشمی کے کلام کا خلاصہ ذیل میں ذکر کردینا کافی ہوگا:

"جب حضور ﷺ نے کفار کے مظالم سے تنگ آکر یثرب کی طرف ہجرت فرمائی تو کوئی سرمایہ ساتھ نہ تھا اور مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ نے نہ کوئی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ چھوڑی اور نہ ہی کوئی زمین، باغ یا تجارتی کوٹھی وغیرہ چھوڑی، حضرت خدیجہؓ کا ایک چھوٹا سا مکان ضرور تھا جس میں آپ ﷺ رہتے تھے اور آپ ﷺ کے بعد جب حضرت فاطمہؓ بھی ہجرت کرگئیں تو اسے حضرت زینبؓ کے حوالہ کرگئیں، وہ اور ان کے شوہر اس میں رہتے تھے۔"

حضور ﷺ کی معاشی زندگی سے متعلق ہجرت تک کی ضروری باتیں جن کا موضوع سے براہِ راست تعلق تھا، ذکر کردی گئیں ہیں، یہاں سے حضور ﷺ کی زندگی کے ایک ہنگامہ خیز دور کا آغاز ہوتا ہے۔

حضورِ اکرم ﷺ کی معاشی زندگی کا پانچواں دور

ہجرت کے بعد حضورِ اکرم ﷺ کی زندگی بہت زیادہ مصروف ہوگئی تھی، ایک طرف ریاستِ مدینہ کے معاملات تھے اور دوسری طرف دعوتی سرگرمیاں بھی جاری تھیں، ایسے میں حضور ﷺ معاشی سرگرمیوں کے لئے وقت نکالتے بھی تو کیسے؟ اس لئے اس زمانے میں حضور ﷺ کی زندگی فقر و فاقہ کی زندگی تھی اور گھر میں کئی کئی وقت چولہا نہ جلتا تھا، یہاں تک کہ ہجرت کے بعد جب جہاد کا حکم نازل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے حضورِ اکرم ﷺ کو معاشی اُلجھنوں سے مستغنی فرمادیا اور کئی قسم کے اموال میں حضور ﷺ کا حصہ مقرر فرمادیا، ان اموال کی تفصیل یہ ہے:

(۱) ... مالِ غنیمت میں خُمس (پانچواں حصہ)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ''(سورۃ الانفال آیت ۴۱)

ترجمہ

''اور جان رکھو کہ جو کچھ تم کو مال غنیمت ملے کسی چیز سے سو اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کے واسطے ہے اور اس کے رسول کے واسطے اور اس کے قرابت والوں کے واسطے اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے واسطے ہے۔''(ترجمہ معارف القرآن)

اصطلاحِ شریعت میں ''غنیمت'' اس مال کو کہتے ہیں جو غیر مسلموں سے جنگ و قتال اور قہر و غلبہ کے ذریعے حاصل ہوتا ہے، مسلمانوں کو جو مال بھی بطورِ غنیمت حاصل ہوگا شریعت کے مطابق اس کے پانچ حصے کئے جائیں گے اور ان میں سے چار حصے مجاہدین کو دیے جائیں گے اور جو پانچواں حصہ بچے گا اس کے پھر پانچ حصے کئے جائیں گے، ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کا ہوگا، ایک حصہ آپ کے قرابت داروں، ایک حصہ یتیموں کا، ایک حصہ محتاجوں کا اور ایک حصہ مسافروں کا ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ مالِ غنیمت میں سے رسول اللہ ﷺ کو کل مال کے پانچویں حصہ کا پانچواں حصہ ملے گا، جسے اصطلاح میں ''خُمُس الخُمُس'' کہتے ہیں۔

مالِ غنیمت سے متعلق تین باتیں قابل ذکر ہیں:

پہلی بات یہ کہ خمس میں رسول اللہ ﷺ کا جو حصہ تھا وہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد خود بخود ختم ہوگیا، یہی جمہورِ ائمہ کا مذہب ہے۔

دوسری بات یہ کہ آیتِ مذکورہ سے تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ خمس میں اللہ کا حصہ الگ ہے اور رسول کا حصہ الگ ہے، لیکن علماءِ کرام نے وضاحت فرمائی ہے کہ یہ دو الگ الگ حصے نہیں بلکہ یہ ایک ہی حصہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کو ہی ملے گا، امام ابو عبیدؒ "کتاب الأموال" میں فرماتے ہیں:

"عن عطاء بن أبی رباحؒ قال: خمس اللّٰه و خمس رسوله واحد و كان رسول اللّٰه ﷺ يحمل منه و يعطی منه و يضعه حيث شاء و يصنع به ما شاء۔ (کتاب الأموال، ص۲۱)

ترجمہ

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کا خمس اور رسول اللہ ﷺ کا خمس ایک ہی ہے اور رسول اللہ ﷺ حسبِ منشا اس میں سے لیتے بھی تھے اور دیتے بھی تھے اور جیسے چاہتے تھے اور جہاں چاہتے تھے استعمال فرماتے تھے۔

تیسری بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو پہلی مرتبہ مالِ غنیمت میں سے خمس اس وقت حاصل ہوا تھا جب آپ ﷺ نے ماہِ رجب ۲ھ میں حضرت عبد اللہ بن جحشؓ کو گیارہ مہاجرین صحابہؓ کے ساتھ ایک سریہ میں مقامِ نخلہ کی طرف روانہ فرمایا، اس سریہ میں جو مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا اس میں سے رسول اللہ ﷺ نے بھی خمس قبول فرمایا اور یہ اسلام میں پہلی غنیمت اور رسول اللہ ﷺ کا پہلا خمس تھا، اس سریہ کو "سریہ عبد اللہ بن جحش" کہا جاتا ہے۔

(۲) ... مالِ فیئ میں رسول اللہ ﷺ کا حق

دوسرا مال جس میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کا حق مقرر فرمایا تھا وہ مالِ فیئ تھا، قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

مَآ أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ أَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ

وَلِذِی الْقُرْبٰی...الخ (سورۃ الحشر آیت:۷)

ترجمہ

''اللہ اپنے رسول کو دوسری بستیوں سے جو مال فیٔ کے طور پر دِلوادے تو وہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اس کے رسول کا اور قرابت داروں کا حق ہے۔'' (آسان ترجمۂ قرآن)

''مالِ فیئ'' اس مال کو کہا جاتا ہے جو بغیر جنگ وقتال کے کفار سے حاصل ہو، خواہ وہ اسے چھوڑ کر بھاگ جائیں یا رضا مندی سے دے دینا قبول کرلیں، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مالِ فیئ میں مکمل مالکانہ اختیار عطا فرمایا تھا کہ آپ ﷺ اپنی صوابدید پر جس کو جتنا چاہیں عطا فرمادیں یا اپنے لئے رکھیں اور چاہیں تو سارا کا سارا عام مسلمانوں کے مفاد کے لئے روک لیں اور کسی کو کچھ نہ دیں، البتہ یہ پابندی لگادی گئی تھی کہ اسے تقسیم کرنا چاہیں تو مالِ فیئ کے جو مصارف آیتِ مذکورہ میں متعین کردیئے گئے ہیں، تقسیم انہی اقسام میں دائر رہنی چاہیے۔(مصارف کی تفصیل کیلئے معارف القرآن میں آیتِ مذکورہ کی تفسیر دیکھئے)

رسول اللہ ﷺ مالِ فیئ میں سے اپنے گھر والوں کا نان ونفقہ ادا فرماتے تھے اور باقی مال اپنی صوابدید کے مطابق جہاں مناسب سمجھتے تھے خرچ فرمادیتے تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مالِ فیئ، مالِ غنیمت کے قانون کی طرح مجاہدین میں تقسیم نہیں کیا جاتا تھا بلکہ اس میں تصرّف کرنے کا کلّی اختیار رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔

ربیع الاوّل ۴ھ میں غزوۂ بنونضیر پیش آیا اور اس غزوہ میں بنونضیر کے یہودیوں سے جو اموال حاصل ہوئے وہ بھی ''مالِ فیئ'' تھے، رسول اللہ ﷺ نے اس میں کچھ حصہ اپنے اہل وعیال کے خرچہ اور ضروریات کے لئے رکھا اور باقی مال انصار کے ساتھ مشورہ کرنے کے بعد مہاجرین میں تقسیم فرمادیا اور انصار میں سے صرف دو حضرات حضرت ابودجانہؓ اور سہل بن حنیفؓ کو حصہ دیا گیا، حضورِ اکرم ﷺ نے جو حصہ اپنے لئے

رکھا تھا اس میں سے آپ ﷺ اپنے گھر والوں کو بھی سال بھر کا نفقہ دیا کرتے تھے، اپنے رشتہ داروں پر بھی خرچ کیا کرتے تھے اور پھر جو بچ جاتا تو وہ راہِ خدا میں اسلحہ وغیرہ کی خریداری اور دیگر کاموں میں خرچ فرما دیا کرتے تھے، پھر جب آپ ﷺ دنیا سے پردہ فرما گئے تو حضرت ابوبکرؓ اس مال کے متولّی اور نگران بن گئے اور وہ بھی اس مال کو انہی کاموں میں خرچ کیا کرتے تھے جن میں رسول اللہ ﷺ خرچ فرمایا کرتے تھے، یعنی آپ ﷺ کے اہل وعیال اور قرابت داروں پر بھی خرچ کیا کرتے تھے اور راہِ خدا میں بھی خرچ کیا کرتے تھے اور پھر حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں اس مال کی تولیت اور اس کی نگرانی حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے سپرد کی گئی۔

ایک خاص واقعہ میں (جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے) حضرت عمرؓ نے ان دونوں حضرات سے خطاب کرتے ہوئے کچھ باتیں ارشاد فرمائیں جن میں غزوۂ بنو نضیر کے مالِ فیئ کی حقیقت تفصیل سے بیان کی گئی ہے:

"قال عباس: یا أمیر المؤمنین! اقض بینی وبین هذا، وهما یختصمان فی الذی أفاء الله علی رسوله ﷺ من بنی النضیر...قال: فإنی أحدثکم عن هذا الأمر، إن الله سبحانه کان خصّ رسوله ﷺ فی هذا الفیء بشیء لم یعطه أحدا غیره، فقال جل ذکره "وما أفاء الله علی رسوله منهم فما أوجفتم علیه من خیل ولا رکاب ..إلی قوله "قدیر" فکانت هذه خالصة لرسول الله ﷺ ثم والله ما احتازها دونکم، ولا استأثرها علیکم، لقد أعطاکموها وقسمها فیکم حتی بقی هذا المال منها، فکان رسول الله ﷺ ینفق علی أهله نفقة سنتهم من هذا المال، ثم یأخذ ما بقی فیجعله مجعل مال الله۔

(بخاری، کتاب المغازی، بابُ حدیث بنی النضیر)

ترجمہ

حضرت عباسؓ نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین! آپ میرے اور ان (حضرت علیؓ) کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے، اور حال یہ تھا کہ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان ان اموال کے بارے میں کچھ اختلاف پیدا ہو گیا تھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بنونضیر سے بطور "مالِ فیئ" کے دِلوایا تھا.... حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ: میں تمہیں اس بارے میں آگاہ کرتا ہوں، بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مالِ فیئ کے بارے میں ایسے اختیار کے ساتھ مخصوص فرمایا تھا جو اختیار اللہ تعالیٰ نے کسی اور کو نہیں دیا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "اور اللہ نے اپنے رسول کو ان (بنونضیر) سے جو مالِ فیئ دلوایا ہے، سو نہ تو اس پر تم نے کبھی گھوڑے دوڑائے اور نہ اُونٹ، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے مسلّط فرما دیتا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے" (حضرت عمرؓ نے فرمایا) پس یہ اموال خالصۃً رسول اللہ ﷺ کے اختیار میں تھے، پھر اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے ان کو صرف اپنے لئے ہی جمع کر کے نہیں رکھا اور نہ ہی اپنے آپ کو ان اموال میں ترجیح دی (بلکہ) تمہیں بھی دیا اور تم میں تقسیم بھی کیا، یہاں تک کہ یہ مال (جو آپ نے اپنے اہل وعیال کیلئے رکھا تھا) باقی بچ گیا، پس رسول اللہ ﷺ اس میں سے اپنے گھر والوں کو سال بھر کا نفقہ دیتے تھے اور جو بچ جاتا اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا کرتے تھے۔"

یہ ساری تفصیل "بنونضیر" سے حاصل ہونے والے مالِ فیئ کے بارے میں تھی اس کے علاوہ "فدک" کا علاقہ بھی ۷ھ میں رسول اللہ ﷺ کو بطور مالِ فیئ کے ملا تھا، اس لئے کہ فدک بھی بغیر لڑائی کے فتح ہوا تھا، صاحبِ معجم البلدان لکھتے ہیں:

"فدك قرية بالحجاز بينه و بين المدينة يومان أو

ثلاثة....فأرسلوا إلى رسول اللّٰه ﷺ أن يصالحهم على النصف من ثمارهم و أموالهم فأجابهم إلى ذلك فهى ممّا لم يوجف عليه بخيل و لا ركاب فكانت خالصةً لرسول اللّٰه ﷺ وفيها عين فوّارة و نخيل كثيرة۔(معجم البلدان، ج٥، ص٢٣٨)

ترجمہ

''فدک حجاز میں ایک بستی ہے مدینہ اور اس کے درمیان دو یا تین دن کا فاصلہ پر واقع ہے (جب) رسول اللہ ﷺ نے فدک پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو اہلِ فدک نے آپ ﷺ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ ہم سے فدک کی نصف پیداوار اور نصف اموال پر صلح کیجئے، پس آپ ﷺ نے ان کی یہ بات منظور فرمائی (اور صلح کر لی) اور چونکہ فدک پر نہ ہی گھوڑے دوڑائے گئے تھے اور نہ ہی اُونٹ، اس لئے یہ سرزمین خالصۃً رسول اللہ ﷺ کی ہوگئی اور فدک میں خوب اُبلنے والے چشمے اور کثرت سے کھجور کے درخت تھے۔''

فدک سے ہر سال رسول اللہ ﷺ کو اچھا خاصا مال حاصل ہوتا تھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس مال کے خرچ کرنے میں بھی وہی طریقہ اختیار فرمایا جس کی تفصیل اموالِ بنی نضیر میں گزر چکی ہے۔

(۳) ... رسول اللہ ﷺ کا خصوصی حق

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مالِ غنیمت میں ایک خصوصی حق بھی عطا فرمایا تھا اور وہ یہ کہ آپ ﷺ کو حق حاصل تھا کہ آپ مال تقسیم ہونے سے پہلے غنیمت میں سے اگر کوئی چیز لینا چاہتے تو آپ کو اس کی اجازت تھی اور اس اختیار کو استعمال فرما کر جو چیز آپ لے لیتے تھے اس کو ''صفی'' کہتے تھے، امام ابوعبید نے لکھا ہے:

"کان للنبی ﷺ صفی من کل مغنم عبد أو أمة أو فرس" (کتاب الأموال ص ۱۸)

ترجمہ

"نبی کریم ﷺ کیلئے ہر مالِ غنیمت میں صفی ہوتا تھا (اور آپ ﷺ کو اختیار تھا کہ) غلام، باندی یا گھوڑا (وغیرہ جو کچھ بھی آپ لینا چاہتے تھے آپ ﷺ کو اس کی اجازت تھی)۔"

روایتوں سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے بعض غنائم میں سے بعض اشیاء بطورِ صفی کے لی تھیں۔

یہ تین قسم کے اموال (خمس، فیئ، صفی) تو وہ تھے جو اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر آپ ﷺ کیلئے مقرر فرمائے تھے، اس کے علاوہ کچھ صحابہٴ کرامؓ نے بھی حضور ﷺ کیلئے اپنے باغات میں سے کچھ درخت بطورِ استفادہ یعنی ان کے پھلوں سے فائدہ اٹھانے کے پیش کر دیئے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے ان درختوں میں سے بھی بعض درخت مختلف لوگوں کو بطورِ استفادہ دیئے تھے، لیکن جب بنونضیر اور بنوقریظہ کے علاقے فتح ہوگئے اور مسلمانوں کو غنیمت میں اچھے خاصے اموال حاصل ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے وہ درخت ان کے اصلی مالکوں کو لوٹا دیئے:

"عن عبداللّٰہ بن أبی الأسود قال: حدّثنا معتمر عن أبیه قال: سمعت أنس بن مالكؓ قال: كان الرّجل یجعل للنّبی ﷺ النخلات حتی افتتح قریظة و النضیر فكان بعد ذلك یردُّ علیهم۔" (بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث بنی النضیر)

ترجمہ

''حضرت معتمرؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: لوگ نبی کریم ﷺ کیلئے کھجور کے کچھ درخت متعین کر دیتے تھے، یہاں تک کہ جب بنوقریظہ اور بنونضیر کے علاقے فتح ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کووہ درخت واپس کرنا شروع کر دیئے''

جب حضور ﷺ نے وہ درخت واپس کرنا شروع کیئے تو اس دوران ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا جوامام بخاریؒ نے ''صحیح البخاری'' میں نقل کیاہے:

''عن أنس رضی اللّٰہ عنہ، قال: کان الرجل یجعل للنبی ﷺ النخلات، حتی افتتح قریظة والنضیر، وإن أھلی أمرونی أن آتی النبی ﷺ، فأسألہ الذی کانوا أعطوہ أو بعضہ، وکان النبی ﷺ قد أعطاہ أم أیمن، فجاء ت أم أیمن فجعلت الثوب فی عنقی، تقول: لا والذی لا إلہ إلا ھو لا یعطیکھم وقد أعطانیھا، أو کما قالت: والنبی ﷺ یقول: لك کذا وتقول: کلا واللّٰہ، حتی أعطاھا ۔ حسبت أنہ قال ۔ عشرة أمثالہ، أو کما قال۔ (بخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی من الأحزاب)

ترجمہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ (انصار کے) لوگ نبی کریم ﷺ کے لئے کھجور کے درخت متعین کر دیتے تھے (اور آپ ﷺ مہاجرین کو دے دیا کرتے تھے) یہاں تک کہ بنوقریظہ اور بنونضیر فتح ہو گئے تو (آپ وہ درخت مہاجرین سے واپس لے کر انصار کو دینے لگے اور بنوقریظہ اور بنونضیر کے اموال مہاجرین میں تقسیم کر دیئے) تو میرے گھر والوں نے مجھے حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ ان

درختوں سے متعلق پوچھوں کہ جو انہوں نے حضور ﷺ کے لئے متعین کئے تھے (کہ وہ درخت ہمیں واپس کر دیئے جائیں گے یا نہیں؟) حضور ﷺ نے وہ درخت امّ ایمن کو دے دیئے تھے، اتنے میں امّ ایمن آ گئیں اور میری گردن میں کپڑا ڈال کر کہنے لگیں کہ ہر گز نہیں! اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں حضور ﷺ یہ درخت آپ کو نہیں دیں گے یہ تو آپ ﷺ مجھے دے چکے ہیں، اور نبی کریم ﷺ ان سے فرما رہے تھے کہ ہم تمہیں (ان کے بدلے) اتنے اور دیں گے (تم یہ درخت واپس کر دو) اور وہ کہتی تھیں کہ اللہ کی قسم! ہر گز نہیں، راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ حضرت انسؓ نے یہ فرمایا تھا کہ حضور ﷺ نے امّ ایمن کو اس سے دس گنا زیادہ درخت عطا فرمائے (تب کہیں جا کر وہ ان درختوں کو واپس کرنے پر رضا مند ہوئیں)۔

یہ حقیقت ہے کہ ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ کو کثرت سے اموال حاصل ہوئے، مثلاً غنیمت میں سے بھی آپ ﷺ کو خمس ملتا تھا، مالِ فیئ بھی ملتا تھا، مالِ صفی کا بھی آپ کو اختیار حاصل تھا اور بہت سے صحابہؓ نے بھی آپ ﷺ کے لئے درخت ان کے پھل سے فائدہ اٹھانے کیلئے متعین کر دئے تھے، اس لئے حضور ﷺ اگر چاہتے تو خوب راحت و آرام کی زندگی گزار سکتے تھے، لیکن سرورِ کونین امام الأنبیاء سیّدنا و مولانا محمّد مصطفٰی ﷺ نے شاہانہ زندگی پر فقر و فاقہ کو ترجیح دی، صحابۂ کرامؓ نے بھوک کی وجہ سے اگر ایک پتھر پیٹ پر باندھا تو حضور ﷺ نے دو دو پتھر پیٹ پر باندھے اور دُنیا میں ایسے زندگی گزاری، جیسے ایک مسافر راستے سے گزر رہا ہو اور تھوڑی دیر کیلئے ایک سایہ دار درخت کے نیچے ستا کر اپنی منزل کی طرف بڑھ جائے۔

یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان اموال میں کبھی اپنی ذات کو دوسروں پر ترجیح نہیں دی، بلکہ آپ ﷺ اپنے لئے بقدرِ ضرورت مال لینے کے بعد سارا کا سارا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ فرما دیتے تھے اور بھوک و تنگدستی کی زندگی پر قانع و شاکر

رہتے تھے، چنداحادیث ملاحظہ کیجیے:

(۱) ... عن أبی أُمامةؓ قال: قال رسول اللهﷺ: عرض علیّ ربی عزّو جلّ لیجعل لی بطحآء مکة ذهباً فقلتُ: لا رب و لٰکن أشبع یوماً و أجوع یوماً، فإذا جُعتُ تضرّعتُ إلیك و ذکرتُك و إذا شبعتُ حمدُتك و شکرتك۔" (ترمذی، حدیث نمبر ۲۳٤۷)

ترجمہ

''حضرت ابواُمامہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے رب نے میرے لئے پیشکش کی کہ (اگر میں چاہوں تو) وہ میرے لئے مکہ کی وادیِ بطحاء کو سونے کا بنادیں گے، لیکن میں نے کہا کہ نہیں میرے پروردگار (میں یہ نہیں چاہتا بلکہ) مجھے یہ بات پسند ہے کہ ایک دن کھاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں (تاکہ) جب بھوکا رہوں تو آپ کے سامنے اِلحاح وزاری کروں اور جب سیر ہوکر کھاؤں تو آپ کی حمد وثناء بیان کروں اور آپ کا شکر بجالاؤں۔''

(۲) ... "قال رسول اللهﷺ: ما یسُرُّنی أنّ لی أُحداً ذهباً أُنفقه فی سبیل الله أموت یوم أموت و عندی منه دینارٌ أو نصف دینار إلاّ أن أعدّه لغریم۔" (ترکة النبیﷺ لحماد بن إسحق، ص۷٦)

ترجمہ

''مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو جسے میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتا رہوں اور پھر مجھے اس حال میں موت آئے کہ میرے پاس اس میں سے ایک دینار یا آدھا دینار رکھا ہوا ہو (یعنی مجھے اس میں سے تھوڑا سا حصہ بھی اپنے پاس رکھنا پسند نہیں بلکہ میں یہ چاہوں گا کہ سارا کا سارا اللہ کے

راستے میں خرچ کردوں) ہاں! مگر وہ جو میں اپنے قرض خواہ کیلئے رکھوں۔"

(۳) ... عن عائشةؓ قالت: والذی ذهب بنفسه ما شبع ال محمّدﷺ ثلاثة أيام تباعاً من خبز البرّحتی قبض۔"

(أيضاً، ص ٦١)

ترجمہ

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس ذات کی قسم! جس نے محمدﷺ کو وفات دی ہے کہ آلِ محمد نے کبھی بھی تین دن مسلسل گندم کی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا یہاں تک کہ آپﷺ کی وفات ہوگئی۔"

مطلب یہ کہ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اموال کے دروازے کھول دیئے تھے اور کثرت سے غنیمتیں ملنے لگی تھیں لیکن حضورِ اکرمﷺ ساری زندگی اسی حدیث:

"کن فی الدنيا كأنك غريب أو عابر سبيل"

(دنیا میں ایسے رہو کہ گویا تم ایک مسافر ہو یا راہ سے گزرنے والے ہو)

کا عملی نمونہ بنے رہے، اللہ تعالیٰ ہمارے آقا و مولیٰﷺ پر کروڑ ہا رحمتیں اور درود و سلام نازل فرمائے۔ آمین

حضورِ اکرمﷺ کی معاشی زندگی کا مختصر سا خاکہ علماء کرامؒ کی بیان کردہ تفصیلات کی روشنی میں آپ کے سامنے آچکا ہے، آخر میں چند اور باتیں جن کا ذکر فائدے سے خالی نہیں ہے، بطورِ تتمہ بیان کی جاتی ہیں۔

حضورِ اکرمﷺ کی جائیداد

یہ عنوان ان لوگوں کے لئے ضرور اچنبھے اور حیرت کا باعث ہوگا جنہوں نے صرف حضورﷺ کے فقر و فاقہ کے واقعات پڑھ رکھے ہوں اور معاشی زندگی کی ان تفصیلات، جن کا مختصر تذکرہ ہجرت کے بعد کے معاشی حالات میں پچھلے صفحات میں آچکا ہے، اُن سے

ناواقف ہوں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ کی ملکیت میں بہت وسیع جائیداد تھی جن سے حاصل ہونے والی آمدنی یا پیداوار کا بہت تھوڑا سا حصہ آپ ﷺ بطور نان ونفقہ اپنے اہل وعیال پر خرچ فرمایا کرتے تھے اور فقر و فاقہ کی زندگی گزارتے تھے، اسلئے علماءِ کرام نے فرمایا کہ حضور ﷺ کا فقر ''اختیاری'' تھا ''اضطراری'' نہ تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی ملکیت میں تین قسم کی جائیداد تھی (یعنی ہمیں جن تین کے بارے میں تفصیلات ملی ہیں، ہم ان کا تذکرہ کریں گے)۔

امام بخاریؒ نے "بابُ فرض الخُمُس" میں ایک روایت نقل فرمائی ہے جس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے وصال کے وقت تین طرح کی جائیداد چھوڑی تھی، اس روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

"و کانت فاطمة تسأل أبابكرؓ نصيبها ممّا ترك رسول الله ﷺ من خيبر و فدك و صدقته بالمدينة" (بخاری، باب فرض الخمس)

ترجمہ

اور حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکرؓ سے ان املاک میں اپنا حصہ (میراث) کا مطالبہ کر رہی تھیں جو رسول اللہ ﷺ نے (بوقتِ وفات) چھوڑی تھیں، یعنی خیبر، فدک اور مدینہ کی املاک (جو آپ ﷺ کی وفات کے بعد صدقہ بن گئیں)۔

معلوم ہوا کہ حضورِ اکرم ﷺ نے دُنیا سے رحلت فرماتے وقت فدک، خیبر اور مدینہ کی جائیداد ترکہ میں چھوڑی تھی، ذیل میں ہر ایک کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے:

(۱) ... خیبر

خیبر فتح ہونے سے جو اراضی (زمینیں) مسلمانوں کو حاصل ہوئی تھیں ان میں سے نصف کو حضورِ اکرم ﷺ نے مجاہدین میں تقسیم فرمادیا تھا اور نصف کو اپنے لئے باقی رکھا تھا اور اپنے لئے باقی رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ صرف اپنی ملکیت اور تصرف میں رکھا تھا ورنہ

ازواجِ مطہرات کی ضروریات میں خرچ ہونے کے بعد اس کا اکثر حصہ تو مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے کاموں میں ہی خرچ کیا جاتا تھا:

"عن سهل بن أبي حثمة قال: قسم رسول الله ﷺ خيبر نصفين نصفاً لنوائبه و حاجته و نصفاً بين المسلمين قسمها بينهم على ثمانية عشر سهماً۔"

ترجمہ

سہل ابن ابی حثمہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر (کی زمینوں) کو دو برابر حصوں میں تقسیم کیا، نصف کو اپنی ضروریات اور حاجات کے لئے رکھا اور نصف کو مسلمانوں میں اٹھارہ سہام (حصوں) میں تقسیم کر دیا۔"

اور یہ نصف حصہ جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے پاس رکھا تھا، اس میں "الوطیح، الکتیبہ اور السلالم" کے علاقے اور ان کی ملحقہ زمینیں تھیں، سننِ ابی داؤد کی ایک اور روایت میں ہے:

"وعزل رسول الله ﷺ ثمانية عشر سهماً و هو الشطر لنوائبه و ما ينزل به من أمير المسلمين و كان ذٰلك الوطيح والكُتيبة و السلالم و توابعها۔" (باب ما جاء في حكم أرض خيبر)

ترجمہ

اور رسول اللہ ﷺ نے اٹھارہ سہام (حصے) جو کل زمینوں کا نصف تھے، اپنی ضروریات اور مسلمانوں سے متعلقہ معاملات کے لئے الگ کر لئے اور اس میں وطیح، کتیبہ، سلالم اور ان کی ملحقہ زمینیں شامل تھیں۔

یہاں یہ بات بھی مدنظر رکھنی چاہیے کہ خیبر کی زمینوں کو کل چھتیس حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا جس میں سے نصف کو حضور ﷺ نے اپنی ملکیت میں رکھا اور نصف کو مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا تھا اور جو نصف جائیداد (وطیح، کتیبہ، سلالم اور اس کی ملحقہ زمینیں)

حضور ﷺ کے پاس رہیں اس کی وسعت کا اندازہ اس روایت سے لگایا جا سکتا ہے کہ امام مالکؒ کے شاگرد فرماتے ہیں:

"قلتُ لمالك: و ما الكتيبة قال: أرض خيبرو هى أربعون ألف عذق۔" (أبو داؤد، باب ما جاء فى حكم أرض خيبر)

ترجمہ

میں نے امام مالک سے پوچھا کہ یہ "کُتیبة" کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ یہ خیبر کا ایک باغ ہے جس میں چالیس ہزار کھجور کے درخت تھے۔

جب صرف کتیبہ کا یہ حال ہے تو اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ پوری جائیداد کس قدر وسیع و عریض ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ کو ہر غنیمت میں خمس بھی ملتا تھا اور دیگر مجاہدین کی طرح سہم بھی ملتا تھا، چنانچہ یہاں بھی زمینیں تقسیم کرنے سے پہلے خمس نکالا گیا، وہ حصہ بھی رسول اللہ ﷺ کو ملا اور پھر زمینوں کا وہ نصف حصہ جو مجاہدین میں تقسیم کیا گیا تھا اس میں سے رسول اللہ ﷺ کو بحیثیت غازی حصہ ملا تھا، اور حضور ﷺ کا یہ حصہ "الشق" اور "النطاء ة" نامی قلعوں کے ساتھ ملی ہوئی زمینوں میں تھا:

"وعزل نصف الآخر فقسمه بين المسلمين الشق و النطاء ة و ما أجيز معها و كان سهم رسول الله ﷺ فيما أجيز معهما۔" (أبو داؤد، باب ما جاء فى حكم أرض خيبر)

ترجمہ

اور حضور ﷺ نے (خیبر کی زمینوں کا) نصف مسلمانوں (مجاہدین) میں تقسیم کر دیا جس میں "الشق" اور "النطاء ة" نامی قلعے اور ان کے ساتھ ملی ہوئی زمینیں تھیں اور رسول اللہ ﷺ کا سہم (حصہ) بھی ان قلعوں کے ساتھ ملحقہ زمینوں میں تھا۔

(۲) ... فدک

حضور ﷺ کے ترکہ میں فدک کی جائیداد کا حصہ بھی شامل تھا، فدک کے بارے میں تفصیل پیچھے گزر چکی ہے، البتہ ایک اقتباس کا نقل کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے، مولانا ابوالحسن ندویؒ لکھتے ہیں:

''فدک ایک آباد قصبہ اور حجاز کے بالائی حصہ میں دوسرے قصبات اور قریوں کی طرح ایک مستقل ریاست تھی، اس قصبہ کی آبادی یہود بنی مرہ اور بنی سعد بن بکر کے قبائل پر مشتمل تھی۔''

(نبی رحمت ص ۴۱۷)

معلوم ہوا کہ یہ آبادی بھی اچھی خاصی جائیداد تھی۔

(۳) ... صدقۃ بالمدینۃ (املاکِ مدینہ)

اس باب کے شروع میں جو روایت نقل کی گئی تھی کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے تین قسم کی جائیداد ''خیبر، فدک اور صدقۃ بالمدینۃ'' میں اپنا حصہ طلب کیا تھا، اس روایت میں صدقۃ بالمدینۃ کا مصداق کیا ہے؟ اس کی تشریح میں حافظ ابن حجرؒ نے دو روایتیں نقل کی ہیں۔

پہلی روایت میں اس بات کا ذکر ہے کہ اس سے مراد بنو نضیر سے حاصل ہونے والے باغات ہیں جو حضورِ اکرم ﷺ کو بطور مالِ فیئ کے ملے تھے:

''و أمّا صدقتهُ بالمدينة فروىٰ أبو داؤد من طريق معمر عن الزهری عن عبد الرحمن بن كعب بن مالك عن رجل من أصحاب النبی ﷺ فذكر قصة بنی النضير فقال فی آخره: و كانت نخل بنی النضير لرسول اللّٰه ﷺ خاصةً أعطاها إيّاه فقال: ما أفآء اللّٰه علىٰ رسوله منهم ..الآية، قال: فأعطىٰ أكثرها للمهاجرين و بقی منها صدقة رسول

الله ﷺ التی فی أیدی بنی فاطمة۔"(فتح الباری، ج٦، ص ٣٤٩،باب فرض الخمس،قدیمی)

ترجمہ

اور جہاں تک مدینہ منورہ کی ان املاک کا تعلق ہے جو حضور ﷺ کی وفات کے بعد صدقہ بن گئی تھیں تو ان کے بارے میں امام ابوداوُدؒ نے ایک صحابیِ رسول کی روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بنونضیر کا قصہ ذکر فرمایا اور اس کے آخر میں یہ فرمایا کہ ''بنونضیر کے باغات خالصۃً رسول اللہ ﷺ کیلئے تھے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے تھے، چنانچہ اللہ نے (ان اموالِ بنی نضیر کے بارے میں) فرمایا" و ما أفآء الله علٰی رسولہٖ منھم... '' پھر صحابی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ان املاک کا اکثر حصہ مہاجرین کو عطا فرمایا اور جو باقی بچا وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے صدقہ بن گیا جو اب بنو فاطمہ کے ہاتھ میں ہے۔''

اموالِ بنونضیر کے بارے میں تفصیل بھی پیچھے مالِ فیئ کی بحث میں گزر چکی ہے، اور دوسری روایت جو حافظ ابنِ حجرؒ نے نقل فرمائی ہے اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ "صدقة بالمدینة " میں وہ زمینیں (قلعے) بھی داخل ہیں جو "مخیریق" نامی شخص نے آپ ﷺ کو ہبہ کی تھیں:

"عن الزهری قال: کانت صدقة النّبی ﷺ بالمدینة أموالا لمخیریق بالمعجمة والقاف مصغر و کان یهودیاً من بقایا بنی قینقاع نازلاً ببنی النضیر فشهد أحدا فقتل به فقال النّبی ﷺ مخیریق سابق یهود و أوصی مخیریق بأموالہٖ للنّبی ﷺ ۔"(فتح الباری، بحواله بالا)

ترجمہ

''امام زُہریؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا صدقہ مخیریق کے اموال

تھے، یہ ایک یہودی تھا جس کا تعلق بنوقینقاع (کی جلاوطنی) سے باقی رہنے والوں سے تھا اور یہ (مدینہ ہی میں) بنونضیر میں آکر رہنے لگا تھا پھر یہ غزوۂ اُحد میں شریک ہوا اور اسی میں قتل کیا گیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مخیریق یہودیوں سے سبقت لے گیا، اور مخیریق نے حضور ﷺ کے لئے اپنے اموال کی وصیت کی تھی۔"

حافظ ابنِ حجرؒ نے ایک اور روایت بھی نقل کی ہے جس میں مخیریق کے اموال سے متعلق مزید بحث کی ہے:

"عن عبد اللّٰه بن كعب قال: قال مخيريق: إن أصبت فأموالي لمحمّد ﷺ يضعها حيث أراه اللّٰه فهي عامّة صدقة رسول اللّٰه ﷺ قال: و كانت أموال مخيريق في بني النضير۔" (فتح الباری، بحوالہ بالا، ص ۲۵۰)

ترجمہ

"حضرت عبداللہ بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ مخیریق نے یہ وصیت کی تھی کہ اگر میں مارا جاؤں تو میرے اموال محمد (ﷺ) کے ہوں گے وہ انہیں اللہ کی منشاء کے مطابق جہاں چاہیں خرچ کریں، پس یہ اموال عامّة المسلمين کے لئے رسول اللہ ﷺ کا صدقہ ہوگئے، راوی فرماتے ہیں کہ مخیریق کے اموال بنونضیر (کے علاقہ) میں تھے۔"

مخیریق نے رسول اللہ ﷺ کیلئے جن اموال کی وصیت کی تھی وہ سات باغات تھے:

"و كان أوصى بأمواله للنبي ﷺ و هي سبع حوائط، المثيب والصائفة و الدلال و حسنٰى برقة و الأغواف و

مشربة أمّ إبراهيم۔"

(الإصابة، ج٦، ص ٤٦، تحت مخيريق النضرى الإسرائيلى)

ترجمہ

مخیرّیق نے نبی کریم ﷺ کے لئے اپنے اموال کی وصیت کی تھی اور وہ سات باغات تھے:

(۱) ... المثيب (۲) ... الصائفة

(۳) ... الدلال (۴) ... حسنىٰ

(۵) ... برقه (۶) ... الاغواف

(۷) ... مشربة إبراهيم۔

مخیریق غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کی طرف سے شریک ہوا تھا لیکن اس کے اسلام میں اختلاف ہے، اس کے بارے میں حماد بن اسحاقؒ نے "تركة النبى" میں فرمایا ہے "ولم يسلم" (کہ وہ اسلام نہیں لایا تھا) اور "جامع الآثار" میں ایک روایت نقل کی گئی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں "ولم يصلّ عليه" (کہ اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی)، لیکن حافظ ابن حجرؒ نے "الإصابة" میں لکھا ہے کہ "ذكر الواقدى أنه أسلم و استشهد بأحد" (کہ واقدی سے یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ وہ مسلمان ہوا تھا اور غزوۂ اُحد میں ان کو شہادت ملی تھی۔) والله أعلم

حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کئے جانیوالے ہدایا

صحابۂ کرامؓ کو حضورِ اکرم ﷺ سے ایسی محبت تھی جس کی نظیر پیش کرنے سے دُنیا عاجز ہے، صحابۂ کرام حضور ﷺ کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اور ہر وقت حضورِ اکرم ﷺ کی رضامندی اور خوشی کی تلاش میں لگے رہتے تھے اور اس سلسلہ میں خدمتِ اقدس میں کثرت سے ہدیے اور تحفے بھی پیش کرتے رہتے تھے، یہ ہدیے مختلف

اشیاء کی شکل میں بھی ہوتے تھے اور کھانے پینے کی اشیاء کی صورت میں بھی ہوتے تھے، صحابۂ کرامؓ کھانے پینے کا سامان تیار کر کے حضور ﷺ کے گھر بھجوا دیتے تھے جسے حضور ﷺ اور آپ کے گھر والے تناول فرمالیتے تھے۔

حضورِ اکرم ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضراتِ انصار حضور ﷺ کے گھروں میں کھانے پینے کی چیزیں بطور ہدیہ پہنچانے لگے اور چونکہ ہر ایک کی خواہش ہوتی تھی کہ حضور ﷺ اور حضور ﷺ کے گھر والے ہمارا کھانا تناول فرمائیں، اس لئے انہوں نے آپس میں باریاں مقرر کر لی تھیں، تاکہ حضور اکرم ﷺ کی خوشنودی جیسی عظیم الشان نعمت سے ہر کوئی فیضیاب ہو سکے، چنانچہ یہ حدیث ملاحظہ ہو:

"عن محمد بن حمزة بن عمرو الأسلمی عن أبیه قال: کان طعام رسول اللّٰه ﷺ یدور علی أصحابه علی هذا اللیلة و علی هذا لیلة... الخ (جامع الآثار، ج ۵، ص ۳۴۳، هدایا الأنصار إلی النبی ﷺ)

ترجمہ

حضرت محمد بن حمزہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے کھانے (کے سلسلہ) میں آپ ﷺ کے (مختلف) صحابہؓ کی باریاں آتی رہتی تھیں ایک رات ایک کی باری تو ایک رات دوسرے کی۔

پھر انصار میں سے جو حضرات ہدیے پیش کرنے میں آگے رہتے تھے، وہ حضرت سعد بن عبادہ، سعد بن معاذ، عمارۃ بن حزم اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم تھے:

"عن أمِّ سلمةؓ قالت: کانت الأنصار الذین یکثرون إلطاف رسول اللّٰه ﷺ سعد بن عبادة، و سعد بن معاذ، و عمارة

ابن حزم و أبو أيوب، و ذلك لقرب جوارهم من رسول الله ﷺ و كان لا يمرّ يوم الا و لبعضهم هدية تدورُ مع النبی ﷺ حيث دار و جفنة سعد بن عبادة تدور حيث دار لا يغبها كلّ ليلة۔" (بحوالہ بالا)

ترجمہ

"حضرت امّ سلمہؓ فرماتی ہیں کہ انصار میں سے جو حضرات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بہت لطف و کرم کا معاملہ فرمایا کرتے تھے، وہ سعد بن عبادہ، سعد بن معاذ، عمارۃ بن حزم اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ حضرات حضور ﷺ کے پڑوس میں رہتے تھے اور کوئی دن ایسا نہ گزرتا تھا جس میں ان میں سے کسی ایک کی طرف سے حضور ﷺ کے پاس اس (زوجہ محترمہ کے) گھر میں جس میں حضور ﷺ تشریف فرما ہوتے تھے، کوئی ہدیہ نہ جاتا ہو اور حضرت سعد بن عبادہؓ کا برتن تو بلا ناغہ حضور ﷺ کے پاس بھیجا جاتا تھا۔"

ایک اور روایت میں مزید تفصیل موجود ہے:

"حدّثنا سعيد بن محمّد بن زيد سألت عمارة بن غزيةؒ و عمرو بن يحيٰی عن جفنة سعد بن عبادةؓ فقالا: كانت مرّةً بلحم و مرّةً بسمُن و مرّة بلبن يبعث بها إلی النّبی ﷺ كلما دار دارات معهُ الجفنة" (بحوالۂ بالا، ص ۳٤٤)

ترجمہ

"حضرت سعید بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عمارہ بن غزیہؒ اور عمرو بن یحییٰؒ سے حضرت سعد بن معاذؓ کے برتن کے بارے میں پوچھا (کہ اس میں کیا ہوتا

تھا؟) تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت سعد بن عبادہؓ کبھی گوشت، کبھی، گھی اور کبھی دودھ نبی کریم ﷺ کے ہاں بھجوایا کرتے تھے، جب بھی حضور کسی زوجہ محترمہ کے پاس تشریف لے جاتے وہ برتن بھی وہاں بھجوا دیا جاتا۔"

حضرت سعد بن عبادہؓ کی سخاوت اور محبت کا ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمایئے:

"عن سعد بن عبادةؓ : أنه أتى النبى ﷺ بصحفة أو جفنة مملوءة مخّا فقال: يا أبا ثابت! ما هذا؟ فقال: والذى بعثك بالحق لقد نحرت أو ذبحت أربعين ذات كبد، فأحببت أن أشبعك من المخّ قال: فأكل و دعا لهٗ النبى ﷺ بخير." (بحواله بالا)

ترجمہ

"حضرت سعد بن عبادہؓ سے روایت ہے کہ (ایک دفعہ) وہ نبی کریم ﷺ کے پاس مغز سے بھرا ہوا برتن لے کر حاضر ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے ابو ثابت! یہ کیا ہے؟ عرض کیا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر مبعوث کیا ہے، میں نے چالیس چوپائے ذبح کئے تھے، اس لئے میرا دل چاہ رہا تھا کہ آپ کو پیٹ بھر مغز کھلاؤں، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے تناول فرمایا اور ان کے لئے خیر کی دعا فرمائی۔"

حضور ﷺ کے دولت کدے پر ہدایا بھجوانے کے معاملے میں عورتیں بھی مردوں سے پیچھے نہ تھیں اور پیچھے رہتی بھی تو کیوں؟ جب ایک معمولی عمل کرنے سے حضور ﷺ کی محبت مل سکتی تھی تو اس نعمت سے اپنی جھولیاں کیوں نہ بھرتیں:

"عن ابن عباسؓ قال: أهدت أمّ حفيدؓ خالةُ ابن عباس إلى النبى ﷺ أقِطاً و سمناً و ضُبًّا فأكل النبى ﷺ من الأقط

و السمن و ترك الضب تقذّراً...الخ(بخاری، کتابُ الهبة و فضلها و التحريض عليها/ باب قبول الهدية)

ترجمہ

''حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ان کی خالہ امّ حفیدؓ نے حضور ﷺ کے ہاں پنیر، گھی اور گوہ (ایک جانور ہے جس کی حلت وحرمت میں علماء کا اختلاف ہے) کا ہدیہ بھیجا، حضور ﷺ نے گھی اور پنیر میں سے کھایا اور گوہ کو ناپسندیدہ سمجھتے ہوئے چھوڑ دیا۔''

حضورِ اکرم ﷺ کے گھروں میں بسا اوقات فاقہ کی حالت ہوتی تھی اور کھانے کی کوئی چیز موجود نہیں ہوتی تھی، اس وقت صحابۂ کرامؓ کے بھیجے ہوئے ہدایا سے حضور ﷺ کے اہل وعیال کھانے پینے کی ضروریات پوری کیا کرتے تھے:

”عن عروة، عن عائشة، أنها كانت تقول: والله يا ابن أختي إن كنا لننظر إلى الهلال، ثم الهلال، ثم الهلال، ثلاثة أهلة في شهرين، وما أوقد في أبيات رسول الله ﷺ نار، قال: قلت:يا خالة فما كان يعيشكم؟ قالت: الأسودان التمر والماء ، إلا أنه قد كان لرسول الله ﷺ جيران من الأنصار، و كانت لهم منائح، فكانوا يرسلون إلى رسول الله ﷺ من ألبانها، فيسقيناه“

ترجمہ

''حضرت عروہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ اے میرے بھانجے! ہم دو ماہ گزرنے کے بعد تیسرے مہینے کا چاند بھی دیکھ لیتے تھے لیکن (اس دوران) رسولِ کریم ﷺ کے گھروں میں چولہا نہ جلتا تھا، حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے

عرض کیا کہ اے خالہ! پھر آپ لوگ کیا کھا کر زندگی گزارتے تھے؟ تو حضرت عائشہؓ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ کھجور اور پانی، ہاں انصار کے کچھ حضرات حضور ﷺ کے پڑوسی تھے اور ان کے پاس عاریت پر دی جانے والی کچھ اُونٹنیاں تھیں وہ لوگ ان کا دُودھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھجوایا کرتے تھے اور آپ ﷺ وہ ہمیں پلایا کرتے تھے۔"

ویسے تو صحابۂ کرامؓ کی یہ عادت تھی کہ رسول اللہ ﷺ جس زوجہ محترمہ کے مکان پر بھی ہوتے صحابۂ کرامؓ ہدیے بھجواتے رہتے تھے، لیکن جس دن حضرت عائشہؓ کی باری ہوتی، اس دن خاص طور پر بہت کثرت سے حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں ہدیے پیش کئے جاتے تھے۔

"عن هشام عن أبيه عن عائشة: إنّ الناس كانوا يتحرّون بهداياهم يوم عائشة يبتغون بذالك مرضاة رسول الله ﷺ" (مسلم، باب فضائل عائشة أمّ المؤمنينؓ)

ترجمہ

"حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ لوگ اپنے ہدیے بھجوانے کیلئے حضرت عائشہؓ کے دن کا انتظار کیا کرتے تھے اور اسکے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی رضامندی تلاش کیا کرتے تھے۔"

حضرت عائشہؓ کے دن ہدایا کی کثرت اس وجہ سے ہوا کرتی تھی کہ حضور ﷺ کو اپنی ازواجِ مطہرات میں سب سے زیادہ محبت حضرت عائشہؓ سے تھی، اس لئے صحابۂ کرامؓ اس دن خاص طور پر ہدیے پیش کیا کرتے تھے، تاکہ رسول اللہ ﷺ کی خوشی اور مسرّت میں مزید اضافہ ہو۔

حضور ﷺ کے مالی وعدے

یہاں سے حضور ﷺ کے وہ مالی وعدے ذکر کئے جائیں گے جو حضور ﷺ نے مختلف لوگوں سے کئے تھے لیکن آپ ﷺ زندگی میں انہیں پورا کرنے کا موقع نہ آسکا اور بعد میں خلیفۂ اوّل سیدنا صدیقِ اکبرؓ نے ان کو پورا فرمایا۔

روایات میں آتا ہے کہ وفات کے وقت حضور ﷺ پر جو قرض تھا وہ حضرت علیؓ نے ادا کیا اور آپ ﷺ نے لوگوں سے جو وعدے فرمائے تھے وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پورے کئے:

"عن جابرؓ قال: قضی علیٌّ ابن أبی طالبؓ دینَ رسول اللّٰه ﷺ و قضی أبو بکرؓ عداته" (جامع الآثار، ج۷، ص ۳۶۶)

ترجمہ

"حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے حضور ﷺ کا دَین (قرض) ادا کیا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپ ﷺ کے وعدوں کو پورا فرمایا۔"

اور ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں:

"فلم یدع أبوبکرؓ لرسول اللّٰه ﷺ وایاً ولا وعداً إلا أنفذہٗ" (أیضاً، ص ۳۶۵)

ترجمہ

"حضرت ابوبکر نے حضور ﷺ کا کوئی وعدہ ایسا نہ چھوڑا جسے پورا نہ کیا ہو"

وہ وعدے جو حضور ﷺ نے فرمائے تھے اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ ان کو پورا کیا تھا، وہ درج ذیل ہیں:

(۱) ..."و قد صدّق أبوبکرؓ جابر بن عبداللّٰه فیما وعده رسول اللّٰه ﷺ من مال البحرین فقال: لو أتانی مال البحرین لقد

حثوت لك كذا و كذا، فلما جاء أبابكر مال البحرين أمر جابراً أن يحثو واحدةً ففعل و قال له: عُدّها فأعطاه مرّتين مثلها۔ "(جامع الآثار، ج۷، ص ۳۶۳)

ترجمہ

''حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وہ وعدہ پورا فرمایا جو حضور ﷺ نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے فرمایا تھا کہ اگر میرے پاس بحرین سے مال آیا تو میں تمہیں اتنا اتنا دوں گا، چنانچہ جب ابوبکر صدیقؓ کے (دور میں ان کے) پاس جب بحرین کا مال آیا انہوں نے حضرت جابرؓ کو حکم فرمایا کہ اس میں سے ایک لپ بھر کر لے لو جب انہوں نے لے لیا تو حکم فرمایا کہ گن لو اور پھر اس سے دوگنا مال اور دیا۔''

(۲) ... "عن أبی جحيفةؓ قال: رأيتُ رسول اللّٰہ ﷺ أبيض قد شاب و كان الحسن بن عليؓ يشبهه و أمر لنا بثلاثة عشر قلوصاً فذهبنا نقبضها فأتى موتهٗ فلم يعطونا شيئاً فلمّا قام أبوبكرؓ قال: من كانت له عند رسول اللّٰہ ﷺ عدة فليجیء فقمت إليه فأخبرته فأمر لنا بها۔"(أيضاً ص ۳۶۵)

ترجمہ

''حضرت ابوجحیفہؓ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اس حال میں کہ آپ ﷺ کا رنگ سفید تھا اور آپ ﷺ جوان تھے اور حسن بن علیؓ آپ ﷺ سے مشابہت رکھتے ہیں، حضور اکرم ﷺ نے ہمارے لئے تیرہ (۱۳) اُونٹنیوں کا حکم فرمایا تھا اور جب ہم انہیں لینے آئے تو حضور ﷺ کا انتقال ہو چکا تھا چنانچہ لوگوں نے ہمیں کچھ بھی نہ دیا، پھر جب ابوبکر صدیقؓ خلیفہ بنے تو انہوں نے اعلان فرمایا کہ جس کسی سے رسول اللہ ﷺ نے کوئی وعدہ فرمایا ہو، وہ آجائے، میں نے کھڑے ہو کر انکو وہ بات بتائی تو انہوں نے ہمارے لئے ان

اُونٹنیوں کا حکم جاری فرمایا"

(۳) ... "عن أبی سعید الخدریؓ قال: سمعت منادی أبابکرؓ ینادی بالمدینة حین قدم علیه مال البحرین من کانت له عدة عند رسول الله فلیأت، فیأتیه رجالٌ فیُعطیهم فجاء أبو بشیر المازنی فقال: إنّ رسول الله ﷺ قال لی: "یا أبا بشیر! إذا جاء نا شیء فاتنا" فأعطاه أبوبکر حفنتین أو ثلاثة فوجدها ألفاً و أربعمائة۔" (أیضاً، ص ۳۶۶)

ترجمہ

"حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس بحرین سے مال آیا تو میں نے ان کے منادی (اعلان کرنے والے) کو یہ اعلان کرتے ہوئے سنا کہ جس کسی سے حضور ﷺ نے کوئی وعدہ کیا ہو، وہ آ جائے، پس ان کے پاس لوگ آتے تھے اور وہ ان کو عطا فرماتے تھے، پس ابوبشیر مازنی آئے اور کہا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب ہمارے پاس کچھ (مال) آئے تو آ جانا، چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو دو یا تین لپ بھر کر دیئے اور جب انہوں نے وہ گنے تو وہ چودہ سو (۱۴۰۰) تھے۔"

حضورِ اکرم ﷺ کی میراث کا مسئلہ

حضورِ اکرم ﷺ کے ترکہ میں جو مال تھا وہ آپ ﷺ کے وارثوں میں تقسیم ہو گا یا نہیں؟ اس مسئلہ میں علماءِ اہلِ سنّت والجماعت کا اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کا چھوڑا ہوا مال آپ ﷺ کے وارثوں میں تقسیم نہیں ہو گا بلکہ وہ سارا کا سارا صدقہ ہو گا، حدیث پاک میں ہے:

"عن عائشةؓ أنّ رسول الله ﷺ قال: لا نورث ما ترکنا فهو صدقة" (ترمذی، باب ما جاء فی میراث رسول الله ﷺ)

ترجمہ

''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا (یعنی انبیاء) کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔''

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ صدقہ سے مراد یہ ہے کہ صدقات کے مواقع میں خرچ کیا جائے گا اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ صدقہ سے مراد صدقۂ محبوسہ یعنی وقف ہے اور رسول اللہ ﷺ کے چھوڑے ہوئے مال کو وقف میں خرچ کیا جائے گا، واللہ أعلم۔

ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اس میں سے آپ ﷺ کے اہل وعیال پر ایسے ہی خرچ کیا جائے گا جس طرح آپ ﷺ کی زندگی میں ان پر خرچ کیا جاتا تھا، بعض روایتوں میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ ''میرے اہل وعیال کا نفقہ نکالنے کے بعد جو کچھ بچے گا وہ صدقہ ہے'' اور جب حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے حضور ﷺ کے چھوڑے ہوئے مال میں سے میراث کا مطالبہ کیا تو انہوں نے جواب میں وہی حدیث سنائی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، اور پھر حضرت ابوبکرؓ نے ارشاد فرمایا:

> ''و لكنّي أعُول من كان رسول الله ﷺ يعوله و أنفق على من كان رسول الله ﷺ ينفق عليه'' (ترمذی، باب ما جاء فی میراث رسول الله ﷺ)

ترجمہ

''لیکن رسول اللہ ﷺ جن کے معاش کی کفالت فرماتے تھے میں بھی ان کے معاش کی کفالت کروں گا اور حضورِ اکرم ﷺ جن پر خرچ کیا کرتے تھے میں بھی ان پر خرچ کروں گا۔''

اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل فرمائے حضرت ابوبکر صدیقؓ پر کہ جنہوں نے تا دمِ مرگ

اس وعدہ کو نبھایا، اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل فرمائے حضرت عمر فاروقؓ پر کہ جنھوں نے اس وعدہ کی لاج رکھی، اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل فرمائے حضرت عثمان غنیؓ پر کہ جو اس وعدہ کو پورا کرنے میں سچے ثابت ہوئے، اور اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل فرمائے حضرت علیؓ پر جو اس سلسلہ میں اپنے پیشرؤوں کے نقش قدم پر چلے۔ (آمین)

خلاصۂ کلام

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبیِ کریم ﷺ کی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس پر توکّل واعتماد کا اعلیٰ نمونہ تھی اور چونکہ توکّل کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی جائز معاملہ میں اپنی وسعت کے مطابق اعتدال کے ساتھ اس کے ظاہری جائز اسباب اختیار کئے جائیں اور بھروسہ اللہ تعالیٰ پر کیا جائے نہ کہ اسباب پر اور نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے، اس لئے نبیِ کریم ﷺ نے بھی ذرائعِ معاش کو اسباب کے درجہ میں اختیار فرمایا، چنانچہ آپ ﷺ نے رزقِ حلال کمانے کیلئے بکریاں بھی چرائیں اور تجارت بھی فرمائی۔

چنانچہ خلاصہ کے طور پر حضور ﷺ کے ذرائعِ معاش بنیادی طور پر تین طرح کے تھے:

(۱) ... جیسا کہ اُوپر تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے نبوت ملنے سے پہلے رزقِ حلال کمانے کی کوشش فرمائی، تجارت کی صورت میں بھی اور بکریاں چرانے کی صورت میں بھی۔

(۲) ... ہجرت کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے مالِ غنیمت، مالِ فیئ اور صفی کا انتظام فرمایا جس سے آپ ﷺ اپنے اہل وعیال کی کفالت فرماتے تھے۔

(۳) ... ایک صورت یہ تھی کہ آپ ﷺ کے جانثار صحابہؓ آپ ﷺ کی خدمت میں ہدیے پیش کیا کرتے تھے جو آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے گھر والے استعمال فرماتے تھے۔

حضور ﷺ کی معاشی زندگی سے تین سبق

(۱) ... حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے معاشی پہلو پر نظر ڈالنے سے ہمیں ایک سبق ملتا ہے کہ آج کل جو یہ خیال لوگوں کے ذہن میں راسخ ہوتا جارہا ہے کہ جو شخص دُنیا کے کاموں مثلاً تجارت اور زراعت وغیرہ میں مصروف ہوتا ہے، وہ یہ کہتا ہے کہ ان بکھیڑوں میں پڑنے کے بعد ہم دین پر عمل کرنے کیلئے وقت کہاں سے لائیں؟ اور جو شخص دین کے کاموں میں مشغول ہوتا ہے وہ رزقِ حلال کمانے کے جائز ذرائع اختیار کرنے میں بھی ذلّت اور عار محسوس کرتا ہے، حضورِ اکرم ﷺ کی معاشی زندگی کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ خیال اور یہ طرزِ عمل درست نہیں ہے، اس لئے کہ حضور ﷺ نے تجارت کرنے کیساتھ ساتھ دین پر بھی عمل کر کے دکھایا اور دین پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ جائز ذرائعِ معاش اختیار کرنے میں بھی کوئی عیب نہیں سمجھا۔

(۳) ... آپ ﷺ کی معاشی زندگی میں ہمارے لئے دوسرا سبق یہ ہے کہ اپنی دولت صرف اپنی ذات ہی پر خرچ نہیں کرنی چاہیے، بلکہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور فقراء و مساکین پر بھی صرف کرنی چاہیے، چنانچہ حضور ﷺ اپنے مال کا اکثر حصہ مسلمانوں پر خرچ فرماتے تھے اور خود فقر و فاقہ کی زندگی گزارتے تھے۔

(۳) ... حضور ﷺ کی معاشی زندگی سے تیسرا سبق یہ حاصل ہوتا ہے کہ انسان کو دوسروں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے اور دوسروں کا دستِ نگر بن کر رہنے سے اجتناب کرنا چاہیے اور اپنے ہاتھ سے رزقِ حلال کمانے کی کوشش کرنی چاہیے، اگرچہ اس کیلئے بظاہر کوئی معمولی سا پیشہ ہی کیوں نہ اختیار کرنا پڑے، حضور ﷺ نے اپنے چچا کی کمزور مالی حالت دیکھی تو بکریاں چرا کر رزقِ حلال کمانے کی کوشش فرمائی اور اپنے چچا کا ہاتھ بٹایا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضور ﷺ کے اُسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا

فرمائے۔ (آمین)

حضورِ اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے ایک خاص پہلو سے متعلق یہ چند سطریں آج ۹ رمحرم الحرام ۱۴۳۴ھ بعد نمازِ عصر جامعہ دارالعلوم کراچی کی پرنُور فضاؤں میں اپنے اختتام کو پہنچیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

و آخر دعوانا أن الحمدللّٰه ربّ العٰلمين

درود و سلام
کے
فضائل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دُرودشریف کثرت سے پڑھنے کی برکت

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں تھے، وہ ہمارے بزرگوں میں سے ہیں۔ جب ان کا انتقال ہوا تو ایک مہینے تک ان کے کمرے سے مشک وعنبر کی خوشبو آتی تھی تو کسی نے جا کر یہ کیفیت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی، تو حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ یہ دُرودشریف پڑھنے کی برکت ہے۔ کیونکہ حضرت مولانا فیض الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر جمعرات کو ساری رات جاگ کر دُرودشریف پڑھا کرتے تھے۔ اس لئے ان کے وصال کے بعد ایک مہینے تک ان کے کمرے سے مشک وعنبر کی خوشبو آتی رہی۔ (زادالسعید)

درُودوسلام کے فضائل

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً، أَمَّا بَعْد!

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً (الاحزاب:٥٦)

ترجمہ

’’بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر پر، اے ایمان والو! تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔‘‘ (بیان القرآن)

میرے قابلِ احترام بزرگو اور محترم خواتین!

دو مقبول عمل

اس وقت میں آپ کے سامنے قرآن کریم کی اس آیت اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد ارشادات کی روشنی میں درُود وسلام کے خاص خاص فضائل اور ضروری احکام ان شاء اللہ تعالیٰ بیان کروں گا اور اس کے ساتھ ایک دوسری عبادت اتباعِ سنت

کا بھی مختصر ذکر کروں گا؛ کیونکہ یہ دُرودوسلام سے بھی زیادہ اہم اور ضروری ہے۔

اس موضوع کو میں نے اس لئے منتخب کیا ہے کہ اللہ جل شانہ نے جو عبادتیں مقرر فرمائی ہیں، ان میں سے بعض عبادتیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہیں، وہ چاہیں تو اپنے فضل وکرم سے قبول فرمائیں، چاہیں قبول نہ فرمائیں اور بعض عبادتیں ایسی ہیں کہ اللہ جل شانہ نے انہیں اپنے فضل وکرم سے قبول کرلیا ہے، اب جب بھی ان عبادتوں کو انجام دیا جائے گا تو وہ قبول کرلی جائیں گی۔ دُرودوسلام اور اتباع سنت بھی انہیں عبادتوں میں سے ہیں جو ہر حال میں مقبول ہیں اور جو عبادتیں مقبول ہوں وہ خاص الخاص ہوتی ہیں۔ اللہ کرے ان دونوں عبادتوں کی اہمیت ہمارے دل میں بیٹھ جائے اور یہ عبادتیں ہمارے عمل میں آجائیں تاکہ ہم زندگی بھر اس پر عمل پیرا رہیں۔ آمین۔

اتباعِ سنت اور دُرود شریف کی مشترک فضیلت

اتباعِ سنت اور دُرود شریف کی ایک مشترک فضیلت یہ ہے کہ قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ نزدیک وہ شخص ہوگا جو زیادہ سے زیادہ سنتوں پر عمل کرنے والا اور زیادہ سے زیادہ دُرود شریف پڑھنے والا ہوگا۔ اب یہ اپنی اپنی مرضی ہے کہ جو جتنا چاہے دُرود شریف پڑھے اور جتنا چاہے سنتوں پر عمل کرے جو کم دُرود شریف پڑھے گا اور سنتوں پر کم عمل کرے گا وہ قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہوگا اور جو زیادہ سے زیادہ دُرود شریف پڑھے گا اور سنتوں پر عمل کرے گا وہ قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہوگا۔ چنانچہ متقی لوگوں کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الْمُتَّقُوْنَ مَنْ كَانُوْا وَحَيْثُ كَانُوْا (مشکوٰۃ)

ترجمہ

''بلاشبہ قیامت کے روز سب سے زیادہ میرے نزدیک متقی لوگ ہونگے، خواہ وہ

کوئی ہوں، کہیں کے ہوں۔''

اسی طرح کثرت سے درُود شریف پڑھنے والوں کے متعلق بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی ارشاد فرمایا:

إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِي يَوْمَ الْقِيٰمَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً (مشکوٰۃ)

ترجمہ

''بلاشبہ قیامت کے روز سب سے زیادہ میرے نزدیک وہ لوگ ہونگے جو کثرت سے مجھ پر درُود پڑھتے ہونگے۔''

آخرت میں جو قیامت کا دن آنے والا ہے وہ انتہائی ہولناک اور خوفناک دن ہے۔ ہم اس کی خوفناکی، اس کی دہشت اور اس کی وحشت کا اندازہ نہیں کر سکتے لیکن وہ دن برحق ہے، اس دن وہ شخص انتہائی عافیت اور سکون میں ہوگا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوگا۔ اگر یہاں اس دنیا میں ہم ان دو عبادتوں کو اپنے عمل میں لے لیں تو ہمارا آخرت کا بہت بڑا مسئلہ حل ہو جائے گا؛ کیونکہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگا وہ بے خوف وخطر ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی عام رحمتیں بھی ہیں اور خاص رحمتیں بھی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے انتہائی مقبول اور برگزیدہ بندے ہیں۔ لہٰذا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگا وہ آرام اور راحت ہی راحت میں رہے گا۔ اور خدانخواستہ جو اپنی بے عملی کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہوگا وہ اس دن کی خوفناکی سے دوچار ہو سکتا ہے۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم یہاں اس دنیا کی زندگی میں رہ کر ان دو عبادتوں کو اپنا معمول بنالیں۔

زندگی میں ایک مرتبہ درُود پڑھنا فرض ہے

جو آیت میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اس میں درُود وسلام کا حکم ہے لیکن اس آیت کی وجہ سے ہر مسلمان مرد وعورت پر ساری زندگی میں ایک مرتبہ درُود وسلام پڑھنا فرض ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب اس آیت کو پڑھا جائے تو پڑھنے کے فوراً

بعد، پڑھنے او سننے والوں پر دُرود وسلام پڑھنا واجب ہوجاتا ہے، یہ صحیح نہیں ہے۔ اس آیت کے پڑھنے کے فوراً بعد پڑھنے اور سننے والوں پر دُرود وسلام واجب نہیں ہوتا بلکہ صحیح مسئلہ یہ ہے کہ اس آیت کی رو سے زندگی میں ایک مرتبہ دُرود شریف پڑھنا فرض ہے۔

مجلس میں پہلی مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پڑھنے یا سننے پر دُرود پڑھنا واجب ہے

اس کے بعد جس مجلس اور محفل میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی پڑھیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی سنیں، چاہے کتاب میں پڑھیں، چاہے تقریر یا تعلیم میں سنیں اور چاہے نعت میں سنیں، اس کو سنتے ہی سب سننے والوں پر ایک مرتبہ دُرود شریف پڑھنا واجب ہوجاتا ہے، اور ایک مرتبہ سے زیادہ دُرود شریف پڑھنا مستحب ہے اور مستحب بھی کرنے کا عمل ہوتا ہے اور اس کا بھی معمول بنانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ تو دُرود شریف پڑھنے کے درجے ہیں، لیکن ایک صاحبِ ایمان کو چاہئے کہ وہ اپنی زبان کو ہر وقت دُرود شریف سے تر رکھے، اگر سو مرتبہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ مبارک لیا جائے تو سو مرتبہ ہی دُرود شریف پڑھنا چاہئے۔

سب سے زیادہ دُرود شریف پڑھنے اور لکھنے والے

سب سے زیادہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینے اور لکھنے والے حضراتِ محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں؛ کیونکہ وہ کتابوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں لکھتے ہیں اور عربی کی جو خاص حدیث کی کتابیں ہیں جیسے بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، ابوداؤد شریف وغیرہ، ان سب کتابوں میں بعض مرتبہ ہر سطر میں ایک ایک، دو دو مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آجاتا ہے اور کبھی دو تین سطروں کے بعد بھی نہیں آتا لیکن کوئی صفحہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے خالی نہیں ہوتا۔ ان کا کمال یہ ہے کہ وہ ہر مرتبہ پورا دُرود شریف لکھتے ہیں، وہ دُرود شریف لکھنے میں ذرا بھی کنجوسی اور بخل سے کام نہیں لیتے

بلکہ ایک سطر میں اگر تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آئے گا تو تین دفعہ ہی دُرود شریف لکھتے ہیں۔

دُرود شریف کی جگہ "ؐ" یا صلعم لکھنا ناجائز ہے

حضرات محدثین ہماری طرح بخیل اور کنجوس نہیں ہیں، ہمارے ماحول اور معاشرے میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی کسی کتاب میں لکھا جاتا ہے تو بعض لوگ پورا دُرود شریف لکھتے ہیں اور یہی صحیح طریقہ ہے۔ اسی طرح دُرود شریف لکھنا چاہئے لیکن بعض لوگ صرف ص یا صلعم لکھتے ہیں یہ جائز نہیں ہے، صرف ص یا صلعم لکھنا کنجوسی اور بخل ہے، اور ناجائز ہے۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہی کنجوسی کے لئے رہ گیا ہے! ارے وہ تو دونوں جہاں کے سردار اور رحمۃ للعالمین ہیں، ان ہی کے نام کے طفیل ہمیں کھانے اور پینے کو مل رہا ہے، ہم ان کے نام کے طفیل دنیا میں جی رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل آخرت میں بھی ان شاء اللّٰہ تعالیٰ ہمارا کام بنے گا۔ وہ ہمارے بہت بڑے محسن ہیں اور ہم ایسے نالائق ہیں کہ ان کے نام کے ساتھ دُرود شریف بھی نہیں لکھ سکتے! اس لئے حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اَلْبَخِيلُ الَّذِي ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ

(رواه الترمذی، مشکوٰة المصابیح)

ترجمہ

"سب سے بڑا بخیل اور کنجوس وہ آدمی ہے کہ جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ میرے نام پر دُرود شریف بھی نہ پڑھے۔" (جامع الترمذی)

اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے کہ:

رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ (أخرجه الترمذی وابن حبان)

ترجمہ

''اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر دُرود شریف نہ پڑھے۔'' (جامع الترمذی)

اس کی وجہ یہ ہے کہ دُرود شریف پڑھنا کوئی مشکل کام نہیں ہے، انتہائی آسان ہے، تو آسان ہوتے ہوئے بھی اگر آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود شریف نہ پڑھے تو پھر اس سے زیادہ بخیل اور کنجوس کون ہوگا؟

دُرود شریف لکھنے کی عظیم فضیلت

دُرود شریف لکھنے کی ایک بہت بڑی فضیلت ایک حدیث میں ہے کہ:

من صلی علی فی کتاب لم تزل الصلاۃ جاریۃ مادام اسمی فی ذلك الکتاب (ذکرہ الھیثمی فی المجمع)

ترجمہ

''جب کوئی آدمی کسی کتاب میں نبیِ اکرم جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود شریف لکھتا ہے، تو جب تک وہ دُرود شریف اس کتاب میں لکھا رہے گا (اور جب تک وہ کتاب باقی رہے گی) تو اس دُرود شریف لکھنے والے پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں برستی رہیں گی۔'' (جلاء الافھام)

مثلاً اگر وہ کتاب سو سال تک دنیا میں رہی اور سو سال تک اس میں دُرود شریف لکھا رہا تو اس کو سو سال تک اس کا ثواب ملتا رہے گا اور دُرود شریف لکھنے کی ایک دوسری فضیلت یہ ہے کہ:

''ملائکہ اس دُرود شریف لکھنے والے کے لئے اس وقت تک استغفار کرتے رہیں گے جب تک اس کا لکھا ہوا دُرود شریف کتاب میں لکھا رہے گا۔ (جلاء الافھام)

ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات محدثین رحمہ اللہ کو انشاء اللہ تعالیٰ دُرود

شریف لکھنے کا کتنا ثواب ملے گا۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ جہاں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ پورا درُود شریف لکھیں۔ خالی ص یا صلعم لکھنے سے توبہ کریں اور آئندہ کے لئے اس سے باز رہیں کیونکہ یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کنجوسی اور گستاخی کا معاملہ ہے۔

ایک کاتب کی بخشش کا عجیب واقعہ

ایک صاحب کتابت کیا کرتے تھے، جیسے آج کل لوگ کمپوزنگ کرتے ہیں، وہ پرانے زمانے کے کاتب تھے، ان کا ایک عجیب معمول تھا کہ انہوں نے صرف درُود شریف لکھنے کے لئے ایک کاپی بنائی ہوئی تھی، اور وہ روزانہ جب صبح سویرے کتابت کرنے کے لئے بیٹھتے تو کتابت کرنے سے پہلے اس کاپی میں فنِ کتابت کی روشنی میں ایک بہت ہی خوبصورت درُود شریف لکھتے تھے۔ اس کے بعد صبح سے لے کر شام تک مختلف مضامین کی کتابت کر کے اس کی اجرت سے گزر بسر کرتے۔ ان کی ساری زندگی اسی میں گزر گئی۔ جب ان کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انہیں آخرت کی فکر سوار ہوئی اور ڈرنے لگے کہ کچھ ہی دیر بعد میں اس دنیا سے چلا جاؤں گا اور آخرت میں پہنچوں گا تو معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا! میری بخشش ہوگی یا نہیں! اسی دوران ایک مجذوب ان کے گھر کے پاس سے گزرا اور اس نے کہا ابے او! تو آخرت سے کیوں گھبراتا ہے، تیری درُود شریف کی کاپی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہے اور اس پر صحیح کے نشان لگائے جا رہے ہیں کہ یہ درُود شریف بھی صحیح ہے، یہ درُود شریف بھی پاس ہے اور یہ درُود شریف بھی قبول ہے، وہاں تو صحیح کے نشانات لگ رہے ہیں اور تو گھبرا رہا ہے۔ غرضکہ درُود شریف ایک ایسی مقبول عبادت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے نجاتِ آخرت کا بھی انتظام فرما دیتے ہیں۔

ایک بار درُود شریف پڑھنے پر چار انعام

درُود شریف بہت فضیلت والی اور بڑی مقبول عبادت ہے۔ ایک روایت میں آیا

ہے کہ:

"من صلى على من امتى صلاة مخلصا من قلبه صلى الله عليه بهرا عشرا صلوات ورفعه بها عشر درجات و كتب له بها عشر حسنات ومحا عنه عشر سيئات۔ (أخرجه النسائی والطبرانی)

ترجمہ

"جو شخص ایک مرتبہ اخلاص کے ساتھ درُود شریف پڑھتا ہے تو:

(۱) ... اللہ تعالیٰ اسکے اوپر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں،

(۲) ... اور اس کے دس درجے بلند ہو جاتے ہیں،

(۳) ... اور دس نیکیاں اس کو عطا فرماتے ہیں،

(۴) ... اور دس گناہِ (صغیرہ) معاف فرما دیتے ہیں۔" (نسائی)

اس حساب سے جو آدمی دس مرتبہ درُود شریف پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے اوپر سو رحمتیں نازل فرماتے ہیں، اس کے سو درجے بلند فرماتے ہیں، سو گناہِ صغیرہ معاف فرما دیتے ہیں اور سو نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں اور جو شخص سو مرتبہ درُود شریف پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے اوپر ایک ہزار رحمتیں نازل فرمائیں گے، اس کے ایک ہزار درجے بلند فرمائیں گے، ایک ہزار گناہِ صغیرہ اس کے معاف فرما دیں گے اور ایک ہزار نیکیاں اس کو عطا فرمائیں گے۔ کم از کم سو مرتبہ درُود شریف تو صبح وشام پڑھنا ہی چاہئے۔ سو مرتبہ درُود شریف پڑھنا کوئی مشکل کام نہیں ہے، ہر مسلمان مرد و عورت، صبح وشام نہایت آسانی سے سو مرتبہ درُود شریف پڑھ سکتا ہے۔

اَسّی (۸۰) سال کے گناہِ صغیرہ کی معافی

ایک حدیث میں ہے کہ:

"اگر کوئی خلوصِ دل سے ایک مرتبہ درُود شریف پڑھے اور وہ قبول ہو جائے تو اس

کے اسی (۸۰) سال کے صغیرہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔'' (القول البدیع)

اُحد پہاڑ کے برابر ثواب

ایک حدیث میں ہے کہ:

''جب کوئی آدمی دُرود شریف پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کا ثواب احد پہاڑ کے برابر عطا فرمائیں گے۔'' (مصنف عبد الرزاق)

جبلِ احد مدینہ منورہ کے پہاڑوں میں ایک مشہور پہاڑ ہے اور یہ پہاڑ وہاں کے سارے پہاڑوں میں سب سے بڑا ہے۔ اسی کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں، اس احد پہاڑ کے وزن کے برابر دُرود شریف پڑھنے والے کے نامۂ اعمال میں ثواب لکھا جاتا ہے۔ اندازہ کرو کہ دُرود شریف پڑھنے کا کتنا زیادہ ثواب ہے!!!

دنیا و آخرت کی حاجتیں پوری ہونا

دُرود شریف بہت بڑی نعمت اور بہت بڑی دولت ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ:

''جو آدمی سو مرتبہ دُرود شریف پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس دُرود شریف پڑھنے والے کی سو حاجتیں پوری فرماتے ہیں، تیس دنیا کی اور ستر آخرت کی۔'' (القول البدیع)

نیز ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

من صلی علی عند قبری سمعته و من صلی علی نائبا و کل بها ملك يبلغنی و كفی امر دنياه وآخرته و كنت له يوم القيامة شهيدا أو شفيعا۔ (أخرجه الترمذی و ابن حبان)

ترجمہ

''جو شخص میری قبر مبارک کے پاس سے مجھ پر دُرود شریف پڑھتا ہے میں اسے سنتا ہوں اور جو مجھ پر دور سے دُرود شریف پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس درود کے لئے ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے جو اس کا دُرود مجھ تک پہنچا دیتا ہے اور اس کی دنیا اور

آخرت کی تمام حاجتیں پوری ہوتی ہیں اور روزِ قیامت میں اسکے حق میں گواہ ہوں گا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہ کی جگہ ارشافرمایا کہ میں اس کے حق میں سفارش کروں گا۔" (ترمذی)

لیجئے! ہماری دنیا کی حاجتوں کا بھی مسئلہ حل ہوگیا ہے۔ اگر درُود شریف پڑھنے کا معمول ہوجائے تو ان شاء اللہ دنیا کی حاجتیں اور ضرورتیں پوری ہونگی، معاشی حالات بہتر ہونگے اور گھریلو ناچاقیاں اوراختلافات ختم ہونگے اور آخرت کی ضرورتیں بھی پوری ہونگی۔ چونکہ آخرت میں ہمیں زیادہ ضرورت ہے اس لئے ستر فرمایا اور دنیا کی ضرورتیں آخرت کے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ دنیا کی تیس حاجتیں اور ضرورتیں پوری ہونگی۔

جمعہ کے دن درُود شریف پڑھنے کا اجروثواب

احادیث میں جمعہ کے دن درُود شریف کثرت سے پڑھنے کی ترغیب اور تاکید ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"جمعرات کی رات اور جمعہ کو مجھ پر کثرت سے درُود شریف پڑھا کرو۔" (ابن ماجہ)

ایک حدیث میں ہے کہ:

من صلی علی فی یوم ألف مرة لم یمت حتی یری مقعده فی الجنة (القول البدیع)

ترجمہ

"جو شخص دن میں ایک ہزار مرتبہ درُود شریف پڑھے گا تو اس کا اس وقت تک انتقال نہیں ہوگا جب تک کہ وہ اپنی آنکھوں سے جنت میں اپنا محل نہیں دیکھ لے گا۔"

سبحان اللہ! سبحان اللہ! اللہ اکبر! ایک دوسری حدیث میں ہے کہ:

"جو آدمی جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے اسی (۸۰)

مرتبہ یہ دُرود شریف پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے اسّی سال کے گناہِ صغیرہ معاف کر دیتے ہیں اور اسّی سال کے عبادت کا ثواب عطا فرما دیتے ہیں۔'' (فضائلِ دُرود)

عام طور پر مسجدوں میں اس دُرود شریف کا کتبہ بھی لگا ہوا ہوتا ہے، ورنہ یاد کرنا بھی کچھ مشکل نہیں ہے۔ وہ دُرود شریف یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِالنَبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا

حالانکہ اسّی مرتبہ دُرود شریف پڑھنے میں نہ اسی منٹ خرچ ہوتے ہیں، نہ چالیس منٹ خرچ ہوتے ہیں اور نہ بیس منٹ خرچ ہوتے ہیں، بمشکل دس منٹ خرچ ہوتے ہیں۔ دیکھئے! کہاں دس منٹ اور کہاں اسّی سال کی عبادت کا ثواب! یہ اللہ کی رحمت کے سوا اور کیا ہے؟ دس منٹ اور اسی سال میں کوئی جوڑ ہی نہیں ہے۔ لیکن افسوس! ہم دس منٹ بھی اپنے وقت میں سے نہیں نکال سکتے۔ جس پر اللہ تعالیٰ اسی سال کی عبادت کا انعام عطا فرما رہے ہیں اور اسی سال کے گناہ صغیرہ معاف فرما رہے ہیں۔ یہ محض برکت ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دُرود شریف پڑھنے کی! اس لئے جمعہ کے دن اس کا معمول بنانا چاہئے اور اس کے علاوہ جمعہ کے دن دُرود شریف کثرت سے پڑھنے کی بہت زیادہ فضیلت آئی ہے۔

چنانچہ ایک حدیث شریف میں ہے کہ:

اکثروا علی من الصلاۃ فی کل یوم جمعۃ فان صلاۃ امتی تعرض علی فی کل یوم الجمعۃ فمن کان اکثرھم صلاۃ کان اقربھم منی منزلۃ (رواہ البیھقی)

''ہر جمعہ کے دن کثرت سے مجھ پر دُرود شریف پڑھا کرو، کیونکہ ہر جمعہ کو میری امت کا دُرود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے، جو جتنا زیادہ دُرود شریف پڑھے گا وہ

مرتبہ کے لحاظ سے اتنا ہی زیادہ میرے نزدیک ہوگا۔

جمعہ کے دن دُرود شریف پڑھنے کے تین درجے

اس لئے بزرگوں نے لکھا ہے کہ جمعہ کے دن دُرود شریف پڑھنے کے تین درجے ہیں۔ ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ کم از کم تین سو مرتبہ دُرود شریف پڑھے، درمیانہ درجہ یہ ہے کہ ایک ہزار مرتبہ پڑھے، اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ تین ہزار مرتبہ دُرود شریف پڑھے۔ تین ہزار مرتبہ پڑھے تو نور علی نور ہے لیکن کم از کم تین سو مرتبہ دُرود شریف تو پڑھ ہی لینا چاہئے۔

مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا معمول

ایک صاحب نے مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ سے عرض کیا کہ حضرت! ہمیں جمعہ کے دن کتنی مرتبہ دُرود شریف پڑھنا چاہئے تا کہ ہم یہ سمجھیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق کثرت سے دُرود شریف پڑھ لیا ہے، تو حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ تین ہزار مرتبہ دُرود شریف پڑھنا چاہئے اور میرا بھی یہی معمول ہے۔

الحمد للہ! میں نے حضرت مفتیٔ اعظم پاکستانؒ کی بہت زیارت کی ہے اور ان کی خدمت میں رہاں ہوں، وہ پوری اکیڈمی کے برابر اکیلے کام کرتے تھے، پوری جماعت مل کر اتنا کام نہیں کرتی جتنے ان کے اکیلے کے کام ہوتے تھے، اتنا بڑا دار العلوم وہ اکیلے چلاتے تھے، صبح سے شام تک ان کو مصروفیات اور مشغولیت لاحق رہتی تھی، تصنیفی کام بھی ہوتے رہتے تھے، وعظ ونصیحت کا سلسلہ بھی جاری تھا اور اصلاح وتربیت بھی فرماتے تھے؛ لیکن اس شدید مصروفیت کے باوجود جمعہ کے دن حضرت کا تین ہزار مرتبہ دُرود شریف پڑھنے کا معمول بھی تھا اور یہ میں آپ کو حضرت کی اخیر عمر کا حال بتا رہا ہوں جب حضرت کی عمر تقریباً اسی سال کے لگ بھگ ہوگئی تھی، وہ اس عمر میں اور اتنی مصروفیات کے باوجود ہر جمعہ کو تین ہزار مرتبہ دُرود شریف پڑھتے تھے تو پھر ہم کون ہیں! ہمیں کام بھی کیا ہے!

ہمیں تو فرصت ہی فرصت ہے پھر بھی اگر ہم جمعہ کو کم از کم تین سو مرتبہ دُرُود شریف نہ پڑھ سکیں تو یہ ہمارے لئے بڑی محرومی کی بات ہے۔

؎ تو ہی اگر نہ چاہے تو بہانے ہزار ہیں

اے خواجہ درد نیست وگر نہ طبیب ہست

ہم بہانے باز ہیں، بس ہمارے پاس بہت بہانے ہیں کہ فرصت نہیں ہے اور ٹائم نہیں ہے۔ بس ہم پڑھنا نہیں چاہتے ورنہ پڑھنے والے تو ایسی مصروفیت، بڑھاپے اور بیماری میں بھی اتنی کثرت سے دُرُود شریف پڑھنے کا معمول رکھتے تھے اور اسی وجہ سے اللہ پاک نے ان کو عظیم درجہ عطا فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دُرُود پڑھنے والے کے لئے اِستغفار

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

”جمعہ کے دن مجھ پر دُرُود شریف بھیجا کرو، اس لئے کہ شبِ جمعہ روشن رات ہے اور جمعہ کا دن شاندار دن ہے، اس روشن رات اور شاندار دن میں تم مجھ پر کثرت سے دُرُود شریف بھیجا کرو، اس لئے کہ تمہارا دُرُود فرشتے میری خدمت میں پیش کرتے ہیں اور میں تمہارے لئے دعا اور استغفار کرتا ہوں۔“ (سبل الھدیٰ)

اللہ اکبر! دیکھئے! اللہ پاک نے ہمارے لئے کیسی مہربانی فرمادی ہے! یہ تو ہم سب کی آرزو ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے لئے مغفرت کی دعا کرائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی اللہ پاک نے ہمارے لئے یہ راستہ رکھا ہے اگر ہم کثرت سے جمعہ کے دن دُرُود شریف پڑھنے کا معمول بنائیں گے تو ہمارا دُرُود فرشتوں کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوگا اور اس کے نتیجے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے دعا و استغفار فرمائیں گے۔ اور یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری حدیثوں میں بھی ذکر کی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کے لئے اِستغفار

ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے فرمایا کہ میرا تمہارے اندر رہنا بھی باعثِ برکت ہے اور دنیا سے چلے جانا بھی باعثِ رحمت ہے۔ تو صحابہ کرام نے پوچھا کہ حضور! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمارے اندر موجود رہ کر باعثِ رحمت ہونا تو سمجھ میں آتا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ مسعود نہایت ہی بابرکت اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا مرکز ہے؛ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح ہمارے لئے باعثِ رحمت ہونگے؟

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں دنیا سے چلا جاؤں گا تو عالمِ برزخ میں تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کئے جائیں گے اور میں تمہارے اعمال کا جائزہ لوں گا! اگر تم اچھے اعمال کروگے تو میں تمہارے اچھے اعمال کو دیکھ کر خوش ہوں گا کہ شکر ہے میری امت میرے نقشِ قدم پر چل رہی ہے اور جب میں یہ دیکھوں گا کہ تم دین پر عمل نہیں کر رہے اور قسم قسم کے گناہوں میں مبتلا ہیں، تو میں وہاں سے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کروں گا کہ یا اللہ! ان کو معاف فرما دیجئے اور ان سے درگزر کیجئے، یہ ناسمجھ ہیں، غلطی کر رہے ہیں، یا اللہ! انکو ہدایت دے دے اور ان کے گناہوں کو معاف فرما دے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بدو کے لئے اِستغفار

ایک اور واقعہ یاد آیا اور یہ واقعہ تقریباً چاروں فقہ کے علماء نے حج کی کتابوں میں لکھا ہے۔ یہ نہایت معتبر اور مستند واقعہ ہے۔ حضرت محمد بن عبید اللہ بن عمرو العتبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حج کرنے کے بعد مدینہ منورہ گیا اور سرکارِ دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر صلاۃ وسلام پیش کیا اور پھر ایک طرف کونے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کے پاس بیٹھ گیا، تھوڑی دیر گزری تھی کہ عرب کا

ایک دیہاتی اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر آیا اور اس نے روضہ مُبارک سے تھوڑے فاصلے پر اپنی اونٹنی کو باندھا اور سیدھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مُبارک پر آیا اور اس نے اس طرح خطاب کیا:

یا خیر الرسول! اے سارے نبیوں میں سب سے بہتر نبی!

یا رحمة للعالمین! اے سارے جہانوں کے لئے رحمت!

پھر اس نے صلوٰۃ وسلام پیش کیا اور اس کے بعد اس نے یوں عرض کیا!

یا رسول اللّٰہ! سَمِعتُ اللّٰہَ یَقُولُ:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَحِيمًا (النساء: ۶۴)

ترجمہ

اے اللہ کے رسول! میں نے اللہ پاک کا یہ ارشادِ مبارک سنا ہے:

''اور اگر وہ لوگ جس وقت اپنا نقصان کر بیٹھے تھے، اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے، پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحمت کرنے والا پاتے۔''

(بیان القرآن)

اس نے یہ آیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مُبارک کے سامنے تلاوت کی اور پھر عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں اپنے گناہوں کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور آپ کے سامنے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں اور آپ کو اپنے پروردگار کی بارگاہ میں سفارشی بناتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے استغفار فرما دیجئے، یہ کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور پھر دیر تک روتا رہا اور اس کے بعد پھر صلوٰۃ وسلام عرض کر کے اس نے درج ذیل چار اشعار پڑھے:

۔ یَا خَیرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالقَاعِ اَعْظَمُهٗ
فَطَابَ مِنْ طِیبِهِنَّ اَلْقَاعُ وَالْأَکَمُ
۔ نَفْسِی الْفِدَاءُ لِقَبرٍ أَنْتَ سَاکِنُهٗ
فِیهِ الْعَفَافُ وَفِیهِ الْجُودُ وَالْکَرَمُ
۔ اَنْتَ الشَّفِیعُ الَّذِی تُرجٰی شَفَاعَتُهٗ
عَلٰی الصِّرَاطِ اِذَا مَا زُلَّتَ الْقَدَمُ
۔ فَصَاحِبَاكَ فَلَا أَنْسٰهُمَا أَبَدًا
مِنِّی اَلسَّلَامُ عَلَیکُمْ مَا جَرِیَ الْقَلَمْ

ترجمہ

۔ ''اے وہ بہترین ہستی کہ جس کا وجودِ مسعود قبر میں آرام فرما ہوا، اس کی خوشبو سے تمام میدانی و پہاڑی علاقے مہک اٹھے۔''

۔ ''میری جان اس قبر پر قربان ہو جس میں آپ آرام فرما ہیں، جس میں (آپ کے ساتھ آپ کی) عفت و پاکدامنی اور جود و سخا بھی ہے۔''

۔ ''پل صراط پر جب قدم لرز کر پھسل رہے ہوں گے تو اس وقت تنہا آپ ہی وہ سفارشی ہوں گے جن کی سفارش (سے کام بننے) کی امید رکھی جا سکتی ہے۔''

۔ ''آپ کے دونوں ساتھیوں (یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے احسانات) ہم کبھی نہیں بھول سکتے، لہٰذا جب تک قلم چلتے رہیں (یعنی قیامت تک) تب تک آپ سب کو ہمارا سلام بھی پہنچتا رہے۔''

یہ اشعار پڑھ کر وہ برستی ہوئی آنکھوں کے ساتھ سیدھا اپنی اونٹنی کی طرف پلٹا اور اس پر سوار ہو کر روانہ ہو گیا۔

حضرت محمد بن عبید اللہ بن عمرو العتبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اس کے بے ساختہ صلوٰۃ و سلام پیش کرنے سے متعجب ہوا اور اسکے اس والہانہ انداز میں استغفار

کرنے سے حیران رہ گیا کہ کس والہانہ انداز میں اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے گناہوں کی معافی مانگی ہے پھر اس کے جانے کے بعد مجھے اونگھ آئی، تو مجھے سرکارِ دوعالم نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمرو العتبی! تم جاؤ اور اس بدو سے کہہ دو کہ میرے استغفار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کردی ہے۔ اللہ اکبر! (تفسیر ابن کثیر)

دُرود شریف پڑھنے والے کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کا ہر دُرود اسکے اور اس کے باپ کے نام کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث شریف میں ہے کہ:

لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا، وَلَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيدًا، وَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُمَا كُنْتُمْ (ابوداؤد)

ترجمہ

''اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، اور میری قبر کو یادگار تہوار مت بناؤ، اور مجھ پر دُرود برابر پڑھتے رہو، کیونکہ تم کہیں بھی ہو تمہارا دُرود مجھ تک پہنچ جاتا ہے۔''

نیز ایک دوسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ مِنْ بَعِيْدٍ أُعْلِمْتُهٗ (القول البديع للسخاویؒ)

ترجمہ

''جو آدمی میری قبر کے پاس مجھ پر دُرود پڑھتا ہے تو میں اسے خود سن لیتا ہوں، اور جو دور سے دُرود و سلام پیش کرتا ہے تو مجھے اس کی اطلاع دے دی جاتی ہے۔''

رہی یہ بات کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دور سے صلوٰۃ و سلام پیش کرنے والے کے دُرود و سلام کی اطلاع کیسے دی جاتی ہے؟ اس کی وضاحت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو خطاب کر کے یوں ارشاد فرمائی کہ:

''يَا عَمَّارُ، إِنَّ لِلّٰهِ مَلَكًا أَعْطَاهُ أَسْمَاءَ الْخَلَائِقِ كُلَّهَا، وَهُوَ قَائِمٌ عَلٰى قَبْرِى، إِذَا مُتُّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَلَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أُمَّتِي يُصَلِّى عَلَيَّ صَلَاةً إِلَّا أَسْمَاهُ بِاسْمِهِ، وَاسْمِ أَبِيهِ، قَالَ: يَا مُحَمَّدُ، صَلّٰى عَلَيْكَ فُلَانُ بنُ فُلَانٍ، فَيُصَلِّى الرَّبُّ عَلٰى ذٰلِكَ الرَّجُلِ بِكُلِّ وَاحِدَةٍ عَشْرًا. (مجمع الزوائد :۱۰/۱۶۲)

ترجمہ

''اے عمار! اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی ہر پست وبلند آواز سننے کی طاقت عطا فرمائی ہے، وہ میرے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد تا قیامت میری قبر پر کھڑا رہے گا، پس میری امت میں سے کوئی بھی دُرودوسلام پڑھے گا تو وہ فرشتہ اس کا اور اسکے باپ کا نام لے کر کہے گا کہ ''اے محمد! فلاں بن فلاں نے اتنی بار آپ پر دُرود پڑھا ہے، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے ہر دُرود کے بدلے میں اس آدمی پر دس رحمتیں نازل فرمائیں گے۔''

تین چیزوں میں حیرت انگیز سننے کی صلاحیت

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں تین چیزیں ایسی پیدا فرمائی ہیں جن کو سننے کی عجیب وغریب صلاحیت اور طاقت عطا فرمائی ہے، ایک جنت، ایک جہنم اور ایک وہ فرشتہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر مقرر ہے۔

جنت کو اللہ پاک نے یہ صلاحیت دی ہے کہ دنیا کے کسی بھی کونے میں زمین پر یا آسمان پر یا زمین کی تہہ میں یا سمندر کے نیچے یا ہوا اور فضا میں کہیں بھی کوئی اللہ کا بندہ اگر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے کہ یا اللہ! مجھے جنت عطا فرما، میں جنت کے لائق نہیں ہوں مگر اپنی رحمت سے مجھے جنت عطا فرما تو جس وقت اس کی زبان سے یہ الفاظ نکلیں گے یا وہ دل میں یہ دعا کرے گا اس کی دعا جنت فوراً سن لے گی حالانکہ جنت ساتویں آسمان کے

اوپر عرشِ الٰہی کے نیچے ہے، یہاں سے لے کر آسمان تک پانچ سو سال کی مسافت ہے پھر پہلے آسمان سے دوسرے آسمان تک بھی اتنا ہی فاصلہ ہے اسی طرح ہر دو آسمان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے اور یہ اربوں کھربوں میل کا فاصلہ ہے اور درمیان میں کوئی تار اور ٹیلیفون یا موبائل کا رابطہ نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ جہاں کہیں کوئی یہ دعا کرے گا کہ یا اللہ! مجھے جنت عطا فرما دیجئے، تو جنت اس کی یہ آواز سنتے ہی اللہ تعالیٰ سے درخواست کرے گی کہ یا اللہ! یہ جنت مانگ رہا ہے، آپ نے مجھے دینے ہی کیلئے بنایا ہے، لہٰذا اس مانگنے والے کو آپ جنت عطا فرما دیجئے تو ہماری درخواست قبول ہو یا نہ ہو لیکن ان شاء اللّٰہ تعالیٰ جنت کی درخواست قبول ہو جائے گی۔

ایسے ہی کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دوزخ سے پناہ مانگتا ہے، تو چاہے زبان سے پناہ مانگے یا دل میں آہستہ آہستہ پناہ مانگے تو اس کا پناہ مانگنا جہنم فوراً سن لے گی حالانکہ جہنم ساتوں زمینوں کے نیچے ہے اور اس سے ہمارا فاصلہ بھی بہت لمبا ہے لیکن جہنم فوراً اس کی پکار سنے گی اور اللہ پاک سے کہے گی کہ یا اللہ! آپ اس کو دوزخ سے بچا لیجئے، یا اللہ! مجھ سے اس کو بچا لیجئے، تو جہنم سے پناہ آپ یہاں مانگ رہے ہیں اور اِدھر دوزخ اللہ تعالیٰ سے سفارش کر رہی ہے کہ یا اللہ! اس پناہ مانگنے والے کی دعا قبول کر لیجئے۔

اور تیسرا وہ فرشتہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مُبارک پر مقرر ہے اور اس فرشتہ میں اللہ پاک نے یہ صلاحیت رکھی ہے کہ دنیا کے کسی کونے میں کہیں بھی کوئی آدمی درُود شریف زور سے پڑھے یا آہستہ پڑھے، دل میں پڑھے یا زبان سے پڑھے، وہ فرشتہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مُبارک پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے، وہ اس کی آواز سن لے گا اور فوراً ہی وہ درُود شریف پڑھنے والے کا نام لے کر مزارِ اقدس کے اندر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دے گا۔

کچھ وضاحت ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ پاک نے اس فرشتے کو حضرت

آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے سارے انسانوں کے نام ازبر یاد کردیئے ہیں، ہر مرد وعورت کا نام اس کو معلوم ہے لہٰذا جیسے ہی کوئی کہیں پر دُرود شریف پڑھتا ہے تو اس کو پوچھنے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ پڑھنے والے کا نام کیا ہے؟ اس کے والد کا نام کیا ہے؟ سارے انسانوں کے نام اس کو پہلے سے یاد ہیں۔

دُرود شریف کثرت سے پڑھنے کی برکت

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں تھے، وہ ہمارے بزرگوں میں سے ہیں۔ جب ان کا انتقال ہوا تو ایک مہینے تک ان کے کمرے سے مشک وعنبر کی خوشبو آتی تھی تو کسی نے جا کر یہ کیفیت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علہ سے عرض کی، تو حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ یہ دُرود شریف پڑھنے کی برکت ہے۔ کیونکہ حضرت مولانا فیض الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر جمعرات کو ساری رات جاگ کر دُرود شریف پڑھا کرتے تھے۔ اس لئے ان کے وصال کے بعد ایک مہینے تک ان کے کمرے سے مشک وعنبر کی خوشبو آتی رہی۔ (زادالسعید)

ایک عجیب واقعہ

میرے پاس دارالعلوم کراچی میں ایک صاحب ملنے آیا کرتے تھے، پہلے وہ یہیں کراچی میں رہتے تھے اور آج کل وہ لاہور میں ہیں۔ ایک دن وہ کہنے لگے کہ کبھی کبھی میرے کپڑوں میں سے خود بہ خود خوشبو آتی ہے، معلوم نہیں یہ خوشبو کیسے آتی ہے؟ حالانکہ میں نے خوشبو لگائی بھی نہیں ہوتی۔ تو ایسے ہی بے ساختہ میرے ذہن میں آیا اور میں نے ان سے کہا کہ آپ دُرود شریف کثرت سے پڑھتے ہونگے؟ حالانکہ پہلے سے مجھے معلوم نہیں تھا کہ ان کا دُرود شریف کثرت سے پڑھنے کا معمول ہے۔ وہ کہنے لگے کہ ہاں! میرا

یہی معمول ہے کہ میں چلتے پھرتے اور اٹھتے بیٹھتے دُرود شریف پڑھتا ہوں۔ میں نے کہا یہ دُرود شریف پڑھنے کی برکت ہے کہ خود بخود تمہارے کپڑوں میں سے خوشبو مہک اٹھتی ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارک کی خوشبو

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سراپا معطر اور خوشبو میں بسی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ بھی بڑی بڑی خوشبوؤں سے بڑھ کر خوشبودار ہوتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس گلی سے گزر جاتے تھے، شام تک اس گلی سے خوشبو آتی رہتی تھی اور صحابۂ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو کو سونگھ کر پہچان لیتے تھے کہ آج سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے گزرے ہیں۔ اسی طرح جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کر لیتا تھا تو شام تک اس کے ہاتھ سے خوشبو آتی رہتی تھی اور وہ دیگر احباب میں اپنے ہاتھ کی خوشبو کی وجہ سے ممتاز ہو جاتا تھا اور لوگ پہچان لیتے تھے کہ آج تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا ہے، اس لئے تمہارے ہاتھوں سے خوشبو آ رہی ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ وہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں دوپہر میں اکثر آرام فرمایا کرتے تھے۔ اور حضرت ام سلیم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رضاعی خالہ تھیں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چمڑے کا بچھونا بچھا دیا کرتی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چمڑے کا تکیہ دے دیا کرتی تھیں اور اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہوتے تھے۔ گرمیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسینہ بہت زیادہ آتا تھا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح نمودار ہو جاتے تو وہ ایک شیشی اور تنکا لے کر بیٹھ جاتی تھیں اور تنکے سے آہستہ آہستہ وہ پسینے کے موتی اٹھا اٹھا کر شیشی میں ڈالا کرتی تھیں۔ ایک دن وہ اسی طرح کر رہی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی اور آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے پوچھا کہ اے ام سلیم! آپ یہ کیا کررہی ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کا پسینہ جمع کررہی ہوں۔ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینے میں اتنی خوشبو ہوتی ہے کہ ہم اس کو دوسری خوشبوؤں میں ملا کر اس خوشبو کو ساری خوشبوؤں کا سردار بنالیتے ہیں کہ اس خوشبو کے سامنے دنیا بھر کی اعلیٰ درجے کی خوشبوئیں ماند پڑ جاتی ہیں اور ہیچ معلوم ہوتی ہیں اور شادی بیاہ کے موقع پر ہم اس کو بطور خاص استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس جو سراپا خوشبو تھی، دُرود شریف پڑھنے والے کو بھی اس میں سے کچھ حصہ ملتا ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا ایک عجیب واقعہ

دُرود شریف کی کثرت تو وہی کرے گا جس کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور محبت ہوگی۔ اس پر مجھے ایک عجیب واقعہ یاد آیا۔ ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس کے دو بیٹے تھے، باپ نے اپنی میراث میں مال و دولت کے ساتھ زمین، مکان اور جائیدادیں چھوڑیں اور ساتھ ہی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین بال بھی چھوڑے۔ اس کے دونوں بیٹوں نے سارا مال و جائیداد، روپیہ پیسہ اور سونا چاندی آپس میں تقسیم کرلیا۔ اب باری آئی حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین بالوں کی، تو بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی سے کہا کہ ایک بال تم رکھ لو اور ایک بال مجھے دے دو اور تیسرا بال دونوں آدھا آدھا کرلیتے ہیں کیونکہ دونوں کا آدھا آدھا حصہ ہے۔ لہٰذا دونوں کے حصے میں ڈیڑھ ڈیڑھ بال آئے گا۔ اس پر چھوٹے بھائی نے کہا کہ میں نبیٔ اکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کے دو ٹکڑے نہیں کرنے دوں گا، اسلئے کہ یہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا بال ہے، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بال آدھا آدھا ہوجائے۔ تم میرا یہ سارا مال لے لو مگر مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سالم بال دے دو۔ تو بڑا بھائی اس پر راضی ہوگیا اور کہا کہ اچھا تم دو بال لے لو اور اس کے بدلے اپنا حصہ مجھے دے دو۔ چنانچہ اس کے چھوٹے بھائی کو جو کچھ اپنے باپ کی میراث میں روپیہ پیسہ، سونا چاندی اور

جائیداد ملی تھی، اس نے ساری اپنے بڑے بھائی کو دے دی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کو کاٹنا گوارا نہیں کیا۔ لہٰذا چھوٹا بھائی صرف دو بال لے کر اپنے گھر چلا گیا اور بڑا بھائی ساری جائیداد کا مالک بن گیا لیکن چھوٹے بھائی کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کی اتنی محبت تھی کہ وہ اس بال مبارک کو بہت ہی خوبصورت ڈبیہ میں رکھتا اور اس کو خوبصورت ریشمی کپڑے میں لپیٹتا اور خوشبو کے اندر بساتا۔ جب بھی وہ ڈبیہ کھولتا تو دُرود شریف پڑھتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کی زیارت کرتا۔ اس کا صبح وشام یہی معمول تھا۔ اب خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اس کے بڑے بھائی کا مال آہستہ آہستہ گھٹنا شروع ہو گیا اور اس کے چھوٹے بھائی کا مال بڑھنا شروع ہو گیا حالانکہ چھوٹے بھائی کے پاس کچھ بھی نہیں تھا لیکن بال مبارک کی عظمت ومحبت اور دُرود شریف پڑھنے کی برکت سے آہستہ آہستہ اس کے مال میں ترقی ہونی شروع ہوگئی اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ یہ بڑے بھائی سے زیادہ مالدار ہو گیا اور بڑا بھائی فقیر اور محتاج ہو گیا اور وہ لوگوں سے بھیک مانگنے پر مجبور ہو گیا۔

اس حالت کو پہنچنے کے بعد بڑے بھائی کو خواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! میری حالت تو ایسی خراب ہوگئی ہے کہ پہلے میں بڑا امیر اور مالدار تھا اور میرا بھائی غریب اور محتاج تھا۔ اب معاملہ اس کے برعکس ہو گیا ہے کہ میرا چھوٹا بھائی امیر اور مالدار ہو گیا، اور میں اتنا غریب اور محتاج ہو گیا ہوں کہ اب میرے پاس کچھ بھی نہیں اور میں کوڑی کوڑی کا محتاج ہو گیا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہ ہو! تمہارے چھوٹے بھائی نے میرے بال کی عزت اور احترام کیا اور وہ دن رات مجھ پر کثرت سے دُرود شریف پڑھتا رہتا ہے، اس کے طفیل اللہ تعالیٰ نے اس پر فضل فرمایا اور اس کے مال میں برکت عطا کی اور تو نے میرے بال کی بے حرمتی کی اور اس کو کاٹنے کے لئے تیار ہوا، اس لئے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے محروم ہو گیا۔ اب تیرے لئے اسی میں عافیت ہے کہ تو

اپنے بھائی کے یہاں جا کر نوکر ہو جا۔

جب وہ سویرے اٹھا تو اس کو اپنے کئے پر شرمندگی اور ندامت ہوئی اور وہ سوچنے لگا کہ میرا بھائی عقلمند نکلا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سالم بال کو لے کر دنیا میں سرخرو ہو گیا اور آخرت میں بھی ان شاء اللہ سرخرو ہو گا! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کی بے اکرامی اور ناقدری کر کے دنیا میں بھی مال و دولت سے محروم ہو گیا اور نجانے آخرت میں کیا ہو گا! اس نے توبہ کی اور اپنے بھائی کے یہاں جا کر نوکری اختیار کر لی۔ یہ دُرود شریف پڑھنے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کے احترام کی برکت ہے جس کی وجہ سے چھوٹے بھائی کے اوپر اللہ تعالیٰ کا فضل وانعام ہو گیا۔ (فضائل دُرود شریف)

بال مبارک کی برکت

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں، ان کے پاس سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کا ایک گچھا تھا جسے وہ ایک نلکی میں رکھا کرتی تھیں اور ان کے پاس خواتین اپنے پانی کے پیالے بھیجا کرتی تھیں اور وہ پیالے ان کی خدمت میں لائے جاتے تھے اور وہ اس نلکی میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نکال کر پانی میں گھما دیا کرتی تھیں۔ وہ پانی جب کسی بیمار آدمی کو پلایا جاتا تو وہ صحت یاب ہو جاتا تھا (مشکوٰۃ)۔ اتنی برکت تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں!

دن رات میں کم سے کم دُرود شریف کی مقدار

دُرود وسلام کو اپنی زندگی کا معمول بنائیں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ کم از کم سو مرتبہ صبح اور سو مرتبہ شام دُرود شریف پڑھنے کا معمول بنائیں۔ صبح پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ صبح صادق سے لے کر ظہر سے پہلے تک سو مرتبہ دُرود شریف پورا کر لیں اور شام کو سو مرتبہ پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ عصر کے بعد سے رات کو سونے تک جس طرح چاہیں پورا کر لیں

اور کوئی سا بھی دُرود شریف پڑھ لیں، چاہے دُرود ابراہیمی پڑھ لیں؛ کیونکہ یہ سارے دُرودوں میں سب سے افضل دُرود ہے یا کوئی درمیانہ دُرود شریف لے لیں جیسے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَولَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصحَابِهٖ وَبَارِكَ وَسَلِّمْ

یا اس سے بھی چھوٹا اور مکمل دُرود شریف پڑھ لیں جیسے:

صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم

لیکن دُرود شریف کو اس سے زیادہ چھوٹا کرنا مناسب نہیں، بہر حال یہ بہت چھوٹا دُرود ہے اور بہت آسان ہے۔

ایک پاکستانی پائلٹ کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اس پر مجھے ایک اور واقعہ یاد آیا۔ یہ واقعہ مجھے حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا تھا۔ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب ہمارے سکھر کے مشہور بزرگوں میں سے تھے اور ابھی چند سال پہلے ہی وہ سکھر سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تھے، وہ وہاں پانچ سال زندہ رہے اور وہیں ان کا انتقال ہوا اور وہ اب جنت البقیع میں آرام فرما ہیں اور یہی ان کی آرزو تھی کہ میں مدینہ منورہ جاؤں، وہاں قیام کروں اور وہیں انتقال ہو، اور جنت البقیع میں دفن ہونا نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نصیب فرمائے آمین۔

انہوں نے یہ واقعہ سنایا کہ پاکستان میں ایک پائلٹ ہیں جو ہوائی جہاز چلاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ توفیق دی ہے کہ وہ کثرت سے دُرود شریف پڑھتے ہیں، لیکن کثرت سے دُرود شریف پڑھنے کی وجہ سے وہ ''صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم'' پڑھنے کی بجائے ''صلی اللّٰہ علیہ'' پڑھتے تھے یعنی درود میں آل کو شامل نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کو دُرود وسلام سے محروم کیا ہوا تھا اور وہ سمجھتے تھے اس طرح دُرود شریف تعداد میں زیادہ ہو جائے گا۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے ایک

خواب دیکھا کہ میں مدینہ منورہ میں ہوں اور جنت البقیع کی طرف جارہا ہوں اور میں جیسے ہی جنتُ البقیع میں داخل ہوا تو سامنے اہل بیت اور ازواجِ مطہرات کے مزارات ہیں، جہاں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی آرام فرما ہیں۔ وہ کہتے ہیں میں دروازے سے داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ درمیان میں ایک میز رکھی ہوئی ہے اور اس پر ایک ٹیلیفون رکھا ہے اور اس کی گھنٹی بج رہی ہے میں ریسور اٹھا کر اپنے کان سے لگاتا ہوں تو آواز آتی ہے کہ میں تمہاری والدہ اماں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بول رہی ہوں، تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ دُرودشریف بھیجتے ہو لیکن ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دُرودوسلام کی برکت سے کیوں محروم کیا ہوا ہے؟ تم خالی "صلی اللہ علیہ" کیوں پڑھتے ہو؟ "صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم" کیوں نہیں پڑھتے! پورا دُرودشریف پڑھا کرو تا کہ ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دُرودوسلام کے تابع ہو کر دُرودوسلام کی فضیلت سے مالا مال ہوسکیں اور ہم پر بھی اللہ کی رحمت اور اس کی سلامتی نازل ہو۔ وہ پائلٹ کہتے ہیں کہ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو مجھے اپنے اس عمل پر بڑی شرمندگی اور ندامت ہوئی اور پھر میں نے توبہ کی اور اس کے بعد سے میں نے پورا دُرودشریف "صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم" پڑھنے کا معمول بنالیا۔

میں نے دُرودشریف بھی پورا کرلیا اور اہل بیت کو بھی دُرودوسلام میں شامل کرلیا۔ پھر ایک عرصے تک اسی طرح مکمل دُرودشریف پڑھتا رہا۔ ایک بار پھر میں نے اسی طرح ایک خواب دیکھا کہ میں مدینہ منورہ میں ہوں اور جنت البقیع میں جارہا ہوں، بیچ میں ایک میز ہے اور اس کے اوپر ٹیلیفون رکھا ہوا ہے اور گھنٹی بج رہی ہے، آگے بڑھ کر میں نے اس کو اٹھایا اور کان سے لگایا تو اسی طرح اماں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آواز سنائی دی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ اب میں نے فون اس لئے کیا ہے کہ تا کہ میں تمہارا شکریہ ادا کروں کہ تم نے ہمیں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دُرودوسلام میں شامل کرلیا۔

میں نے آپ کو یہ واقعہ اس لئے سنایا کہ کہیں کثرت سے دُرُود شریف پڑھنے کی وجہ سے کوئی دُرُود شریف کو آدھا نہ کرلے، چھوٹا دُرُود پڑھ لیں لیکن مکمل پڑھیں، نامکمل نہ پڑھیں اور ''صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم'' کامل اور مکمل دُرُود شریف ہے۔ اس طرح دُرُود شریف کی برکتیں ہم کو ان شاء اللّٰہ تعالیٰ ضروری حاصل ہونگی، گھر میں برکت ہوگی، دکان میں برکت ہوگی، مال میں بھی برکت ہوگی، جان میں برکت ہوگی اور آخرت کا جو ثوابِ عظیم ہے وہ بھی ان شاء اللّٰہ تعالیٰ حاصل ہوگا۔

سنتوں کو عمل میں لانے کا طریقہ

دوسری مقبول عبادت اتباعِ سنّت ہے، یہ عبادت بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی مقبول ہے۔ اس کے لئے ایک کتاب ''علیکم بسنتی'' ہے جو احقر کے والدِ ماجد حضرت مولانا مفتی عبدالحکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی ہے، ایک اور کتاب ہے ''پیارے نبی کی پیاری سنتیں'' جو حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی ہے۔ یہ دو کتابچے اردو میں ہیں جو بہت ہی آسان اور عام فہم ہین اور ان میں روزمرہ کی آسان انداز میں سنتیں لکھی ہوئی ہیں، رات کو کھانے سے فارغ ہونے کے بعد سب گھر والوں کو جمع کرلیں۔ ان کتابوں میں سے دو تین سنتیں سب کے سامنے سبق کے طور پر پڑھ لیا کریں اور سب گھر والوں کو اس بات پر تیار کرلیں کہ جو سنتیں سنیں گے ان شاء اللّٰہ ان پر عمل کریں گے۔ اس طرح سے نہ کوئی زیادہ وقت لگے گا، نہ کوئی بڑی محنت خرچ ہوگی، نہ کوئی بڑا پیسہ خرچ ہوگا لیکن آہستہ آہستہ ہماری زندگی میں سنتیں آجائیں گی اور سنت کے مطابق ہمارا کھانا ہوجائے گا، سنت کے مطابق ہمارا پہننا ہوجائے گا، سنت کے مطابق سونا ہوجائے گا، سنت کے مطابق اٹھنا ہوجائے گا، سنت کے مطابق گھر میں آنا اور گھر سے باہر جانا ہوجائیگا، اس طرح روزمرہ کی زندگی سنت کے سانچے میں ڈھل جائے گی اور سنت پر عمل کرنا دُرُود شریف پڑھنے سے بھی زیادہ اہم عبادت ہے اور سنت پر عمل کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑا مقبول اور محبوب ہے۔

اپنی صورت اور سیرت کو سنّت کے مطابق بنائیں

حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک شعر سنایا کرتے تھے

تیرے محبوب کی یارب شباہت لے کر آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کردے میں صورت لے کر آیا ہوں

ہماری صورت بھی سنت کے مطابق ہونی چاہئے، ہماری سیرت بھی سنت کے مطابق ہونی چاہئے۔ سیرت اور صورت جب دونوں سنت کے مطابق ہونگی اور زبان پر درُود شریف ہوگا تو ان شاء اللہ نجات ہی نجات ہے، دنیا میں عافیت حاصل ہوگی اور آخرت میں بھی عافیت حاصل ہوگی۔

دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

میلادالنبی کا حکم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام رسمی مظاہروں کا دین نہیں

بات درحقیقت یہ تھی کہ رسمی مظاہرہ کرنا صحابہ کرامؓ کی عادت نہیں تھی، وہ اس کی روح کو اپنائے ہوئے تھے، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں کیوں تشریف لائے تھے؟ آپ کا کیا پیغام تھا؟ آپ کی کیا تعلیم تھی؟ آپ دنیا سے کیا چاہتے تھے؟ اس کام کے لئے انہوں نے اپنی ساری زندگی کو وقف کر دیا۔ لیکن اس قسم کے رسمی مظاہرے نہیں کئے۔ اور یہ طریقہ ہم نے غیر مسلموں سے لیا ہے۔ ہم نے دیکھا کہ غیر مسلم اقوام اپنے بڑے بڑے لیڈروں کے دن منایا کرتی ہیں۔ اور ان دنوں میں خاص جشن اور خاص محفل منعقد کرتی ہیں اور ان کی دیکھا دیکھی ہم نے سوچا کہ ہم بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرہ کے لئے عید میلاد النبیؐ منائیں گے۔ اور یہ نہیں دیکھا کہ جن لوگوں کے نام پر کوئی دن منایا جارہا ہے درحقیقت یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی زندگی کے تمام لمحات کو قابلِ اقتداء اور قابلِ تقلید نہیں سمجھا جاسکتا، بلکہ یا تو وہ سیاسی لیڈر ہوتا ہے۔ یا کسی اور دنیاوی معاملے میں لوگوں کا قائد ہوتا ہے، تو صرف اس کی یاد تازہ کرنے کے لئے اس کا دن منایا گیا؛ لیکن اس قائد کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ قابلِ تقلید ہے۔ اور اس نے دنیا میں جو کچھ کیا، وہ صحیح کیا ہے، وہ معصوم اور غلطیوں سے پاک تھا لہٰذا اس کی ہر چیز کا اپنایا جائے۔ ان میں سے کسی کے بارے میں یہ بھی نہیں کہا جاسکتا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضور ﷺ کے ذکر کے بارے میں علماء دیو بند کا مسلک

ہم پر یعنی علماءِ دیو بند رحمہم اللہ تعالیٰ پر یہ تہمت اور الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کرنے یا اس پر خوش ہونے سے منع کرتے ہیں، حالانکہ ہرگز یہ بات نہیں ہے، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا تو ہمارے ایمان کا حصہ ہے، ہاں البتہ جو باتیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے خلاف ہیں، ان سے ہم ضرور روکیں گے، اگر چہ بذاتِ خود وہ باتیں اچھی ہی کیوں نہ ہوں، شریعت میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

دیکھئے! اس بات پر تمام علماءِ کرامؒ کا اتفاق ہے کہ عین دوپہر کے وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے، اور اس بات پر بھی کہ قبلہ رو ہوئے بغیر نماز پڑھنا منع ہے، اور اس پر بھی سب علماء کرامؒ کا اتفاق ہے کہ عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن روزہ رکھنا حرام ہے، اور اس مسئلہ پر ساری امت کا اتفاق ہے کہ محرم کے مہینے میں حج نہیں ہوسکتا اور حج کرنے کی جگہ صرف مکہ مکرمہ ہے، کراچی میں حج نہیں ہوسکتا۔

دیکھئے! نماز، روزہ، حج سب فرائض ہیں؛ لیکن چونکہ ان کی ادائیگی شریعت کے بتائے ہوئے طریقے کے خلاف ہوئی ہے، اس لئے یہ ناجائز ہوگئے اور ان کے ناجائز ہونے کو آپ بھی مانتے ہیں، لہٰذا اگر کوئی شخص ایسی نماز، روزہ اور حج وغیرہ سے منع کرے گا، تو اس کو کوئی عقلمند انسان یوں نہ کہے گا کہ یہ آدمی نماز، روزہ حج سے منع کرتا ہے۔

اسی طرح میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مسئلہ کو لے لیجئے کہ ہمارے بزرگان دیو بند کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا ذکر کرنے یا اس پر خوش ہونے سے منع کرتے ہیں تو یہ سراسر تہمت اور الزام تراشی ہے۔

بخدا ہم ہرگز اس سے منع نہیں کرتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ہر چیز کو کرنے کا ایک طریقہ ہوتا ہے، جب وہ چیز اسی طریقے سے انجام دی جائے گی تو وہ درست اور صحیح ہوگی۔ ورنہ درست نہ ہوگی۔

اب دیکھئے! تجارت کے سلسلہ میں حکومت نے کچھ قواعد وضوابط مقرر کر دیئے ہیں، اب اگر کوئی شخص ان قواعد کے خلاف تجارت کرے گا، تو وہ قانون کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے سزا کا مستحق ہوگا، مثال کے طور پر اسلحہ وغیرہ کی تجارت وہی آدمی کر سکتا ہے، جس نے لائسنس حاصل کیا ہو، اسی طرح شریعت میں بھی ہر چیز کو کرنے کا ایک ضابطہ مقرر ہے، اس کے خلاف اگر کوئی کام کیا جائے گا تو وہ درست نہ ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک عبادت ہے

بہر حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا ذکر مبارک ایک عبادت ہے، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس کو کرنے کا شریعت میں کیا ضابطہ اور طریقہ مقرر ہے، مثلاً صحابہؓ نے اس عبادت کو کس طرح ادا کیا، اب اگر آپ لوگ اس کو اُن ہی کے طریقے کے مطابق انجام دیں تو بہت اچھی بات ہے، لیکن اگر اس کو صحابہ کرامؓ کے طریقے کے مطابق انجام نہ دیا جائے تو بلاشبہ اس سے منع کیا جائے گا، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اسلحہ وغیرہ کی تجارت سے اس لئے منع کرے کہ آپ کے پاس اس کا کوئی قانونی جواز نہیں ہے، تو اس کو تجارت سے روکنے والا نہیں کہا جائے گا۔

شریعت کا ضابطہ

ایک اور مثال کہ خوش ہونا کہیں جائز ہے، اور کہیں ناجائز ہے۔ جو خوشی شریعت کے مطابق ہوگی وہ جائز ہوگی۔ اور جو شریعت کے خلاف ہوگی وہ ناجائز ہوگی۔ لہٰذا شریعت کے ضابطے کے مطابق جو خوشی جائز ہے اس کی اجازت ہے اور جو اس کے خلاف ہے وہ ناجائز اور ممنوع ہے، مثال کے طور پر کوئی شخص نماز پر خوش ہو، اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے، لیکن خوشی میں یہ کرلے کہ بجائے چار رکعت کے پانچ رکعت

پڑھنے لگے، تو اس کو ثواب تو کیا ملے گا، بلکہ الٹا گناہ ہوگا، اس لئے کہ وہ شریعت کے ضابطہ کے خلاف کر رہا ہے، اور اس کے بتائے ہوئے طریقے کے خلاف نماز پڑھ رہا ہے، بالکل اسی طرح حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک کرنا اگر شریعت کے مطابق ہو تو جائز ہے، ورنہ ناجائز ہے، مثال کے طور پر ایک شرعی مسئلہ ہے کہ جو شخص چار رکعت والی نماز میں پہلے قعدہ میں تشہد کے بعد "اللّٰھم صلی علی محمد" پڑھ لے تو اس کی نماز ناقص ہوگی اور اس پر سجدہ سہو کرنا واجب ہوگا، اگر بھول کر اس نے ایسا کیا ہے، حالانکہ درود شریف کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَلَّ عَلَيَّ مَرَّةً صَلَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا (أو كما قالﷺ)

ترجمہ

جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا تو اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت فرمائیں گے۔

تو چونکہ شریعت نے نماز میں درود شریف پڑھنے کا جو موقع مقرر کیا ہے اس کی خلاف ورزی ہوگئی، اس لئے نماز ناقص ہوگئی، حالانکہ درود شریف پڑھنا بذاتِ خود عبادت ہے اور اس مسئلہ پر تو اہل بدعات کا بھی اتفاق ہے، اس لئے کہ وہ حنفی ہیں، لہٰذا ان کو چاہیئے کہ وہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ پر بھی یہ تہمت لگائیں کہ وہ بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کرنے سے منع کرتے تھے اور وہ بھی وہابی تھے۔

غرض یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریف پر خوش ہونے سے کوئی منع نہیں کرسکتا، اور یہ مسئلہ بالکل واضح تھا لیکن میں نے اس میں اس لئے طویل گفتگو کی کہ ہمارے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنے سے منع کرتے ہیں، جو سراسر غلط ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ کے ذکر کی اہمیت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک کرنا تو وہ چیز ہے کہ اس پر اگر اجر و ثواب کا وعدہ نہ بھی ہوتا تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کا ذکر مبارک ہر وقت کیا جائے، جیسے کسی نے کہا:

مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ ذِكْرَهُ

ترجمہ

جو شخص جس چیز سے محبت کرتا ہے، اس کا تذکرہ کثرت سے کرتا ہے۔

تو اس عربی مقولہ کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہر وقت کیا جائے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا عین عبادت بھی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اتنی جگہ فرمایا ہے کہ مسلمان سے کہیں نہ کہیں ذکر ہو ہی جاتا ہے، دیکھئے نماز کے اندر ہر قعدہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر موجود ہے، اور وہ یہ ہے "السلام علیك ایها النبی" اور ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازوں میں دو، دو قعدے ہیں اور فجر کی نماز میں ایک قعدہ ہے، تو کل نو قعدے ہوئے اور سنن مؤکدہ اور وتر میں دیکھ لیجئے کہ ظہر میں تین، مغرب میں ایک، عشاء مین تین اور صبح میں ایک، تو کل ۷ اقعدے ہوئے، تو یہ ۷ امرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوا، پھر پانچوں وقت کے فرائض اور سنن ووتر کے قعدۂ اخیرہ میں کل گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھا جاتا ہے، پس ۱۷ اور ۱۱ بارہوا، تو اس طرح ہر مسلمان روزانہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک کر ہی لیتا ہے، پھر ایک موقع پانچوں وقت کی اذان اور تکبیر میں ہے جس میں "أشهد أن محمداً رسول الله" موجود ہے، جس کو مؤذن اور سننے والا دونوں کہتے ہیں، پھر ہر نماز کے بعد دعا بھی سب ہی مانگتے ہیں، اور دعا مانگنے کے آداب میں سے یہ ہے کہ اس کے اول وآخر درود شریف پڑھا جائے، غرض اس حساب سے ۲۸ سے بھی زیادہ تعداد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کی ہوگئی، اور یہ تو وہ مواقع ہیں کہ جن میں پڑھے بے پڑھے سب مسلمان شامل ہیں، اور جو طلباء کرام دن ورات حدیث شریف پڑھتے ہیں وہ تو ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں رہتے ہیں، اس لئے کہ ہر حدیث کے شروع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ درود شریف موجود ہے،

چنانچہ احادیث کی کتابیں اٹھا کر دیکھئے کہ ان میں جگہ جگہ "قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم" اور عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم موجود ہے، اور درمیان میں بھی جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک آیا ہے وہاں بھی درود شریف موجود ہے، گویا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک اس طرح ملا دیا گیا ہے کہ بغیر ذکر مبارک کئے مسلمانوں کو چارہ نہیں۔

حضور ﷺ کا ذکر ہر وقت

مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادیؒ سے کسی نے پوچھا کہ ذکر ولادت آپ کے نزدیک جائز ہے یا ناجائز ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہم تو ہر وقت ذکر ولادت کرتے ہیں، اس لئے کہ ہر وقت کلمہ "لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" پڑھتے ہیں، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا نہ ہوتے تو ہم یہ کلمہ کہاں پڑھتے۔

محبت کا معیار

لہٰذا محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر وقت ذکر ہو، لیکن اس کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ جلسے منعقد کئے جائیں اور مٹھائی منگوائی جائے، تب ذکر ہوگا، عاشق کو اتنی دیر کیسے صبر آسکتا ہے؟

محبوب کی یاد میں بے قرار

دیکھئے! اگر کسی کو کسی سے محبت ہو جاتی ہے، تو محبت کرنے والے کی کیا حالت ہوتی ہے، ہر وقت اس کی یاد میں بے قرار رہتا ہے اگر اس سے کوئی کہے کہ میاں ذرا ٹھہر جاؤ، ہم مجلس آرائی کرلیں، اور مٹھائی منگوالیں اس وقت ذکر کرنا، تو وہ کہے گا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری محبت جھوٹی ہے، کہ اتنی دیر تک محبوب کے ذکر سے رُکے رہتے ہیں، اور ہم نے اکثر مجلسوں میں میلاد کرنے والوں کو ایسا ہی دیکھا ہے کہ یہ محبت سے بالکل خالی ہوتے ہیں، اس لئے کہ محبت کا معیار یہ ہے کہ اپنے محبوب کی خوب اطاعت کی جائے، کسی نے خوب کہا۔

تَعْصِیْ الرَّسُوْلَ وَاَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهٗ
هٰذَا لَعُمْرِیْ فِیْ الْفِعَالِ بَدِیْعُ
لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَاَطَعْتَهٗ
اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعُ

ترجمہ

یہ عجیب بات ہے کہ تم رسول سے محبت وعشق کا دعویٰ بھی کرتے ہواور اس کی نافرمانی بھی کرتے ہو، یہ دونوں باتیں کیسے جمع ہوسکتی ہیں، اگر تم محبت میں سچے ہوتے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے، کیونکہ آدمی جس سے محبت کرتا ہے، اس کا فرمانبردار ہوتا ہے۔

سیرت کے جلسے اور نمازیں قضاء

ذکر ولادت کرنے والوں کو دیکھا ہے کہ مجلس میلاد کا اہتمام کرتے ہیں، بانس کھڑے کررہے ہیں، ان پر کپڑے لگارہے ہی اور قمقمے لگارہے ہیں جو عام طور پر چوری کی بجلی سے چل رہے ہوتے ہیں، اور اگر اسی دوران نماز کا وقت آجائے تو نماز نہیں پڑھتے، اور ڈاڑھی مونڈتے ہیں، کیوں جناب! کیا اللہ تعالیٰ کے رسول سے محبت کرنے والے ایسے ہوتے ہیں؟ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی حق ہے کہ پانچ روپے کی مٹھائی منگوا کر تقسیم کردی جائے اور سمجھ لیا جائے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا حق ادا کردیا؟ کیا آپ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللّٰہ کوئی پیشہ ور پیرزادہ سمجھ لیا ہے؟ کہ تھوڑی سی مٹھائی پر خوش ہوجائیں، توبہ توبہ، نعوذ باللّٰہ، یادرکھو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایسے محبت کرنے والے سے خوش نہیں ہیں، سچے محبت کرنے والے تو وہ ہیں جو اپنے قول وفعل، وضع قطع ہر چیز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتے ہیں اور ان کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہیں۔

سیرت کے جلسے اور جلوس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیرتِ طیبہ اور صحابہ کرامؓ

ان غلطیوں میں سے ایک غلطی یہ ہے کہ ہم نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک صرف ایک مہینے یعنی ربیع الاول کے ساتھ خاص کر دیا ہے، اور ربیع الاول کے بھی صرف ایک دن اور ایک دن میں بھی صرف چند گھنٹے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر کے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کر دیا ہے، یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے ساتھ اتنا بڑا ظلم ہے کہ اس سے بڑا ظلم سیرتِ طیبہ کے ساتھ کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

سیرت کے جلسے اور جلوس

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغره ونؤمن به ونتوكل عليه، ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيات اعمالنا، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له، واشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له، واشهد ان سيدنا وسندنا ونبينا ومولانا محمداً عبده ورسوله، صلى الله تعالىٰ عليه وعلىٰ آله واصحابه وبارك وسلم تسليماً كثيراً كثيرا۔

أما بعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم، بسم الله الرحمٰن الرحيم، لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا(سورة الاحزاب:٢١)

آمنت بالله صدق الله مولانا العظيم، وصدق رسوله النبى الكريم، ونحن على ذلك من الشاهدين والشاكرين، والحمد لله رب العالمين۔

آپ کا ذکر مبارک

بزرگانِ محترم وبرادرانِ عزیز!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک انسان کی عظیم ترین سعادت ہے اور اس روئے زمین پر کسی بھی ہستی کا تذکرہ اتنا باعث اجر وثواب، اتنا باعث خیر وبرکت نہیں ہوسکتا، جتنا سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ہوسکتا ہے۔ لیکن تذکرہ کے ساتھ ساتھ ان سیرتِ طیبہ کی محفلوں میں ہم نے بہت سی ایسی غلط باتیں شروع کردی ہیں۔ جن کی وجہ سے ذکر مبارک کا صحیح فائدہ اور صحیح ثمرہ ہمیں حاصل نہیں ہورہا ہے۔

سیرتِ طیبہ اور صحابہ کرامؓ

ان غلطیوں میں سے ایک غلطی یہ ہے کہ ہم نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک صرف ایک مہینے یعنی ربیع الاول کے ساتھ خاص کر دیا ہے، اور ربیع الاول کے بھی صرف ایک دن اور ایک دن میں بھی صرف چند گھنٹے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر کے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کر دیا ہے، یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے ساتھ اتنا بڑا ظلم ہے کہ اس سے بڑا ظلم سیرتِ طیبہ کے ساتھ کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی پوری زندگی میں کہیں یہ بات آپ کو نظر نہیں آئے گی۔ اور نہ آپ کو اس کی ایک مثال ملے گی کہ انہوں نے ۱۲/ربیع الاول کو خاص جشن منایا ہو۔ عید میلاد النبیؐ کا اہتمام کیا ہو، یا اس خاص مہینے کے اندر سیرتِ طیبہ کی محفلیں منعقد کی ہوں۔ اس کے بجائے صحابہ کرام کا طریقہ یہ تھا کہ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ جہاں دو صحابہ ملے انہوں نے آپ کی احادیث اور آپ کے ارشادات آپ کی دی ہوئی تعلیمات کا آپ کی حیات طیبہ کے مختلف واقعات کا تذکرہ شروع کر دیا۔ اس لئے ان کی ہر محفل سیرتِ طیبہ کی محفل تھی۔ ان کی ہر نشست سیرتِ طیبہ کی نشست تھی۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت اور تعلق کے اظہار کے لئے رسمی مظاہروں کی ضرورت نہ تھی کہ عید میلاد النبیؐ منائی جا رہی ہے اور جلوس نکالے جا رہے ہیں، جلسے ہو رہے ہیں، چراغاں کیا جا رہا ہے۔ اس قسم کے کاموں کی صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے زمانے میں ایک مثال بھی پیش نہیں کی جا سکتی۔

اسلام رسمی مظاہروں کا دین نہیں

بات درحقیقت یہ تھی کہ رسمی مظاہرہ کرنا صحابہ کرامؓ کی عادت نہیں تھی، وہ اس کی روح کو اپنائے ہوئے تھے، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں کیوں تشریف لائے

تھے؟ آپ کا کیا پیغام تھا؟ آپ کی کیا تعلیم تھی؟ آپ دنیا سے کیا چاہتے تھے؟اس کام کے لئے انہوں نے اپنی ساری زندگی کو وقف کر دیا۔لیکن اس قسم کے رسمی مظاہرے نہیں کیئے۔ اور یہ طریقہ ہم نے غیر مسلموں سے لیا ہے۔ہم نے دیکھا کہ غیر مسلم اقوام اپنے بڑے بڑے لیڈروں کے دن منایا کرتی ہیں۔اوران دنوں میں خاص جشن اور خاص محفل منعقد کرتی ہیں اوران کی دیکھا دیکھی ہم نے سوچا کہ ہم بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرہ کے لئے عید میلا دالنبیؐ منائیں گے۔اور یہ نہیں دیکھا کہ جن لوگوں کے نام پر کوئی دن منایا جارہا ہے درحقیقت یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی زندگی کے تمام لمحات کو قابلِ اقتداء اور قابلِ تقلید نہیں سمجھا جاسکتا، بلکہ یا تو وہ سیاسی لیڈر ہوتا ہے۔یا کسی اور دنیاوی معاملے میں لوگوں کا قائد ہوتا ہے، تو صرف اس کی یاد تازہ کرنے کے لئے اس کا دن منایا گیا؛ لیکن اس قائد کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ قابلِ تقلید ہے۔ اوراس نے دنیا میں جو کچھ کیا، وہ صحیح کیا ہے، وہ معصوم اور غلطیوں سے پاک تھا لہٰذا اس کی ہر چیز کا اپنایا جائے۔ان میں سے کسی کے بارے میں یہ بھی نہیں کہا جاسکتا۔

آپ کی زندگی ہمارے لئے نمونہ ہے

لیکن یہاں تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ کو بھیجا ہی اس مقصد کے لئے تھا کہ آپ انسانیت کے سامنے ایک مکمل اور بہترین نمونہ پیش کریں۔ ایسا نمونہ بن جائیں جس کو دیکھ کر لوگ نقل اتاریں۔اس کی تقلید کریں، اس پر عمل پیرا ہوں، اوراپنی زندگی کواس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں۔اس غرض کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کواس دنیا میں بھیجا گیا تھا۔ آپ کی زندگی کا ہرایک لمحہ ہمارے لئے ایک مثال ہے، ایک نمونہ ہے۔اورایک قابلِ تقلید عمل ہے۔ اور ہمیں آپ کی زندگی کے ایک ایک لمحہ کی نقل اتارنی ہے۔ اور ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمارا یہ فریضہ ہے، لہٰذا ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے دوسرے لیڈروں پر قیاس نہیں کرسکتے کہ ان کا ایک دن منالیا اور بات ختم ہوگئی بلکہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کو ہماری زندگی کے ایک ایک شعبے کے لئے اللہ تعالیٰ

نے نمونہ بنادیا ہے۔ اور سب چیزوں میں ہمیں ان کی اقتداء کرنی ہے، ہمارا زندگی کا ہر دن ان کی یاد منانے کا دن ہے۔

ہماری نیت درست نہیں

دوسری بات یہ ہے کہ سیرت کی محفلیں اور جلسے جگہ جگہ منعقد ہوتے ہیں، اور ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کو بیان کیا جاتا ہے لیکن بات دراصل یہ ہے کہ کام کتنا ہی اچھے سے اچھا کیوں نہ ہو۔ مگر جب تک کام کرنے والے کی نیت صحیح نہیں ہوگی جب تک اس کے دل میں داعیہ اور جذبہ صحیح نہیں ہوگا۔ اس وقت تک وہ کام بیکار، بے فائدہ، بے مصرف، بلکہ بعض اوقات مضر، نقصان دہ اور باعث گناہ بن جاتا ہے۔

دیکھئے! نماز کتنا اچھا عمل ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور قرآن وحدیث نماز کے فضائل سے بھرے ہوئے ہیں، لیکن اگر کوئی شخص نماز اس لئے پڑھ رہا ہے تاکہ لوگ مجھے نیک متقی اور پارسا سمجھیں، ظاہر ہے کہ وہ ساری نماز اکارت ہے، بے فائدہ ہے، بلکہ ایسی نماز پڑھنے سے ثواب کے بجائے الٹا گناہ ہوگا، حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

من صل یرائی فقد اشرك باللّٰہ

(مسند احمد، ج۴ ص۱۲۶)

ترجمہ

''جو شخص لوگوں کو دکھانے کے لئے نماز پڑھے تو گویا کہ اس نے اللہ کے ساتھ دوسرے کو شریک ٹھہرایا ہے۔''

اس لئے کہ وہ نماز اللہ کو راضی کرنے کے لئے نہیں پڑھ رہا ہے۔ بلکہ مخلوق کو راضی کرنے کے لئے اور مخلوق میں اپنا تقویٰ اور نیکی کا رعب جمانے کے لئے پڑھ رہا ہے، اس لئے وہ ایسا ہے جیسے اس نے اللہ کے ساتھ مخلوق کو شریک ٹھہرایا، اتنا اچھا کام تھا، لیکن صرف نیت کی خرابی کی وجہ سے بے کار ہوگیا، اور الٹا باعث گناہ بن گیا۔

یہی معاملہ سیرتِ طیبہ کے سننے اور سنانے کا ہے، اگر کوئی شخص سیرتِ طیبہ کو صحیح مقصد، صحیح نیت اور صحیح جذبے سے سنتا اور سناتا ہے تو یہ کام بلاشبہ عظیم الشان ثواب کا کام ہے اور باعث خیر و برکت ہے۔ اور زندگی میں انقلاب لانے کا موجب ہے، لیکن اگر کوئی شخص سیرتِ طیبہ کو صحیح نیت سے نہیں سنتا، اور صحیح نیت سے نہیں سناتا ہے، بلکہ اس کے ذریعہ کچھ اور اغراض و مقاصد دل میں چھپے ہوئے ہیں۔ اور جن کے تحت سیرتِ طیبہ کے جلسے اور محفلیں منعقد کی جارہی ہیں۔ تو بھائیو! یہ بڑے گھاٹے کا سودا ہے، اس لئے کہ ظاہر میں تو نظر آرہا ہے کہ آپ بہت نیک کام کر رہے ہیں، لیکن حقیقت میں وہ الٹا گناہ کا سبب بن رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب اور عتاب کا سبب بن رہا ہے۔

نیت کچھ اور ہے

اس نقطہ نظر سے اگر ہم اپنا جائزہ لے کر دیکھیں، اور سچے دل سے نیک نیتی کے ساتھ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ ان تمام محفلوں میں جو کراچی سے پشاور تک منعقد ہو رہی ہیں، کیا ان کے منتظمین اس بناء پر محفل منعقد کر رہے ہیں کہ ہمارا مقصد اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے؟ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی مقصود ہے؟ کیا اس لئے محفل منعقد کر رہے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو تعلیمات ان محفلوں میں سنیں گے اس کو اپنی زندگی میں ڈھالنے کی کوشش کریں گے؟ بعض اللہ کے نیک بندے ایسے بھی ہوں گے جن کی یہ نیت ہوگی۔ لیکن ایک عام طرز عمل دیکھئے تو یہ نظر آئے گا محفل منعقد کرنے کے مقاصد ہی کچھ اور ہیں۔ نیتیں ہی کچھ اور ہیں، یہ نیت نہیں ہے کہ اس جلسے میں شرکت کے بعد ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں گے، بلکہ نیت یہ ہے کہ محلے کی کوئی انجمن ہے، جو اپنا اثر رسوخ بڑھانے کے لئے جلسہ منعقد کر رہی ہے، اور یہ خیال ہے کہ جلسہ سیرت النبی کرنے سے ہماری انجمن کی شہرت ہو جائے گی، کوئی جماعت اس لئے جلسہ سیرت النبیؐ منعقد کر رہی ہے کہ اس جلسہ کے ذریعہ ہماری تعریف ہوگی کہ بڑا شاندار جلسہ کیا، بڑے اعلیٰ درجے کے مقررین بلائے،

اور بڑے مجمع نے اس میں شرکت کی اور مجمع نے دادو تحسین کی..... کہیں جلسے اس لئے منعقد ہورہے ہیں کہ اپنی بات کہنے کا کوئی اور موقع تو ملتا نہیں ہے، کوئی سیاسی بات ہے یا کوئی فرقہ وارانہ بات ہے جس کو کسی اور پلیٹ فارم پر ظاہر نہیں کیا جاسکتا، اس لئے سیرت النبیؐ کا ایک جلسہ منعقد کرلیں، اور اس میں اپنے دل کی بھڑاس نکال لیں، چنانچہ اس جلسے میں پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور توصیف بیان ہورہی ہے، اور فریق مخالف پر بمباری ہورہی ہے۔ اس غرض کے لئے جلسے منعقد ہورہے ہیں۔

دوست کی ناراضگی کے ڈر سے شرکت

پھر دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اگر واقعۃً سچے دل سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنے کی نیت سے ہم نے یہ محفلیں منعقد کی ہوتیں تو پھر ہمارا طرزِ عمل کچھ اور ہوتا، ایک گھر میں ایک محفل میلاد منعقد ہورہی ہے، اب اگر اس محفل میں اس کا کوئی دوست یا رشتہ دار شریک نہیں ہوا تو اس کو مطعون کیا جارہا ہے اور اس پر ملامت کی جارہی ہے۔ اور اس سے شکایتیں ہورہی ہیں، اس محفل میں شرکت کرنے والوں کی نیت یہ ہے کہ کہیں محفل منعقد کرنے والے ہم سے ناراض نہ ہوجائیں۔ اور ان کے دل میں شکایت پیدا نہ ہوجائے، اللہ کو راضی کرنے کی فکر نہیں ہے، محفل منعقد کرنے والوں کو راضی کرنے کی فکر ہے۔

مقرر کا جوش دیکھنا مقصود ہے

کوئی شخص اس لئے جلسے میں شرکت کررہا ہے کہ اس میں فلاں مقرر صاحب تقریر کریں گے۔ ذرا جاکر دیکھیں کہ وہ کیسی تقریر کرتے ہیں، سنا ہے کہ بڑے جوشیلے اور شاندار مقرر ہیں۔ بڑی دھواں دھار تقریر کرتے ہیں۔ گویا کہ تقریر کا مزہ لینے کے لئے جارہے ہیں، تقریر کے جوش وخروش کا اندازہ کرنے کے لئے جارہے ہیں۔ اور یہ دیکھنے کے لئے جارہے ہیں کہ فلاں مقرر کیسے گا گا کر شعر پڑھتا ہے کتنے واقعات سناتا ہے۔

وقت گزاری کی نیت ہے

کچھ لوگ اس لئے سیرت النبیؐ کے جلسے میں شرکت کررہے ہیں کہ چلو، آج کوئی اور کام نہیں ہے، اور وقت گزاری کرنی ہے، چلو، کسی جلسے میں جا کر بیٹھ جاؤ تو وقت گزر جائے گا....اور بے شمار افراد اس لئے شریک ہورہے ہیں کہ گھر میں تو دل نہیں لگ رہا ہے اور محلے میں ایک جلسہ ہورہا ہے، چلو، اس میں تھوڑی دیر جا کر بیٹھ جائیں، اور جتنی دیر دل لگے گا، وہاں بیٹھے رہیں گے، اور جب دل گھبرائے گا، اٹھ کر چلے جائیں گے۔ لہٰذا مقصد یہ ہے کہ کچھ وقت گزاری کا سامان ہوجائے، اگرچہ بعض اوقات اس طرح وقت گزاری کے لئے جانا بھی فائدہ مند ہوجاتا ہے، اللہ رسول کی کوئی بات کان میں پڑجاتی ہے۔ اور اس سے انسان کی زندگی بدل جاتی ہے، ایسے واقعات بھی ہوئے ہیں۔ لیکن میں نیت کی بات کررہا ہوں کہ جاتے وقت نیت درست نہیں ہوتی۔ یہ نیت نہیں ہوتی کہ میں جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سن کر اس پر عمل پیرا ہوں گا۔

ہر شخص سیرتِ طیبہ سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا

قرآن کریم یہ کہتا ہے کہ:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

تمہارے لئے اللہ کے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے، اور آپ کی حیاتِ طیبہ مشعل راہ ہے، یہ ایک پیغام ہدایت ہے، اور یہ ایک اسوہ حسنہ ہے، ایک مکمل نمونہ ہے، لیکن ہر شخص کے لئے نمونہ نہیں ہے، بلکہ اس شخص کے لئے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کو راضی کرنا چاہتا ہو۔ اور اس شخص کے لئے جو یوم آخرت کو سنوارنا چاہتا ہو۔ اور یوم آخرت پر اس کا پورا ایمان اور یقین اور بھروسہ ہو۔ اور وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتا ہو۔ لہٰذا جس شخص میں یہ اوصاف پائے جائیں گے اس کے لئے سیرتِ طیبہ ایک پیغام ہدایت ہے۔

لیکن جس شخص کے اندر یہ اوصاف موجود نہیں اور جو اللہ کو راضی کرنا نہیں چاہتا۔ اور جو یوم آخرت پر بھروسہ نہیں رکھتا، اور یوم آخرت کو سنوارنے کے لئے یہ کام نہیں کرتا۔ اور وہ اللہ کو کثرت سے یاد نہیں کرتا، اس کے لئے اس بات کی کوئی گارنٹی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ اس کے لئے ہدایت کا پیغام بن جائے گی۔ سیرتِ طیبہ تو ابوجہل کے سامنے بھی تھی، اور ابولہب کے سامنے بھی تھی، امیہ بن خلف کے سامنے بھی تھی۔ لیکن وہ سیرتِ طیبہ سے فائدہ نہیں اٹھا سکے ؂

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

یعنی وہ زمین ہی بنجر تھی۔ اور اس بنجر زمین میں ہدایت کا بیج ڈالا نہیں جا سکتا تھا اور وہ بار آور نہیں ہو سکتا تھا۔ لہٰذا اگر کسی شخص کے دل میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی فکر نہیں، اور آخرت کو سنوارنے کی فکر نہیں، اور اللہ کی یاد اس کے دل میں نہیں ہے تو پھر کسی صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ سے وہ شخص اپنی زندگی میں فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

لہٰذا یہ سارے مناظر جو ہم دیکھ رہے ہیں اس میں بسا اوقات نیتیں درست نہیں ہوتیں، اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہزاروں تقریریں سن لیں، اور ہزاروں محفلوں میں شرکت کر لی۔ لیکن زندگی جیسے پہلے تھی ویسی آج بھی ہے، جس طرح پہلے ہمارے دلوں میں گناہوں کا شوق اور گناہوں کی طرف رغبت تھی وہ آج بھی موجود ہے اس کے اندر کوئی فرق نہیں آیا۔

آپ ﷺ کی سنتوں کا مذاق اڑایا جا رہا ہے

تیسری بات یہ ہے کہ انہی سیرتِ طیبہ کے نام پر منعقد ہونے والی محفلوں میں عین محفل کے دوران، ہم ایسے کام کرتے ہیں جو سرکارِ دو عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے قطعی خلاف ہیں، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا جا رہا ہے۔ آپ کی

تعلیمات، آپ کی سنتوں کا ذکر کیا جا رہا ہے، لیکن عملاً ہم ان تعلیمات کا، ان سنتوں کا، ان ہدایات کا مذاق اڑا رہے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے۔

سیرت کے جلسے اور بے پردگی

چنانچہ ہمارے معاشرے میں اب ایسی محفلیں کثرت سے ہونے لگی ہیں جن میں مخلوط اجتماع ہے اور عورتیں اور مرد ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں، اور سیرتِ طیبہ کا بیان ہو رہا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو عورتوں کو فرمایا کہ اگر تمہیں نماز بھی پڑھنی ہو تو مسجد کے بجائے گھر میں پڑھو، اور گھر میں صحن کے بجائے کمرے میں پڑھو، اور کمرے میں بہتر یہ ہے کہ کوٹھڑی میں پڑھو، عورت کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ حکم دے رہے ہیں؛ لیکن انہی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو رہا ہے۔ جس میں عورتیں اور مرد مخلوط اجتماعات میں شریک ہیں، اور کسی اللہ کے بندے کو یہ خیال نہیں آتا کہ سیرتِ طیبہ کے ساتھ کیا مذاق ہو رہا ہے، پوری آرائش اور زیبائش کے ساتھ سج دھج کر بے پردہ ہو کر خواتین شریک ہو رہی ہیں اور مرد بھی ساتھ موجود ہیں۔

سیرت کے جلسے میں موسیقی

نبی کریم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ مجھے جس کام کے لئے بھیجا گیا ہے، اس میں سے ایک کام یہ ہے کہ میں ان باجوں بانسریوں کو اور ساز و سرور کو اور آلاتِ موسیقی کو اس دنیا سے مٹا دوں۔ لیکن آج انہی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر محفل منعقد ہو رہی ہے۔ جلسہ ہو رہا ہے اور اس میں ساز و سرود کے ساتھ نعت پڑھی جا رہی ہے، اور اس میں قوالی شریف ہو رہی ہے قوالی کے ساتھ لفظ ''شریف'' بھی لگ گیا ہے۔ اور اس میں پورے آب و تاب کے ساتھ ہارمونیم بج رہا ہے، ساز و سرود ہو رہا ہے۔ عام گانوں میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں کوئی فرق نہیں رکھا جا رہا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے ساتھ اس سے بڑا مذاق اور کیا ہو سکتا ہے۔

اس کے علاوہ ریڈیو اور ٹیلیویژن پر عورتیں اور مرد مل کر نعتیں پڑھ رہے ہیں، ٹیلیویژن دیکھنے والوں نے بتایا کہ عورتیں پورے آرائش اور زیبائش کے ساتھ ٹیلیویژن پر آرہی ہیں۔ یہ کیا مذاق ہے جو آپ کی سیرتِ طیبہ اور آپ کی تعلیمات کے ساتھ ہورہا ہے۔ عورت جس کے بارے میں قرآن کریم نے فرمایا کہ:

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولٰى (سورۃ الاحزاب: ۳۳)

یعنی زمانہ جاہلیت کی طرح تم بناؤ سنگھار کرکے مردوں کے سامنے مت آؤ، آج وہی عورت پورے میک اپ اور بناؤ سنگھار کے ساتھ مردوں کے سامنے آرہی ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعت پڑھ رہی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اور سیرت کے ساتھ اس سے بڑا ظلم اور کیا ہوسکتا ہے؟ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ان چیزوں کی وجہ سے اللہ کی رحمت آپ کی طرف متوجہ ہوگی تو پھر آپ سے زیادہ دھوکے میں کوئی اور نہیں ہے۔ نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو مٹا کر، آپ کی تعلیمات کی خلاف ورزی کرکے، آپ کی سیرتِ طیبہ کی مخالفت کرکے اور اس کا مذاق اڑا کر بھی اگر آپ اس کے متمنی ہیں کہ اللہ کی رحمتیں آپ پر نچھاور ہوں تو اس سے بڑا مغالطہ اور اس سے بڑا دھوکہ اس روئے زمین پر کوئی اور نہیں ہوسکتا۔

معاذ اللہ...... یہ تو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کے عتاب کو دعوت دینے والی باتیں ہیں، وہ کام جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کے کام ہیں، وہ ہم عین سیرتِ طیبہ کو بیان کرتے وقت کرتے ہیں۔

سیرتِ طیبہ کے جلسے میں نمازیں قضا

پہلے بات صرف جلسوں کی حد تک محدود تھی کہ سیرتِ طیبہ کا جلسہ ہورہا ہے، اس میں شریعت کی چاہے جتنی خلاف ورزی ہورہی ہو، کسی کو پرواہ نہیں، لیکن اب تو بات اور آگے بڑھ گئی ہے چنانچہ دیکھنے اور سننے میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے جلسے کے انتظامات ہورہے ہیں۔ اور ان انتظامات میں نمازیں قضا ہورہی ہیں، کسی

شخص کو نماز کا ہوش نہیں، پھر رات کے دو دو بجے تک تقریریں ہو رہی ہیں۔ اور صبح فجر کی نماز جا رہی ہے۔ جب کہ نبی کریم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تو یہ تھا کہ جس شخص کی ایک عصر کی نماز فوت ہو جائے تو وہ شخص ایسا ہے جیسے اس کے تمام مال اور تمام اہل وعیال کو کوئی شخص لوٹ کر لے گیا۔ اتنا عظیم نقصان ہے.... لیکن سیرتِ طیبہ کے جلسے کے انتظامات میں نمازیں قضا ہو رہی ہیں اور کوئی فکر نہیں، اس لئے کہ ہم تو ایک مقدس کام میں لگے ہوئے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی جو تاکید بیان فرمائی تھی وہ نگاہوں سے اوجھل ہے۔

سیرت کے جلسے اور ایذاءِ مسلم

اور سنئے! سیرتِ طیبہ کا جلسہ ہو رہا ہے۔ جس میں کل پچیس تیس سامعین بیٹھے ہیں۔ لیکن لاؤڈ اسپیکر اتنا بڑا لگانا ضروری ہے کہ اس کی آواز پورے محلے میں گونجے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک جلسہ ختم نہ ہو جائے اس وقت تک محلے کا کوئی بیمار، کوئی ضعیف، کوئی بوڑھا اور معذور آدمی سو نہ سکے۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل تو یہ تھا کہ آپ تہجد کی نماز کے لئے بیدار ہو رہے ہیں، لیکن کس طرح بیدار ہو رہے ہیں؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ "فقام رویداً" آپ دھیرے سے اٹھے کہیں ایسا نہیں ہو کہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی آنکھ کھل جائے۔ "فتح الباب رویداً" آہستہ سے دروازہ کھولا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی آنکھ کھل جائے اور نماز جیسے فریضے کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل تھا کہ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں نماز میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس بچے کی آواز سن کر اس کی ماں کسی مشقت میں مبتلا ہو جائے۔ لیکن یہاں بلاضرورت، بغیر کسی وجہ کے، صرف ۲۵، ۳۰ سامعین کو سنانے کے لئے اتنا بڑا لاؤڈ اسپیکر نصب ہے کہ کوئی ضعیف، بیمار آدمی اپنے گھر میں سو نہیں سکتا۔ اور انتظام کرنے والے اس سے بے خبر ہیں کہ کتنے بڑے کبیرہ گناہ کا ارتکاب ہو رہا ہے۔ اس لئے کہ ایذاء مسلم کبیرہ

گناہ ہے، اس کا کسی کو احساس نہیں۔ (نسائی، کتاب عشرة النساء، باب الغيرة، حدیث نمبر ۳۹۶۳)

دوسروں کی نقالی میں جلوس

ہمارا یہ سارا طرزِ عمل اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ درحقیقت نیت درست نہیں ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو اپنانے اور اس پر عمل کرنے کی نیت نہیں ہے بلکہ مقاصد کچھ اور ہیں............اور جیسا کہ میں نے عرض کیا پہلے صرف جلسوں کی حد تک بات تھی، اب تو جلسوں سے آگے بڑھ کر جلوس نکلنا شروع ہو گئے۔ اور اس کے لئے استدلال یہ کیا جاتا ہے کہ فلاں فرقہ فلاں مہینے میں اپنے امام کی یاد میں جلوس نکالتا ہے تو پھر ہم اپنے نبی کے نام پر ربیع الاول میں جلوس کیوں نہ نکالیں، گویا کہ اب ان کی نقل اتاری جا رہی ہے کہ جب محرم کا جلوس نکلتا ہے تو ربیع الاول کا بھی نکلنا چاہئے، بزعم خود یہ سمجھ رہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے مطابق عمل کر رہے ہیں، اور آپ کی عظمت اور محبت کا حق ادا کر رہے ہیں۔

لیکن اس پر ذرا غور کریں کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود اس جلوس کو دیکھ لیں جو آپ کے نام پر نکالا جا رہا ہے تو کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو گوارا اور پسند فرمائیں گے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہمیشہ اس امت کو ان رسمی مظاہروں سے اجتناب کی تلقین فرمائی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظاہری اور رسمی چیزوں کی طرف جانے کے بجائے میری تعلیمات کی روح کو دیکھو، اور میری تعلیمات کو اپنی زندگی میں اپنانے کی کوشش کرو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی پوری حیاتِ طیبہ میں کوئی شخص ایک نظیر یا ایک مثال اس بات پر پیش کر سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے نام پر ربیع الاول میں یا کسی مہینے میں کوئی جلوس نکالا گیا ہو؟ بلکہ پورے ۱۳۰۰ سال کی تاریخ میں کوئی ایک مثال کم از کم مجھے تو نہیں ملی کہ کسی نے آپ پر جلوس نکالا ہو۔ ہاں! شیعہ حضرات محرم میں اپنے امام کے نام پر جلوس نکالا کرتے تھے، تو ہم نے سوچا کہ ان کی

نقالی میں، ہم بھی جلوس نکالیں گے۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من تشبه بقوم فهو منهم

(ابو داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، حدیث نمرب ۴۰۳۱)

جو شخص کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرتا ہے وہ ان میں سے ہو جاتا ہے اور صرف جلوس نکالنے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ ہو رہا ہے کہ کعبہ شریف کی شبیھیں بنائی جا رہی ہیں، روضۂ اقدس کی شبیھیں بنائی جا رہی ہیں۔ گنبدِ خضراء کی شبیھیں بنائی جا رہی ہیں۔ پورا شہر ان چیزوں سے بھرا ہوا ہے۔ اور دنیا بھر کی عورتیں، بچے، بوڑھے اس کو متبرک سمجھ کر برکت حاصل کرنے کے لئے اس کو ہاتھ لگانے کی کوشش کر رہے ہیں، وہاں جا کر دعائیں مانگی جا رہی ہیں، منتیں مانی جا رہی ہیں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے نام پر یہ کیا ہو رہا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شرک کو، بدعات کو، اور جاہلیت کو مٹانے کے لئے دنیا میں تشریف لائے۔ اور آج آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے نام پر یہ ساری بدعات شروع کر دیں، روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس گنبد سے کوئی مناسبت نہیں، جو آپ نے اپنے ہاتھوں بنا کر کھڑا کر دیا ہے، لیکن اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کو مقدس سمجھ کر تبرک کے لئے کوئی اس کو چوم رہا ہے، کوئی اس کو ہاتھ لگا رہا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حجر اسود

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو حجر اسود کو چومتے وقت شرماتے ہیں کہ اے حجر اسود! میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر کے سوا کچھ نہیں ہے، خدا کی قسم! اگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے تجھے چومتا ہوا نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی نہ چومتا، لیکن میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چومتے ہوئے دیکھا ہے، اور ان کی یہ سنت ہے اس واسطے میں تجھے چومتا ہوں۔ (صحیح بخاری، کتاب الحج باب ماذکر فی الحجر الاسود، حدیث نمبر ۱۵۹۷)

وہاں تو حجر اسود کو یہ کہا جا رہا ہے۔ اور یہاں اپنے ہاتھ سے ایک گنبد بنا کر کھڑا کر دیا، اپنے ہاتھ سے ایک کعبہ بنا کر کھڑا کر دیا، اور اس کو متبرک سمجھا جا رہا ہے اور اس کو

چوما جارہا ہے، یہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کو مٹانے کے لئے تشریف لائے تھے، اسی کو زندہ کیا جارہا ہے، چراغاں ہورہا ہے، ریکارڈنگ ہورہی ہے۔ گانے بجانے ہورہے ہیں، تفریح بازی ہورہی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر میلہ منعقد کیا ہوا ہے۔ یہ دین کو کھیل کود بنانے کا ایک بہانہ ہے، جو شیطان نے ہمیں سکھادیا ہے۔ خدا کے لئے ہم اپنی جانوں پر رحم کریں۔ اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کی عظمت اور محبت کا حق ادا کریں اور اس کی عظمت اور محبت کا حق یہ ہے کہ اپنی زندگی کو ان کے راستے پر ڈھالنے کی کوشش کریں۔

خدا کے لئے اس طرزِ عمل کو بدلیں

سیرتِ طیبہ کے جلسے میں کوئی آدمی اس نیت سے نہیں آتا کہ ہم اس محفل میں اس بات کا عہد کریں گے کہ اگر ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے خلاف پہلے پچاس کام کیا کرتے تھے تو اب کم از کم اس میں سے دس چھوڑ دیں گے، کسی نے اس طرح عہد کیا؟ کسی شخص نے اس طرح عید میلادالنبیؐ منائی؟ کوئی ایک شخص بھی اس کام کے لئے تیار نہیں، لیکن جلوس نکالنے کے لئے، میلے سجانے کے لئے، محرابیں کھڑی کرنے کے لئے، چراغاں کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں، ان کاموں پر جتنا چاہو، روپیہ خرچ کر ڈالو، اور جتنا چاہو، وقت لگوالو، اس لئے کہ ان کاموں میں نفس کو حظ ملتا ہے، لذت آتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کا جو اصل راستہ ہے اس میں نفس و شیطان کو لذت نہیں ملتی۔ خدا کے لئے ہم اپنے اس طرزِ عمل کو ختم کریں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و محبت کا حق پہچانیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو سنتوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العلمین

(از: اصلاحی خطبات۔ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم۔ ج:۲،ص:۱۷۵ تا ۱۸۸)

توہینِ رسالت

اور

گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بدترین انجام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غازی عبدالقیوم شہیدؒ

تم اپنے بادشاہ کی توہین برداشت نہیں کر سکتے'' ہم اپنے دین اور دنیا کے شہنشاہ کی شان میں گستاخی کرنے والے کو کیسے معاف کر دیتے'' اس موذی کو ہلاک کرنے کے بعد نہایت حقارت کے ساتھ اس کی لاش پر تھوکتے ہوئے اس نے کہا تھا: ''اس خنزیر کے بچے نے میرے رسول ﷺ کی توہین کی تھی، اس لئے میں نے اسے قتل کیا ہے'' اس نے اپنی طرف سے وکیل صفائی پیش کرنے سے انکار کر دیا، اقبال جرم پر سیشن کورٹ سے غازی عبد القیوم کو سزائے موت سنائی گئی تو وہ نوجوان مردِ مجاہد اپنی خوشی اور مسرت ضبط نہ کر سکا، اور بے اختیار اس کی زبان سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی صدا بلند ہوئی، مسلمانوں نے جب اس فیصلہ کے خلاف اپیل کرنا چاہی تو اس نے ان سب کی منت سماجت کرتے ہوئے کہا: آپ لوگ مجھے دربارِ رسول ﷺ میں حاضری کی سعادت سے محروم کرنا چاہتے ہیں'' اور وہ اس شعر کی مجسم تصویر بنا ہوا تھا:

دل پہ لیا ہے داغِ عشق کھو کے بہارِ زندگی
اک گلِ تر کے واسطے میں نے چمن لٹا دیا

توہینِ رسالت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰه رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الكريم محمد وآله واصحابه أجمعين۔ اما بعد !

ڈنمارک اور بعض یورپین ممالک میں کچھ لوگوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخانہ خاکے بنائے اور شائع کئے ہیں، یہ عزت مآب جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں توہین اور سراسر گستاخی ہے جو حرام، قطعاً ناجائز اور سنگین جرم ہے، اس کی سزا قتل ہے، اس پر دنیا بھر کے مسلمانوں نے شدید غم وغصہ کا اظہار کیا ہے جو کرنا ہی چاہئے، اس موقع پر کچھ سوالات ذہنوں میں اُبھرتے ہیں، قرآن وسنّت کی روشنی میں ان کے جوابات لکھے گئے ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر آج تک جن لوگوں نے یہ گناہ اور سنگین جرم کیا ہے، ان کا بدترین انجام ہوا، اور ذلّت کی موت مرے، تاریخِ اسلام سے ایسے لوگوں کے چند واقعات بھی عبرت کے لئے لکھے گئے ہیں۔

تحفظِ ناموسِ رسالت کی شرعی حیثیت

سوال نمبر۱... تحفظِ ناموسِ رسالت کی شرعی حیثیت اور اس کی حدود کیا ہیں؟

سوال نمبر۲... اگر کوئی شخص یا حکومت اس کا ارتکاب کرتی ہے تو شرعاً اس کی سزا کیا ہے؟

جواب:۱،۲... تحفظِ ناموسِ رسالت تمام مسلمانوں کا دینی اور شرعی فریضہ ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حق تو ہماری اپنی جانوں سے بھی بہت زیادہ ہے، چنانچہ ارشادِ باری ہے:

النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ

ترجمہ

نبیِ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) مومنین کے ساتھ ان کے نفس (اور ذات) سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔ (سورۃ الاحزاب)

مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ تفسیر معارف القرآن میں اس آیت کی تفسیر کے تحت فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَأَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، اقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ: "النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ" الآية

ترجمہ

کوئی مومن ایسا نہیں جس کے لئے میں دنیا وآخرت میں سارے انسانوں سے زیادہ اولیٰ اور سب سے زیادہ قریب نہ ہوں، اگر تمہارا دل چاہے تو اس کی تصدیق کے لئے قرآنِ کریم کی یہ آیت پڑھ لو۔ (النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ) (صحیح البخاری: ج۲ ص۷۰۵)

جس کا حاصل یہ ہے کہ میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مؤمن مسلمان پر ساری دنیا سے زیادہ شفیق و مہربان ہوں اور یہ ظاہر ہے کہ اس کا لازمی اثر یہ ہونا چاہئے کہ ہر مومن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سب سے زیادہ ہو، جیسا کہ حدیث میں بھی یہ اشارہ ہے:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ. (بخاری، مسلم، مظهری)

ترجمہ

تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک اس کے دل میں

میری محبت اپنے باپ، بیٹے اور سب انسانوں سے زیادہ نہ ہو۔(معارف القرآن: ج۷/۸۷)

ذیل میں چند احادیثِ مبارکہ اور آثارِ صحابہ سے بھی تحفظِ ناموسِ رسالت کی اہمیت واضح ہوتی ہے:

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص کی اُم والد باندی تھی جو نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتی تھی، وہ اس کو روکتے تھے مگر وہ نہ رکتی تھی، وہ اسے ڈانٹتے تھے مگر وہ نہ مانتی تھی، راوی کہتے ہیں جب ایک رات پھر اس نے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرنا اور گالیاں دینی شروع کیں تو اس نابینا نے ایک خنجر لیا اور اس کے پیٹ پر رکھا اور وزن ڈال کر دبا دیا اور اس کو مار ڈالا، عورت کی ٹانگوں کے درمیان سے بچہ نکل پڑا اور جو کچھ وہاں تھا وہ خون آلود ہوگیا، جب صبح ہوئی تو یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ذکر کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا میں اس آدمی کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے جو کچھ کیا میرا اس پر حق ہے وہ کھڑا ہو جائے تو وہ نابینا شخص کھڑا ہوگیا اور لوگوں کو پھلانگتا ہوا اس حالت میں آگے بڑھا کہ وہ کانپ رہا تھا، اور جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس کا مالک اور اسے مارنے والا ہوں، یہ آپ کو گالیاں دیتی تھی، اور گستاخیاں کرتی تھی میں اسے روکتا تھا وہ رکتی نہ تھی اور اس سے میرے دو بچے ہیں جو موتیوں کی طرح خوبصورت ہیں اور وہ مجھ پر بہت مہربان بھی تھی، لیکن آج رات جب اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینا اور بُرا بھلا کہنا شروع کیا تو میں نے خنجر لیا اس کے پیٹ پر رکھا اور زور لگا کر اسے مار ڈالا، نبیِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں گواہ رہو اس کا خون ھدر ہے یعنی بے سزا ہے۔'' (رواہ ابوداؤد: ج۲/۲۵۱، مکتبہ حقانیۃ)

’’حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودیہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتی اور برا بھلا کہتی تھی تو ایک آدمی نے اس کا گلا گھونٹ دیا یہاں تک کہ وہ مرگئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون کو ناقابلِ سزا قرار دیدیا۔
(ابوداؤد: ج۲/۲۵۲)

ابنِ خَطَل کی گانے والی دونوں باندیوں کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتحِ مکہ کے موقع پر قتل کرنے کا حکم دیا تھا، ان دونوں کے قتل کرنے کا حکم بھی اس لئے دیا گیا ہے کہ یہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بدگوئی کے اشعار گایا کرتی تھیں۔ ان میں سے ایک قتل کی گئی اور دوسری بھاگ گئی جو بعد میں آکر مسلمان ہوگئی۔‘‘ (رواہ فی ھامش ابوداؤد: ج۲/۹، کذافی ھامش البخاری: ج۲/۶۱۴)

’’اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر حویرث ابن نَقِید کو قتل کرنے کا حکم ارشاد فرمایا یہ بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچایا کرتا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کیا۔ (کذافی ھامش البخاری: ج۲/۶۱۴)

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والا مُباح الدَّم ہوجاتا ہے یعنی اس کا خون بہانا جائز ہوجاتا ہے۔ اور حق کا علمبردار سزاؤں کا مستحق نہیں ہوتا بلکہ ثواب کا حق دار ہوجاتا ہے۔

لہٰذا اگر کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں صراحۃً یا اشارۃً، قولاً یا فعلاً بدگوئی اور گستاخی کرے، تو شرعاً گستاخی کرنے والا شخص قتل کا مستحق ہے، اور قتل کرنے کی ذمہ داری حکومت پر ہے کہ وہ ہر طریقے سے ایسے مجرم کو پکڑ کر اس پر قتل کی سزا جاری کرے، عام آدمی کے لئے قانون کے نفاذ کو اپنے ہاتھ میں لینا مناسب نہیں، لیکن اس کے باوجود اگر کسی عام شخص نے ایسے گستاخ اور بدگوئی کرنے والے شخص کو قتل کردیا تو اس پر شرعاً نہ قصاص ہے اور نہ تاوان، کیونکہ ایسے شخص کا خون مباح ہوجاتا ہے اور اس کا قتل

جائز ہوجاتا ہے، لیکن عام شخص کے لئے ایسا کرنا صرف خلافِ انتظام ہے۔

یہ تفصیل اُس وقت ہے جبکہ گستاخی کرنے والا حربی کافر ہو یا مسلمان ہو لیکن اگر گستاخی کرنے والا ذمی کافر ہو (یعنی اسلامی ملک کا باشندہ ہو) تو بعض فقہاء کے نزدیک اس کا بھی یہی حکم ہے جو اوپر لکھا گیا، کیونکہ ایسے کافر کا ذمی ہونا ختم ہوجائے گا، لیکن بعض فقہاء جیسے علامہ شامی رحمہ اللہ کی تحقیق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ ذمہ تو ختم نہ ہوگا لیکن انتظامی اور تعزیری طور پر حکومتِ وقت اس کو قتل کرسکتی ہے، جبکہ وہ علانیہ اور بار بار سبّ وشتم کرتا ہو۔ (ملاحظہ ہو "رسائل ابن عابدین" ج۱/۳۵۴) و (خلاصۃ الفتاویٰ: ج۴/ ۳۸۶) و (شامیہ: ج۴/۲۱۵)

شرعی سزا کا نفاذ ممکن نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال نمبر:۳... موجودہ دور میں اگر شرعی سزا کا نفاذ ناممکن ہو تو مسلمان کے لئے اس سے برأت اور بچاؤ کے لئے کیا حکم ہے اور وہ کیا طریقہ اختیار کریں؟

جواب:۳... ایسی صورت میں ہر مسلمان کے ذمہ ہے کہ اس میں جتنی قوت وطاقت ہو وہ جائز اور ممکن طریقوں کے ذریعہ ایسی گستاخانہ حرکتوں کو اور ایسی گستاخانہ حرکت کرنے والوں کو اور ان کے اسباب وذرائع کو روکیں، اور جس میں یہ قدرت نہ ہو ان پر زبان سے اس کی خرابی اور برائی بیان کرنا واجب ہے، اور جس کو زبان سے کہنے میں جان ومال کا خطرہ ہو اس کے لئے دل میں برا جاننا واجب ہے، جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں یہی تفصیل آئی ہے:

"سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص برائی کو دیکھے تو چاہئے کہ اپنی طاقت سے اس کو روکے، اگر اس کی قوت نہ ہو تو زبان سے اس کو منع کرے، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے اس کو بُرا سمجھے، یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔" (ج۱/۵۱)

اس سلسلے میں احتجاج کرنا درست ہے، بشرطیہ احتجاج پُر امن طریقے سے ہو، اور اس میں حرام و ناجائز کاموں کا ارتکاب نہ ہو۔ مثلاً لوگوں کی املاک اور اموال کو نقصان پہنچانا، جلاؤ، گھیراؤ اور پتھراؤ کرنا وغیرہ، کیونکہ یہ سب گناہ کے کام ہیں جو حرام اور ناجائز ہیں ان سے بچنا ہر حال میں لازم ہے۔

سوال نمبر:۴... ایسے لوگوں سے تجارتی تعلقات ختم کرلینا یا معاہدات ختم کرلینا شرعی رُو سے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ... گستاخی کرنے والوں سے تجارتی تعلقات کا یا معاہدات کا ختم کرلینا شرعاً جائز ہے، (ماخذۂ امداد المفتین ،ص:۱۰۲۵)

ایمانی غیرت وحمیت کا یہی تقاضہ ہے

چنانچہ کتبِ احادیث میں ثُمَامَہ ابن اُثَال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہے، ثمامہ ابن اثال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی قوم کے سردار تھے، اور اسلام لانے کے بعد جب وہ مکہ مکرمہ گئے اور اہل مکہ نے ان کے اسلام لانے کو توہین آمیز الفاظ سے تعبیر کیا تو انہوں اہلِ مکہ کے ساتھ تجارتی تعلقات ختم کردیئے، اس طور پر کہ اہلِ مکہ کے لئے یَمَامَہ سے آنے والے غلہ کی درآمد پر پابندی لگائی اور یہ کہا کہ اُس وقت تک یہ پابندی برقرار رہے گی جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اجازت نہ دیدیں چنانچہ جب اہلِ مکہ غلہ کی درآمد پر پابندی لگنے کی وجہ سے مشکلات کا شکار ہوئے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ ثُمَامَہ ابن اُثَال رضی اللہ عنہ کے نام والا نامہ تحریر فرمائیں کہ وہ اس پابندی کو ختم کردیں، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ درخواست منظور فرماتے ہوئے ثمامہ ابن اثال رضی اللہ عنہ کی جانب ایک مکتوبِ مبارک تحریر فرما کر ارسال کیا، اس کے بعد یہ پابندی ختم کردی گئی، اور معاہدات ختم کرنے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف

لائے تو انصار اور مہاجرین کے درمیان ایک تحریری معاہدہ فرمایا اور اس معاہدہ میں یہود کو بھی شامل کیا، لیکن بعد میں یہود کی سازشوں، ریشہ دوانیوں اور گستاخیوں کی بناء پر معاہدہ ختم فرمایا، حتی کہ بعض یہود کے خلاف جہاد فرمایا اور بعض یہود کو جلاوطن فرمایا۔ (فی مسلم: ج ۹۳/۲)، (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح: ج ۵۱۲/۸)، (الصارم المسلول لابن تیمیۃ: صفحہ ٦٦)

جس کمپنی کا توہین سے تعلق نہ ہو اس کے بائیکاٹ کا کیا حکم ہے؟

سوال نمبر ۵ ... اگر کسی کمپنی یا شخص کا اس توہین والے عمل کے ساتھ بلاواسطہ کوئی تعلق نہ ہو محض ایک علاقائی یا لسانی تعلق ہو، اس بناء پر اس شخص یا کمیٹی کا بائیکاٹ کرنا اور لوگوں کو اس کی ترغیب دینا کیسا ہے؟

جواب ... اگر کسی کمپنی یا شخص کا اس توہین والے عمل کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو، محض ایک علاقائی یا لسانی تعلق ہو تو اگر وہ ان کے اس بُرے عمل کے حامی ہوں تو ان کا وہی حکم ہے جو اوپر کے جواب میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور اگر کمپنی یا شخص ان کے اس بُرے عمل سے بیزاری اور لاتعلقی اختیار کریں تو ایسی صورت میں اگر کمپنی کی آمدنی کا فائدہ گستاخوں کو پہنچ رہا ہو تو اس کمپنی کا بھی بائیکاٹ کرنا چاہئے۔ البتہ اس شخص سے جو اس گستاخی سے بیزاری اور لاتعلقی اختیار کرے اس سے تعلق رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ (ماخذۂ تبویب جامعہ دارالعلوم کراچی فتویٰ نمبر ۲/۸۵۹ بتصرف کثیر)

گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات

خسرو پرویز کا قتل اور اس کی حکومت کا خاتمہ

فارس ایران کا پرانا نام ہے، یہ اپنے زمانہ کی بڑی طاقت ور حکومت تھی، رقبہ کے لحاظ سے بہت وسیع سلطنت تھی جس کی سرحد ہندوستان تک پھیلی ہوئی تھی، جنوبی عرب میں یمن پر اس کا گورنر حاکم تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خسرو پرویز ایران کا بادشاہ تھا جس کا لقب کسریٰ تھا، آپ نے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ آپ کا نامۂ مبارک بحرین کے حاکم شجاع بن وہب کے ذریعہ کسریٰ کو پہنچائیں، چنانچہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک کسریٰ کو پہنچایا جو یہ تھا:

نامۂ مبارک کا ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محمد رسول اللہ کی طرف سے
کسریٰ عظیم فارس کے نام

سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لائے اور جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں تمام لوگوں کی طرف تا کہ جو لوگ زندہ ہیں ان تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا جائے، پس تم اسلام لاؤ سلامت رہو گے اور اگر انکار کرو گے تو تمام مجوس (آتش پرستوں) کا وبال تمہاری گردن پر ہوگا۔

خسرو پرویز کی ناراضگی

کسریٰ کے دربار میں جب یہ نامہ مبارک پڑھا گیا تو خسرو پرویز سخت غصہ ہوا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی اپنے نام سے پہلے دیکھ کر مشتعل ہو گیا، اور طیش میں آ کر خط پھاڑ دیا، اور کہا میں سب کچھ سمجھ گیا ہوں، اس نے ہمیں عرب سمجھ رکھا ہے (نعوذ باللہ) میرا غلام ہو کر اس مضمون کا خط لکھنے کی جرأت کی ہے۔ اس نے یمن کے گورنر باذان کو حکم نامہ لکھوایا کہ دو طاقتور آدمی بھیج کر اس مدعیٔ نبوت کو گرفتار کر کے ہمارے حضور روانہ کیا جائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر حضرت عبداللہ بن حُذَافہ سہمی رضی اللہ عنہ دربار سے سوئے مدینہ روانہ ہوئے اور جو کچھ دیکھا سنا تھا بیان کر دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس طرح اس نے میرے خط کو پرزے پرزے کیا ہے اللہ تعالیٰ اس کی سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے فرمادے گا۔

کچھ دن بعد میں یہ بھی ارشاد فرمایا:

کسریٰ مرگیا اور اب اس کے بعد کسریٰ نہ ہوگا، جب قیصر ہلاک ہوگا تو اس کے بعد قیصر نہ ہوگا، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم دونوں سلطنتوں کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ کروگے۔

کسریٰ کے حکم کے مطابق گورنر یمن باذان نے دو طاقت ور فوجی روانہ کئے ان میں ایک کا نام بابویہ اور دوسرے کا نام خرِخسرو تھا ایک خط کے ساتھ مدینہ بھیجے۔ یہ دونوں مدینہ پہنچے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وہ خط پیش کرنے آئے تو خوف سے تھرتھر کانپنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان پر نظر ڈالی تو فرمایا افسوس ہے تمہاری اس حالت پر (کیونکہ دونوں کی داڑھیاں صاف منڈی ہوئی تھیں اور مونچھیں متکبرانہ انداز میں بل دی ہوئی تھیں) تمہیں کس نے یہ صورت بنانے کا حکم دیا ہے؟ عرض کیا ہمارے رب (کسریٰ بادشاہ) نے، آپ نے فرمایا! میرے رب نے مجھے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں چھوٹی کرانے کا حکم دیا ہے، انہوں نے عرض کیا اگر آپ نے کسریٰ کے پاس چلنے سے انکار کیا تو وہ آپ کو اور آپ کی پوری قوم کو ہلاک کردے گا فرمایا: اب جاؤ کل آنا۔

اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو مطلع کردیا کہ کسریٰ کو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کردیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں قاصدوں کو طلب فرمایا اور ان کے آنے کے بعد فرمایا کہ میرے رب کے حکم سے تمہارا آقا قتل کردیا گیا ہے، یہ بھی فرمایا کہ کسریٰ کی سلطنت تک یہ دین پھیلے گا اور باذان کو پیغام دیا کہ اگر وہ مسلمان ہوجائے تو اسے یمن پر حاکم برقرار رکھا جائے گا، خرِخسرو کو ایک پٹکا جو سونے اور چاندی کا بنا ہوا تھا عطا فرمایا۔

بابویہ نے کسریٰ کے قتل کی تاریخ لکھ لی یمن پہنچ کر باذان کو بتایا کہ ان کی باتیں کسی بادشاہ کی نہیں بلکہ نبی کی معلوم ہوتی ہیں طے ہوا کہ اگر درست نکلیں تو عمل کریں گے چند دن بعد شیرویہ کا فرمان باذان کو ملا کہ کسریٰ کو قتل کر دیا گیا ہے یمن میں اس کی اطاعت کا عہد لے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی باز پرس نہ کرے اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خبر دی تھی وہ حرف بحرف پوری ہوئی کسریٰ کے تخت پر اس کا بیٹا شیرویہ قابض ہوا جس کی حکومت چھ ماہ سے زیادہ نہ چل سکی اس طرح کسریٰ پرویز کے قتل کے بعد اس کی سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا اور بالآخر چار سو سال پرانی سلطنت کا چراغ اسلامی افواج کے ہاتھوں گل ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ پیشین گوئی آٹھ سال کے اندر اندر پوری ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایران کا حاکم بنا دیا۔

فائدہ:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کے پھاڑنے اور حضور پر اظہارِ ناراضگی کی گستاخی کا انجام یہ ہوا کہ کسریٰ پرویز اپنے بیٹے شیرویہ کے ہاتھوں قتل ہوا اور اس کی سلطنت بھی ختم ہوگئی۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا أُولِی الْأَبْصَارِ! اے عقل والو عبرت حاصل کرو!

کعب بن اشرف یہودی کا قتل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والوں میں ایک یہودی کعب بن اشرف بھی تھا، یہ شاعر ہونے کے علاوہ بڑا مال دار یہودی تھا، غزوۂ بدر میں قریش کی شکست کا اس کو یقین نہ آتا تھا جب حقیقت معلوم ہوئی تو اس نے کہا قریش کے سردار جو حرم کے نگہبان اور عرب کے بادشاہ ہیں ان کی موت کے بعد ہم جیسوں کا زمین پر چلنے پھرنے سے مر جانا بہتر ہے۔

مکہ مکرمہ گیا اور قریش کے غزوۂ بدر میں قتل ہونے والے سرداروں کے ماتم

میں قریش کے ساتھ شریک ہوا اور انہیں مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتا رہا اور مشرکوں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر اکساتا رہا، مدینہ منورہ واپس آکر نئے جوش اور جذبے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین میں منہمک ہوگیا مسلمانوں کی دل آزاری کی خاطر ان کی بیبیوں کا نام لے کر عاشقانہ اشعار کہنے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کون ہے جو مجھے اس کے شر سے نجات دلوائے؟ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے حامی بھر لی اور عرض کیا اس کوشش میں اگر کوئی بات ظاہراً بے ادبی اور بظاہر ایمان کے خلاف ہو تو کہنے کی اجازت ہوگی؟ فرمایا تمہیں اجازت ہے۔

چنانچہ منصوبہ بنایا گیا، ابو نائلہ جو کعب بن اشرف کے دودھ شریک بھائی تھے اور حضرت عبادؓ بن بشر اور حضرت ابو عبسؓ بن جبیر کو اس میں شریک کیا گیا، منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے وہ کعب کے پاس گئے ادھر ادھر کی باتیں ہوئیں ایک دوسرے کو اپنے اپنے اشعار سنائے، جب اعتماد کی فضا بن گئی تو کہا میں ایک ضرورت سے آیا ہوں اگر راز داری کا عہد کرو تو بیان کروں، اس نے جواب دیا کیا تم اپنے بھائی پر بھی اعتماد نہ کرو گے؟ فرمایا اس شخص "رسول اللہ علیہ وسلم" نے ہم سے صدقہ طلب کیا ہے جو ہمارے لئے مشقت کا باعث ہے، ہم پر احسان کرو کچھ غلہ، کھانے پینے کی چیزیں ہمیں دو ہم اسکے بدلے کچھ نہ کچھ رہن رکھیں گے پوچھا کیا اپنی بیویوں کو گروی رکھو گے؟ نہیں اس میں بڑی رسوائی ہوگی، چلو بچوں کو رہن رکھ دو، یہ بات بھی ذلت کا باعث ہوگی، تم احسان سے کام لو اگر رہن ہی رکھنا ہے تو ہمارے ہتھیار رکھ لو اس سے غلہ کی قیمت بھی ادا ہو جائے گی، کعب نے رضامندی ظاہر کی۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں کے پاس آئے اور کہا ہتھیار سجا لو، پھر سب مل کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے انہیں بقیع الغرقد تک چھوڑ دیا اور فرمایا اللہ کے نام پر اس کی مدد کے بھروسے چلے جاؤ!، وہ سب کعب کے قلعہ پر پہنچے اور محمد بن مسلمہ نے آواز دی ہر چند اس کی نئی دلہن

روکتی رہی لیکن وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں اندھا ہوا جارہا تھا کہا جواں مرد تو وہ ہے جب رات میں بھی اس کو نیزہ بازی کے لئے بلایا جائے تو دیر نہ کرے، اس کے آنے کے بعد دونوں کچھ دیر آپس میں باتیں کرتے رہے اور کہا ہواؤں میں کس قدر خوشبو مہک رہی ہے؟ اے ابن اشرف یہ اس تیل کی مہک ہے جو تم نے سر میں لگایا ہے سر پکڑ کر خوشبو کو سونگھنے لگا، وہ بڑا خوش ہوا یہ دیکھ کر اس کے بال مضبوطی سے جکڑ لئے اور آواز دی اس دشمنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تمام کردو۔ ہر طرف سے تلواریں پڑنے لگیں، حضرت محمد بن مسلمہ نے اپنا چھوٹا خنجر اس کی ناف میں گھونپ دیا اور اس نے زور کی چیخ ماری۔ جلدی سے آپ نے اس لعین کا سر کاٹا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے بقیع غرقد کے قریب پہنچے تو اللہ اکبر کا نعرہ لگایا، آواز حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو سمجھ گیے کہ کام تمام ہوگیا آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا فرمائی۔

صبح یہودی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس قتل پر اپنی پریشانی کا اظہار کیا ارشاد ہوا تم کعب کے اشعار اور اس کے گستاخانہ انداز اور کھلی مخالفت سے خوب واقف ہو اگر تم معاہدے پر قائم رہو تو پھر کسی سے کوئی عداوت نہیں۔

فائدہ: کعب بن اشرف یہودی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں حد سے زیادہ گستاخی کی اور اپنے کیفرِ کردار کو پہنچا۔

ابورافع گستاخِ رسول کا انجامِ بد

ابورافع اسلام دشمنی میں کعب بن اشرف کا معین اور مددگار تھا اس کا نام عبداللہ تھا، جو ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلے شوہر کا بھائی تھا بہت مالدار تھا اور خیبر میں اپنے قلعہ میں رہتا تھا ابورافع اس کی کنیت تھی، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی دشمنی میں پیش پیش تھا۔

کعب بن اشرف کو جہنم رسید کرنے کا شرف قبیلہ اوس کے حصہ میں آتا تھا، ایسا

ہی اعزاز قبیلہ خزرج کے لوگ بھی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ آخر ابورافع پر ان کی نظر پڑی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر حضرت عبداللہ بن عتیق، مسعود بن سنان اور عبد اللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کام کو انجام دینے کا بیڑہ اٹھایا اس جماعت کا امیر حضرت عبداللہ بن عتیق کو بنایا گیا، خیبر میں اس کے قلعہ کے قریب شام کے وقت پہنچے، حضرت عبداللہ بن عتیق نے اپنے ساتھیوں سے کہا میں کسی نہ کسی ترکیب سے قلعہ کے اندر جاؤں گا، اندھیرا پھیلنے لگا تو حضرت عبداللہ بن عتیق قلعہ کی فصیل کے قریب ایسے بیٹھ گئے جیسے قضائے حاجت کے لئے بیٹھے ہوں دربان نے سمجھا اپنا ہی آدمی ہے دروازہ بند کرنے کا وقت آیا تو آواز دی اندر آجاؤ یہ سنتے ہی وہ قلعہ میں داخل ہو کر لوگوں میں شامل ہو گئے۔

ابورافع بالا خانے پر رہتا تھا، رات گئے قصہ خواں اس کے پاس جمع رہتے تھے، جب یہ محفل برخواست ہوگئی تو دربان نے تمام دروازے بند کئے اور چابیوں کو ایک طاق میں رکھ کر خود بھی سو گیا۔

حضرت عبداللہ بن عتیق نے دربان کو غافل پایا تو کنجیاں اٹھالیں قلعہ کے ہر کمرے کا اندرونی تالا کھولتے اور اسے اپنے پیچھے بند کر لیتے تاکہ اگر کوئی اندر داخل ہونا چاہے تو راستہ نہ پاسکے، آخر وہ اس مقام پر پہنچ گئے جہاں ابورافع اپنے بچوں کے ساتھ سویا ہوا تھا، اندھیرے کی وجہ سے وہ دکھائی نہیں دے رہا تھا انہوں نے آواز دی ابورافع! جواب ملا کون ہے؟ حضرت عبداللہ نے آواز کے رخ پر تلوار سے وار کیا بدحواسی میں وار اوچھا پڑا اور ابورافع نے شور مچایا، کچھ وقت گزرا تو آواز بدل کر پوچھا یہ شور کیسا ہے؟ ابو رافع نے جواب دیا کوئی میرے کمرے میں گھس آیا ہے اور مجھ پر وار کیا گیا ہے حضرت عبداللہ قریب پہنچے اور تلوار اس کے پیٹ میں گھونپ دی جو آر پار ہوگئی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں دروازہ کھولتا ہوا آخری زینے تک پہنچا سمجھا کہ زمین آگئی ہے آگے بڑھا تو بلندی سے نیچے گر پڑا اور پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ عمامہ نکال کر اسے باندھ لیا اور ساتھیوں کے پاس

فصیل کے باہر پہنچ گیا ان سے کہا تم جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری سناؤ، میں صبح اس کی موت کی تصدیق کے بعد آؤں گا۔

مرغ نے بوقتِ فجر اذان دی تو منادی نے قلعہ سے اعلان کیا کہ کسی نے ابورافع کو قتل کردیا ہے یہ سن کر میں خوش خوش مدینہ منورہ آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے پنڈلی کی ٹوٹی ہڈی پر لعابِ دہن لگایا جو اچھی ہوگئی۔

فائدہ: ابورافع گستاخِ رسول ہی نہیں تھا بلکہ قریش کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ابھارا کرتا تھا ان کی ہر طرح مدد کرتا تھا لہٰذا مسلمانوں کی سلامتی کے لئے ایسے مجرم کا خاتمہ بہت ضروری تھا، بہرحال! ابورافع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی سزا پاکر ہمیشہ کے لئے جہنم میں گیا۔

یہودیہ عَصْمَاء شاعرہ کا انجام

بنی خطمہ میں ایک یہودیہ عصماء نامی عورت شاعرہ تھی اس نے اپنی شاعری کا رخ مسلمانوں کی ہجو کرطرف موڑ دیا تھا خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بڑے گستاخانہ اشعار کہتی تھی اور لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف لڑائی پر ابھارتی تھی اپنے ایام ماہواری کے گندے کپڑے مسجد میں ڈالا کرتی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابھی غزوۂ بدر سے واپس نہ ہوئے تھے کہ اس نے اپنے اشعار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہجو اور گستاخی شروع کردی، ایک نابینا صحابی حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا تو دل میں عہد کرلیا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر سے بسلامت واپس تشریف لائے تو میں اس شاعرہ کی زبان بند کروں گا۔ الحمد للہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے فاتحانہ تشریف لائے تو حضرت عمیر رضی اللہ عنہ اپنی منت پوری کرنے کے لئے تلوار لے کر نکلے، رات کے وقت اس کے گھر میں داخل ہوئے راستہ ٹٹولتے ٹٹولتے اس کے

قریب پہنچے، بچہ اس کی چھاتی سے لگا ہوا تھا اسے ایک طرف کیا اور تلوار دل میں چبھودی وہ آواز تک نہ نکال سکی اور مر گئی۔

صبح نماز مسجد نبوی میں ادا کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دیتے ہوئے عرض کیا: کیا مجھ سے کوئی مواخذہ تو نہیں ہوگا؟ فرمایا: نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے عمیر رضی اللہ عنہ لوٹ رہے تھے تو عصماء کے لڑکے نے کہا یہ ہماری ماں کا قاتل ہے جواب میں کہا بیشک میں نے ہی اسے قتل کیا ہے اور اگر کسی نے پھر ایسی جرأت کی تو اسے بھی موت کا مزہ چکھاؤں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا:

اگر کوئی ایسے شخص کو دیکھنا چاہتا ہو جس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی غائبانہ مدد کی ہو تو وہ عمیر بن عدی کو دیکھے۔

یہ بھی ارشاد ہوا کہ ان کو نابینا نہ کہو یہ بینا اور بصیر ہیں وہ بیمار ہوئے تو عیادت کے لئے جاتے ہوئے فرمایا کہ مجھے بنی واقف کے بینا کی عیادت کے لئے لے چلو۔

یہودی شاعر کا قتل

قبیلۂ بنی عمر بن عوف میں ابوعفک ایک شاعر تھا اس کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔ ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور ہجو کرتا تھا، اپنی قوم کے جذبات کو مسلمانوں کے خلاف ابھارتا تھا، بدر کی فتح سے بھی کوئی سبق نہ لیا بلکہ اس کی گستاخی کچھ اور ہی بڑھ گئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو میری عزت وحرمت کے لئے اس کی زبان بند کردے؟ حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ تلوار لے کر اٹھ کھڑے ہوئے رات آئی تو اپنے کام پر روانہ ہوئے، ابوعفک اپنے گھر کے صحن میں غفلت کی نیند سو رہا تھا تلوار اس کے سینے کے پار کردی اور اس کا کام تمام کردیا۔ (یہاں تک تمام واقعات بعد ترمیم سیرتِ احمد مجتبیٰ سے ماخوذ ہیں)

ایک گستاخ عورت کا قتل

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ایک شخص نابینا تھا، ان کی ایک ام ولد تھی (ام ولد اس باندی کو کہتے ہیں جس کی اولاد کو آقا اپنی قرار دیدے) جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہتی تھی اور آپ کی شان میں گستاخی کرتی تھی وہ اس کو منع کرتے ؛لیکن وہ باز نہ آتی، ایک مرتبہ رات کو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنا شروع کردی جس پر انہوں نے ایک چھوٹی تلوار اس کے پیٹ پر رکھی اور دبا کر اس کا پیٹ پھاڑ دیا اور اس کا کام تمام کیا جب صبح ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کا یہ واقعہ بتایا گیا، آپ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا:

میں اس شخص کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں جس نے (میری عزت و ناموس کی حفاظت کے خاطر) جو کچھ کیا ہے وہ کھڑا ہو جائے مجھ پر اس کا حق ہے۔

یہ سن کر وہ نابینا کھڑے ہوئے اور لڑ کھڑاتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا کر بیٹھ گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ یا رسول اللہ! مقتولہ ام ولد کا میں مالک ہوں وہ آپ کی شان میں گستاخی کرتی تھی اور برا بھلا کہتی تھی میں اس کو منع کرتا تھا لیکن وہ باز نہ آتی تھی میرے اس سے دو خوبصورت لڑکے بھی ہیں اور وہ مجھ پر مہربان بھی تھی، لیکن گزشتہ شب جب اس نے آپ کی شان میں گستاخی کی اور آپ کی بے حرمتی کا ارتکاب کیا تو میں نے ایک چھوٹی تلوار سے اس کو قتل کر دیا، یہ سن کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گواہ رہوان کا خون معاف ہے۔ (السیف البتّار)

گستاخ یہودی عورت کا انجام

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بدتمیزی کرتی تھی تو ایک شخص نے اس کا گلا گھونٹ دیا اور وہ مرگئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون بھی معاف کردیا۔ (السیف البتّار)

گستاخِ رسول ابن خطل کا قتل

فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چار آدمی جہاں ملیں انہیں قتل کر دیا جائے، اگر چہ کعبہ کے پردے کے نیچے ہوں ان میں سے ایک عبد اللہ ابن خطل اور دوسرا حویرث ابن نقید۔

عبد اللہ ابن خطل کے قتل کا حکم اس لئے فرمایا کہ پہلے یہ شخص مسلمان تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے روانہ کیا اس کے ساتھ ایک انصاری صحابی اور اس کا ایک مسلمان غلام بھی تھا جو ابن خطل کی خدمت کیا کرتا تھا، رات کو کسی جگہ ٹھہرے تو ابن خطل نے اپنے خادم غلام کو حکم دیا کہ وہ اس کے لئے بکرا ذبح کر کے کھانا تیار کرے اور خود سو گیا، جب جاگا تو دیکھا غلام نے کوئی چیز تیار کر کے نہیں رکھی تو غصہ میں اس نے غلام کو قتل کر دیا اور مرتد ہو کر مشرکینِ مکہ سے جاملا اور وہاں پہنچ کر ابن خطل نے دو باندیاں خریدیں جو گانا گا کر نعوذ باللہ آپ کی ہجو کرتی تھیں اور یہ اس سے لطف اندوز ہوتا تھا، اس لئے حضرت زبیر ابن العوام رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کیا جبکہ وہ خانہ کعبہ کے پردہ سے لٹکا ہوا تھا اور اس کی ایک باندی بھی فتح مکہ کے موقع پر قتل کی گئی جبکہ دوسری باندی فرار ہو گئی جو بعد میں مسلمان ہو گئی۔

اور حویرث بن نقید مکہ مکرمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید ایذاء پہنچایا کرتا تھا، اس لئے یہ بھی قتل کیا گیا، اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ (فتح الباری)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بدگوئی کرنے والوں کے یہ واقعات وہ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پیش آئے اور حضور کی شان میں گستاخی کرنے کے جرم میں انہیں معاف نہیں کیا گیا بلکہ کیفرِ کردار تک پہنچایا گیا۔

اب چند واقعات وہ لکھے جاتے ہیں جو پاکستان بننے سے پہلے انگریزی دورِ حکومت میں واقع ہوئے اور غازیانِ اسلام نے ان شاتمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جہنم رسید کیا اور خود بھی جامِ شہادت نوش کیا۔

راج پال ہندو کی توہینِ رسالت

۱۹۲۳ء کو لاہور میں راج پال ہندو نے رسوائے زمانہ کتاب ''رنگیلا رسول'' شائع کی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بڑی توہین کی گئی تھی جب یہ کتاب چھپ کر بازار میں آئی تو مسلمانوں میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی مسلمان زعماء نے حکومت سے اس کتاب کی فوری ضبطی اور اس کے ناشر کو قرارِ واقعی سزا دینے کا مطالبہ کیا، جس پر راج پال کے خلاف فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے کے جرم میں مقدمہ چلایا گیا، لاہور کے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ملزم کو چھ ماہ قید کی سزا دی، لیکن اس وقت شادی لال جیسا متعصب چیف جسٹس تھا اس کے ایماء پر راج پال ملزم کو سزا سے بری کر دیا گیا جس نے مسلمانوں کی آتشِ غضب کو اور بھڑکا دیا۔

غازی خدا بخش کا راج پال پر پہلا قاتلانہ حملہ

چنانچہ ۲۴ ستمبر ۱۹۲۷ء کو جب ملعون راج پال اپنی دکان پر موجود کاروبار میں مشغول تھا، ایک مردِ مجاہد خدا بخش جو اندرون دہلی گیٹ لاہور کا رہنے والا تھا، اس خبیث پر تیز دھار دار چاقو سے حملہ کر کے اسے زخمی کر دیا لیکن اس بد بخت نے اس وقت بھاگ کر اپنی جان بچالی، غازی خدا بخش کو زیر دفعہ ۳۰۷ الف تعزیراتِ ہند گرفتار کر لیا اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور سی ایم بی اوگلوی کی عدالت میں اس کے مقدمہ کی سماعت شروع ہوئی، غازی خدا بخش نے اپنی طرف سے وکیلِ صفائی مقرر کرنے سے انکار کر دیا، راج پال مستغیث نے عدالت میں بیان دیتے ہوئے کہا: ''مجھ پر یہ حملہ'' ''کتاب رنگیلا رسول'' کی اشاعت اور مسلمانوں کے ایجی ٹیشن کی وجہ سے کیا گیا ہے اور مجھے خطرہ ہے کہ ملزم خدا بخش اب بھی مجھے جان سے مار دے گا کیونکہ حملہ کے وقت ملزم چلایا تھا۔''

کافر کے بچے! آج تو میرے ہاتھ آیا ہے میں تجھے زندہ نہیں چھوڑونگا، عدالت کے استفسار پر اس مردِ غازی نے گرج دار آواز میں کہا: ''میں مسلمان ہوں،

ناموسِ رسالت کا تحفظ میرا فرض ہے میں اپنے آقا کی توہین ہرگز برداشت نہیں کر سکتا''

پھر راج پال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''اس نے میرے رسول کی شان میں گستاخی کی تھی، اس لئے میں نے اس پر قاتلانہ حملہ کیا لیکن یہ کم بخت اس وقت میرے ہاتھ سے بچ نکلا''۔ اقرارِ جرم کے بعد غازی خدا بخش کو سات سال قیدِ سخت سنائی گئی۔

غازی عبدالعزیز

اس واقعہ کے چند دن بعد ایک اور مردِ غازی عبدالعزیز نے جو افغانستان سے اپنے سینہ میں اس دشمنِ اسلام راج پال کے خلاف غصہ کی آگ لے کر لاہور پہنچا تھا، ۱۹/ اکتوبر ۱۹۲۷ء کی شام راج پال کی دکان پر آیا، اتفاقاً اس وقت راج پال کا ایک دوست سوامی ستیا نند بیٹھا تھا، جسے غازی عبدالعزیز نے شاتمِ رسول سمجھ کر چاقو سے حملہ کر کے زخمی کر دیا، پولیس نے جائے واردات پر پہنچ کر غازی عبدالعزیز کو گرفتار کر لیا، عدالت نے اس مردِ مجاہد کو بھی وہی سزا دی جو غازی خدا بخش کو دی گئی تھی، جسے بھگت کر یہ دونوں غازی جیل سے سرخرو ہو کر نکلے۔

غازی علم الدین شہید کا راج پال پر حملہ

علم الدین ایک محنت کش نجار ''طالع مند'' کا بیٹا تھا، جب علم الدین پیدا ہوا تو اس کی ماں کی گود میں دیکھ کر ایک فقیر نے بشارت دی کہ تم لوگ بڑے ہی خوش نصیب ہو کہ ایسا نیک بخت بچہ تمہارے گھر پیدا ہوا ہے۔ علم الدین نے قرآن مجید کی ابتدائی تعلیم اپنے محلّہ کی مسجد میں حاصل کی جو اس زمانہ میں بازارِ سرفروشاں کے نام سے مشہور تھا، جب یہ بچہ ذرا بڑا ہوا تو باپ نے جلدی سے اپنے ساتھ کام پر لگا یا، جس میں اس نے بڑی جلدی مہارت حاصل کر لی، علم الدین کا ایک بچپن کا ساتھی عبدالرشید تھا جسے سب پیار سے ''شیدا'' کے نام سے پکارتے تھے، شیدا کے والد کی دکان مسجد وزیر خان کے سامنے

واقع تھی، ایک دن دونوں دوست گھر سے شام کے وقت جب مسجد وزیر خان پہنچے تو وہاں ایک جلسۂ عام میں شیطان راج پال کے خلاف تقریریں ہو رہی تھیں، جس میں یہ اعلان ہو رہا تھا کہ مسلمان اپنی جانیں قربان کر دیں گے لیکن اس مردود راج پال کو زندہ نہیں چھوڑیں گے، یہ تقریر سن کر دونوں دوست تڑپ اٹھے، گھر آ کر علم الدین نے اپنے والد طالع مند سے پوچھا:

سوال: کیا کوئی شخص جو ہمارے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرے زندہ رہ سکتا ہے؟

جواب: باپ نے جواب دیا: بیٹا مسلمان اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

سوال: کیا اسے مارنے والے کو سزا ملے گی؟ علم الدین نے باپ سے دریافت کیا۔

جواب: ہاں بیٹا! یہاں گوروں کے قانون کے مطابق اس کو پھانسی کی سزا ملے گی۔

اُسی رات علم الدین نے دیکھا کہ خواب میں ایک بزرگ نمودار ہوئے ہیں اور اس سے کہہ رہے ہیں: علم الدین دشمن نے تمہارے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے تم ابھی تک سو رہے ہو۔ اٹھو اور جلدی کرو۔

یہ خواب دیکھ کر وہ فدائی رسول ﷺ فوراً اٹھ بیٹھا اور اپنے اوزار لیکر صبح سویرے اپنے دوست شیدا کے گھر پہنچا اور وہاں سے دونوں دوست بھاٹی دروازے کے سامنے والے کھلے میدان میں جا پہنچے، علم الدین نے وہاں رازدارانہ طریق سے اپنے دوست ''شیدا'' کو رات والا خواب سنایا تو اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کیونکہ اس نے بھی گزشتہ رات یہی خواب دیکھا تھا، اب دونوں دوستوں میں تکرار ہونے لگی، دونوں کا اصرار تھا کہ اس موذی کو مارنے کے لئے اسے بشارت ہوئی ہے آخر طے پایا کہ قرعہ ڈالا جائے، اس میں جس کا نام آئے وہی اس کام کو سرانجام دے، تین بار قرعہ ڈالا گیا اور ہر بار قرعۂ فال طالع مند کے خوش نصیب فرزند علم الدین کا نام نکلا، جس پر اس کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا، شیدا کو اپنے اس دوست کی خوش بختی پر رشک آیا، اس نے علم الدین کو اس

کامیابی پر مبارک باد دی جس کے بعد دونوں دوست ایک دوسرے سے جدا ہو گئے وہاں سے علم الدین سیدھے گھر پہنچے وہ گھر آکر کچھ دیر کے لئے لیٹ گئے تو ذرا دیر کے لئے ان کی آنکھ لگ گئی، کیا دیکھتے ہیں کہ وہی بزرگ دوبارہ نمودار ہو کر ان سے کہہ رہے ہیں:

"علم الدین یہ وقت سونے کا نہیں بلکہ جس کام کے لئے تمہیں چن لیا گیا ہے، اس کی تکمیل کے لئے فوراً پہنچو ورنہ بازی کوئی اور لے جائے گا"!

جس پر وہ ایک بار پھر اپنے دوست شیدا کے پاس الوداعی ملاقات کے لئے پہنچے، اسے اپنی کچھ چیزیں بطور یادگار دیں اور دوبارہ گھر پہنچ کر انہوں نے اپنے منصوبے کی تکمیل کا پروگرام اپنے ذہن میں مرتب کر لیا اور گھر میں کسی سے اس بارے میں کوئی بات نہیں کی، اس ڈر سے کہ کہیں خون اور قرابت کے رشتے اس راہ میں حائل نہ ہو جائیں اس دن انہوں نے غسل کیا سرخ دھاری دار قمیص اور سفید شلوار پہنی، سر پر پگڑی باندھی، صاف اور سجل لباس پر خوشبو لگائی اس سے قبل انہوں نے اپنی ماں سے میٹھے چاول کی فرمائش کی تھی جسے باپ بیٹے نے مل کر تناول کیا باپ کے کسی کام پر جانے کے بعد علم الدین نے اپنی معصوم بھتیجی کے ماتھے کو سوتے میں بڑے پیار سے چوما اور اپنی بھابھی سے کچھ پیسے لے کر اس سج دھج سے خوشی خوشی اپنی مہم پر روانہ ہو گئے مگر کسی کے ذہن میں یہ بات نہ آئی کہ علم الدین نے آج کے دن یہ سارا اہتمام کیوں کیا ہے گھر سے گمٹی بازار پہنچ کر وہاں آتمارام کباڑیئے کی دکان سے ایک روپیہ میں ایک لمبا چاقو خریدا اور اسے شلوار کے نیفہ میں رکھ لیا، پھر وہ سیدھے دوپہر کے وقت انارکلی ہسپتال روڈ، راج پال کی دکان کی سامنے والی ٹال پر پہنچے۔

راج پال جہنم رسید

جوں ہی ٹال والے جوان نے علم الدین کو بتلایا کہ وہ منحوس دکان کے اندر داخل ہوا ہے تو وہ اپنے شکار کے تعاقب میں دکان کے اندر پہنچ گئے اور اسے دیکھتے ہی ان

کی آنکھوں میں خون اتر آیا، اس کے ساتھ ہی ان کے اندر عقابی روح بیدار ہوئی اور انہیں اپنی منزل آسمانوں میں نظر آنے لگی، چیتے کی سی پھرتی کے ساتھ جھپٹ کر علم الدین راج پال خبیث کے سینے میں چاقو پیوست کردیا، جو اس کے دل کو چیرتا ہوا نکل گیا، یہ ضرب ایسی کاری ثابت ہوئی کہ وہ مردود زخموں کی تاب نہ لاکر اوندھے منہ زمین پر گر پڑا اور وہیں اس نے دم توڑ دیا، اس طرح اس بدبخت کو کیفرِ کردار پہنچانے کے بعد غازی علم الدین جب دکان سے باہر نکلے تو مقتول کے ملازمین نے ''مار دیا مار دیا'' کا شور مچانا شروع کردیا، جس پر قریب کے ایک ہندو دکاندار سیتارام کے لڑکے اور اس کے ساتھیوں نے آکر پیچھے سے اس نوجوان کو پکڑ لیا، جس پر علم الدین نے کہا: آج میں نے اپنے رسول ﷺ کا بدلہ لے لیا'' آج میں نے اپنے رسول ﷺ کا بدلہ لے لیا'' اس عرصہ میں پولیس بھی جائے واردات پر پہنچ گئی جس نے غازی علم الدین کو گرفتار کرلیا اور ۱۰/اپریل ۱۹۲۹ء کو مسٹر لوئیس ایڈیشنل مجسٹریٹ لاہور کی عدالت میں علم الدین کے خلاف زیرِ دفعہ ۳۰۲ تعزیرات ہند مقدمۂ قتل کی کاروائی شروع ہوئی۔

مقدمہ کی سماعت کے دوران علم الدین کے چہرے پر معصوم مسکراہٹ کھیلتی رہی، شہادت قلم بند ہونے کے بعد سرسری بحث کے بعد مقدمہ سیشن کے سپرد ہوا، سیشن کورٹ نے ۲۲/مئی ۱۹۲۹ء کو سزائے موت کا فیصلہ سنایا اور مسل حسبِ ضابطہ توثیق کے لئے لاہور لائی کورٹ بھجوائی گئی۔

والدین کے حکم کی تعمیل میں علم الدین کی جانب سے بھی اس فیصلہ کے خلاف اپیل دائر کی گئی جس کی پیروی اس وقت کے چوٹی کے قانون دان اسلامیانِ ہند کے رہنما قائدِ اعظم محمد علی جناح نے کی'' قائد اعظم کی بحث کا سب سے اہم نکتہ یہ تھا کہ راج پال نے ''رنگیلا رسول'' جیسی قابلِ اعتراض کتاب شائع کرکے پیغمبرِ اسلام کی توہین کی ہے جسے کوئی مسلمان برداشت نہیں کرسکتا، چونکہ یہ کتاب اشتعال انگیزی کا سبب بنی، اس لئے ملزم نے قتل عمد کا ارتکاب نہیں کیا، لہٰذا اسے سزائے موت نہیں دی جاسکتی، اس کے

جواب میں وکیل سرکار رام لال نے من جملہ دیگر دلائل کے یہ موقف اختیار کیا کہ پیغمبرِ اسلام کی اہانت واقعی افسوسناک بات ہے لیکن تعزیراتِ ہند میں اس جرم کی کوئی سزا مقرر نہیں، اس لئے مقتول نے کوئی خلافِ قانون حرکت نہیں کی تھی چنانچہ ملزم کا یہ فعل اشتعال انگیزی کی تعریف میں نہیں آتا اور اس نے سیشن کورٹ کی سزائے موت کا فیصلہ بحال رکھا جب یہ فیصلہ غازی علم الدین کو سنایا گیا تو وہ مارے خوشی کے چیخ اٹھے اور کہا:

''اس سے بڑھ کر میری اور کیا خوش نصیبی ہوگی کہ مجھے شہادت کی موت نصیب ہو رہی ہے اور بارگاہِ رسالت میں حاضری کی سعادت سے بھی مجھے سرفراز کیا جا رہا ہے''

جب ان کا غمگسار دوست ''شیدا'' ان سے ملاقات کے لئے میانوالی جیل پہنچا تو اسے غمگین دیکھ کر علم الدین نے کہا:

یار آج تجھے تو میری طرح خوش ہونا چاہئے! اپنے آقا کے نام پر کٹ مرنا ہی ایک مسلمان کی سب سے بڑی آرزو ہے اور اللہ پاک کی یہ کتنی بڑی کرم نوازی ہے کہ ہزاروں لاکھوں مسلمانوں میں سے اپنے اس حقیر بندے کے ہاتھوں اس ناپاک شیطان کو ختم کرایا اور دیکھو رسولِ کریم ﷺ پر قربان ہونے کی میری دلی مراد بھی پوری ہو رہی ہے، اس لئے تمام مسلمان بھائیوں تک میری یہ بات پہنچا دو کہ وہ میری موت پر غم نہ کریں بلکہ میرے لئے دعائے خیر کریں۔''

والدین اور عزیز و اقارب سے آخری ملاقات کے موقع پر اپنی والدہ سے کہا کہ وہ ان کا دودھ بخش دے، ماں کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر کہنے لگے: ''ماں دیکھ تو کتنی خوش نصیب ہے کہ تیرے بیٹے کو شہادت کی موت مل رہی ہے مجھے تو ہنسی وخوشی رخصت کرنا چاہئے'' پھر علم الدین نے پیالہ سے پانی پیا اور اسی پیالہ سے اپنے عزیزوں اور والد طالع مند کو پانی پلا کر پوچھا کہ انہیں بھی اس سے ٹھنڈک پہنچی ہے! سب نے جب اثبات

میں جواب دیا تو کہنے لگے: مجھے تو جگر تک ٹھنڈک محسوس ہو رہی ہے پھر ان سب سے کہا کہ کوئی ان کی موت پر آنسو نہ بہائے ورنہ انہیں اس سے تکلیف ہوگی۔

جیل کے حکام کو وصیت نامہ میں اپنے عزیزوں کے لئے یہ بات بطورِ خاص لکھوائی کہ انکے پھانسی پر چڑھنے سے وہ بخشے نہیں جائیں گے بلکہ ہر ایک اپنے اعمال کے مطابق جزا اور سزا کا حقدار ہوگا اور انہیں تاکید کی کہ وہ نماز نہ چھوڑیں اور زکوٰۃ برابر ادا کریں اور شرعِ محمدی ﷺ پر قائم رہیں۔

انجام کار ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو وہ دن آپہنچا جس کے لئے علم الدین کی جانِ بے تاب تڑپ رہی تھی رات اس جوان شب زندہ دار نے ذکرِ الٰہی اور تہجد میں گزاری اور طلوعِ سحر پر انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ نمازِ فجر ادا کی، اجل مجسٹریٹ، داروغۂ جیل اور مسلح سپاہیوں کے ہمراہ استقبال کے لئے کوٹھڑی کے دروازے پر موجود تھا مجسٹریٹ نے اس مردِ غازی سے پوچھا: کوئی آخری خواہش، تو کہا: صرف دو رکعت نمازِ شکرانہ کی مہلت، اجازت ملنے پر سجدۂ شکر ادا کرنے کے بعد سرخوشی کے عالم میں وہ ان کے ساتھ سوئے دار چل پڑے۔ اس وقت جیل کے قیدی اپنی اپنی کوٹھڑیوں اور بارکوں میں اس فدائی رسول ﷺ کی آخری جھلک دیکھنے کے لئے تعظیماً ایستادہ کھڑے تھے، رفیقانِ زنداں کو الوداع اور سلام آخر کہتے ہوئے مقتل میں پہنچ کر جب تختۂ دار کو دیکھا تو فرطِ مسرت سے جھوم اٹھے، پھر ساعتِ سعید کو قریب دیکھ کر تیزی سے تختۂ دار کی طرف بڑھے اور شوق میں چاہا کہ پھانسی کے پھندے کو جو وصالِ حبیب کا مژدۂ جاں فزا لے کر نمودار ہوا تھا خود اپنے ہاتھوں سے گلے میں ڈال لیں، لیکن اسے خلافِ شریعت جان کر فوراً رک گئے اور حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا:

لوگو! گواہ رہنا! میں نے ہی راج پال کو حرمتِ رسول ﷺ کی خاطر قتل کیا تھا اور آج اپنے نبی پاک کا کلمہ پڑھتے ہوئے ان کے خاطر اپنی جان نثار کر رہا ہوں'' یہ کہتے

ہوئے اس نوجوان پروانۂ نبوت نے دار ورسن کو چوم کر اپنی جانِ عزیز ناموسِ مصطفیٰ ﷺ پر نچھاور کردی۔

جیل کے حکام نے اپنے افسرانِ بالا کی ایما پر علم الدین شہیدؒ کی نعش کو ان کے والد اور عزیز واقارب اور سینکڑوں مسلمانوں کے حوالہ کرنے سے انکار کردیا جو جیل سے باہر اسے لے جانے کے لئے منتظر کھڑے تھے، اس بے تدبیری کی وجہ سے مسلمانوں کے جذبات مشتعل ہوگئے۔

لیکن نقصِ امن کے اندیشہ کے پیشِ نظر جیل کے کارندوں نے حکومت کی خفیہ ہدایات پر شہیدِ نبوت کی لاش کو نہایت خاموشی کے ساتھ عجلت میں جیل کے احاطہ میں عام قیدیوں کے قبرستان کے اندر دفن کردیا، جس نے جلتی پر تیل کا کام کیا، لاہور اور دوسرے شہروں میں ہڑتالیں شروع ہوئیں کاروبار معطل ہوگیا، برہنہ پا اور برہنہ سر ماتمی جلوس نکلنے لگے اور مسلمانوں میں شدید ہیجان پیدا ہوگیا، اس پر اکابرینِ وقت جن میں علامہ اقبالؒ پیش پیش تھے، سر محمد شفیع، جناب محسن شاہ والد محترم جناب جسٹس ڈاکٹر نعیم حسن شاہ چیف جسٹس پاکستان اور دوسرے قائدین کے ہمراہ گورنر سے ملے اور اپنے جواں سال شہید کی لاش کو مسلمانوں کے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا، جواس یقین دہانی پر کہ وہ امن عامہ برقرار رکھنے کے ذمہ دار ہوں گے، حکومت نعش ان کے حوالے کرنے پر رضامند ہوگئی۔ چنانچہ تدفین کے تیرہویں دن مسلمان مجسٹریٹ اور میونسپل کمشنروں کی موجودگی میں شہید کی میت قبر سے نکالی گئی۔ عینی شاہدوں کا بیان ہے کہ کئی دن گزر جانے کے باوجود لاش صحیح اور سالم حالت میں موجود تھی اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ ابھی آنکھ لگی ہے۔

۱۴ر نومبر ۱۹۲۹ء کو سارے شہر اور اس کے گردونواح سے ہزاروں لاکھوں انسانوں کا ایک سیل بے پناہ فدائی رسول ﷺ کے استقبال کے لئے رواں دواں تھا مسجد وزیر خان کے خداترس خطیب مولانا محمد شمس الدین نے نمازِ جنازہ پڑھائی، مولانا مظفر علی

خان نے اس شہیدِ رسالت کی لحد میں تدفین سے قبل اتر کر کہا: کاش یہ سعادت مجھے نصیب ہوتی!! شہید کے جسم کو اشکبار آنکھوں سے علامہ اقبال جیسے شیدائیِ رسول نے قبر میں اتارا جس پر علامہ کی زبان سے بے اختیار نکل گیا ''یہ جوان ہم سب پڑھے لکھوں سے بازی لے گیا''۔

غازی عبدالقیوم اور نتھو رام کا قتل

غازی عبدالقیوم کا واقعۂ شہادت بڑا ہی ایمان افروز واقعہ ہے، اس نوجوان مردِ مجاہد کا تعلق غازی آباد ضلع ہزارہ کے ایک غریب گھرانے سے تھا لیکن کسے خبر تھی کہ ایک دن تختِ ہزارہ کی شہ نشینی سے بھی اونچا مرگ باشرف کا رتبۂ شہادت اسے نصیب ہوگا۔ اپنے گاؤں سے وہ تلاشِ روزگار میں کراچی آیا، جہاں اسے رزقِ حلال کے لئے گھوڑا گاڑی مل گئی، جس کی آمدن سے وہ اپنی بوڑھی ماں، بیوہ بہن اور ضعیف چچا اور نوبیاہتا بیوی کی کفالت کر رہا تھا، نمازِ فجر اور عشاء کی نماز وہ اپنے محلّہ کی مسجد میں پڑھا کرتا تھا ایک روز امام مسجد نے اہلِ مسجد کو اشکبار آنکھوں سے بتلایا کہ ایک خبیث ہندو نتھو رام نے آقائے نامدار ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے، غازی عبدالقیوم نے جب یہ بات سنی تو تڑپ اٹھا اور اس کے تن بدن میں اک آگ سی لگ گئی، اسی وقت اس نے صحنِ مسجد میں اپنے رب سے عہد کیا کہ وہ اس کافر کمینہ کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔

یہ نتھو رام آریہ سماجی ہندو تھا، جس نے ۱۹۳۳ء میں ''ہسٹری آف اسلام'' نامی ایک کتاب لکھی، جس میں اس نے اسلام اور پیغمبر اسلام کی ذاتِ اقدس کو ہدفِ تنقید وملامت بنایا اور شانِ رسالت میں گستاخانہ اور توہین آمیز الفاظ استعمال کئے تھے، جس سے مسلمانوں میں ہیجان پیدا ہوا اور سارے شہر میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی، حکومت نے نقضِ امن کے اندیشہ سے ملزم کے خلاف فوجداری مقدمہ قائم کر کے اسے ایک سال قید اور جرمانہ کی سزا دی، لیکن مارچ ۱۹۳۴ء میں اس فیصلہ کے خلاف اپیل پر کراچی کے جوڈیشنل کمشنر نے اس کی عبوری ضمانت منظور کر لی، نتھو رام کا مقدمہ سماعت کے لئے جس

دن سندھ چیف کورٹ کے دو انگریز ججوں کے بینچ کے سامنے پیش ہونا تھا اس دن نتھو رام اپنے وکلاء اور ساتھیوں کے ساتھ ہنسی مذاق کرتا ہوا کورٹ روم میں داخل ہوا۔ عدالت کے باہر ہندو اور مسلمان بڑی تعداد میں فیصلہ سننے کے لئے کھڑے تھے مقدمہ کی سماعت سے کچھ دیر قبل شہ عرب وعجم کا یہ نوخیز غلام عبد القیوم کمرۂ عدالت میں اس ہندو مصنف نتھو رام کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہوگیا، اور اپنے شکار پر نظریں جمائے بیٹھا تھا موقع پاتے ہی اپنے نیفہ میں سے چھپایا ہوا تیز دھار خنجر نکال کر عقاب کی طرح وہ اس پر جھپٹا اور اس ملعون کے پیٹ میں خنجر جھونک کر اس کی آنتیں باہر نکال دیں نتھو رام منہ کے بل زمین پر گر پڑا تو اس خیال سے کہ کہیں وہ زندہ بچ نہ جائے اس نے پوری قوت سے ایک اور وار اس کی گردن پر کیا اور اس کی شہ رگ کاٹ دی، اس طرح اس خبیث کا کام تمام کرنے کے بعد نہایت اطمینان اور سکون سے اس نے اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کردیا، عدالت میں اس واقعہ سے بھگدڑ مچ گئی اور جج بھی اس اچانک واردات سے خوفزدہ اور سراسیمہ ہوگئے، عبد القیوم کے مقدمہ قتل کے دوران جب ملزم کا بیان قلم بند کرتے ہوئے ایک انگریز نے اس مردِ غازی سے دریافت کیا کہ اسے اس بھری عدالت میں اس طرح واردات کی جرأت کیسے ہوئی؟ تو اس نے عدالت میں آویزاں جارج پنجم کی تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ”تم اپنے بادشاہ کی توہین برداشت نہیں کرسکتا“ ہم اپنے دین اور دنیا کے شہنشاہ کی شان میں گستاخی کرنے والے کو کیسے معاف کردیتا“ اس موذی کو ہلاک کرنے کے بعد نہایت حقارت کے ساتھ اس کی لاش پر تھوکتے ہوئے اس نے کہا تھا: ”اس خنزیر کے بچے نے میرے رسول ﷺ کی توہین کی تھی، اس لئے میں نے اسے قتل کیا ہے“ اس نے اپنی طرف سے وکیل صفائی پیش کرنے سے انکار کردیا، اقبالِ جرم پر سیشن کورٹ سے غازی عبد القیوم کو سزائے موت سنائی گئی تو وہ نوجوان مردِ مجاہد اپنی خوشی اور مسرت ضبط نہ کرسکا، اور بے اختیار اس کی زبان سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی صدا بلند ہوئی، مسلمانوں نے جب اس فیصلہ کے خلاف اپیل کرنا چاہی

تو اس نے ان سب کی منت سماجت کرتے ہوئے کہا: آپ لوگ مجھے دربارِ رسول ﷺ میں حاضری کی سعادت سے محروم کرنا چاہتے ہیں'' اور وہ اس شعر کی مجسم تصویر بنا ہوا تھا ؎

دل پہ لیا ہے داغِ عشق کھوکے بہارِ زندگی
اک گلِ تر کے واسطے میں نے چمن لٹادیا

فیصلہ جب توثیق کے لئے عدالتِ عالیہ کے سپرد ہوا اور اس مردِ غازی کی خواہش کے خلاف قانون کی توضیح اور تشریح کے لئے اپیل دائر کردی گئی تو اپیل کی سماعت کے دوران ہر پیشی پر اس محمد کے غلام کے دیدار کے لئے مسلمانوں کا بے پناہ ہجوم موجود ہوتا جو اس پر گل پاشی کیا کرتا تھا، بالآخر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے اور اسے بھی دوسرے غازیانِ ملت کی طرح سزائے موت سنائی گئی جس کے لئے وہ بے چین اور مضطرب رہتا تھا اور یہی پروانۂ موت اس کے لئے حیاتِ جاوید لے کر آیا، جب سزائے موت اس کو سنائی گئی تو اس نے ججوں سے مخاطب ہو کر کہا:

''مجھے اپنی خوش قسمتی پر ناز ہے کہ میرے ہاتھوں وہ خبیث جہنم رسید ہوا اور میرے رب نے مجھے شہادت جیسی نعمت سے سرفراز کیا۔ یہ ایک جان کیا چیز ہے اگر ایسی ہزاروں جانیں بھی ہوں تو وہ سب میرے آقا اور مولا پر قربان ہیں۔ اس طرح اس مردِ غازی کے لئے جو کچھ عرصہ قبل عروس نو بیاہ کر لایا تھا آج انشاء اللہ حورانِ جنت درہائے فردوس میں اس کے استقبال کے لئے کھڑی تھیں۔

یہ بھی ایک عاشق کا جنازہ تھا، اس لئے بڑی دھوم سے نکلا، اور ہزاروں مسلمان جب میوہ شاہ کے قبرستان اس شہیدِ وفا کے جنازے کو لے جارہے تھے ایسے میں حکومتِ افرنگ کے فرعون مزاج فوجیوں نے عاشقانِ ناموسِ رسول اللہ ﷺ کے اس ہجوم پر اچانک گولیوں کی بوچھاڑ کردی، جس کے نتیجہ میں سینکڑوں مسلمان شہید اور زخمی ہوئے،

معصوم عورتیں اور بچے جو مکانوں کی چھتوں سے اس کا جنازہ دیکھ رہے تھے ان کی شقاوت کا نشانہ بنے اور وہ سب شہیدانِ ناموسِ رسالت اس فدائی رسول ﷺ کے ساتھ ان شاء اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں پہنچ گئے۔

غازی محمد صدیق شہید

غازی محمد صدیق فیروز پور ضلع قصور کے ایک دینی گھرانے میں پیدا ہوئے، بچپن ہی میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا ماں نے بڑے لاڈ پیار سے بیٹے کی پرورش کی اور ساتھ ساتھ صحیح تربیت کی، سال ۱۹۳۴ء میں یہ نوخیز بچہ جب بیس برس کا ہوا تو اسے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور حکم ہوا کہ قصور کے ایک دریدہ دہن گستاخ پالا مل زرگر کا منہ بند کیا جائے، یہ بشارت ملتے ہی نوجوان غازی تڑپ کر بیدا ہوا تو اس کے ساتھ اس کا مقدر بھی جاگ اٹھا، اس نے ماں کو یہ خوشخبری سنائی تو ماں نے خوشی سے لختِ جگر کا ماتھا چوما اور شہادت کی الفت کی طرف اسے روانہ کیا قصور پہنچ کر اس مردِ غازی نے اس گستاخِ رسول پالا مل کو راستہ ہی میں دبوچ لیا اسے پچھاڑ کر اس کے سینہ پر سوار ہو گئے اور تیز دھار آلہ سے پے در پے وار کر کے اس موذی کو ہلاک کر دیا اور وہاں سے فرار ہونے کے بجائے قریب ہی کی مسجد میں جا کر سب سے پہلے نمازِ شکرانہ ادا کی اور پھر مسجد کی سیڑھیوں پر اس شان اور تمکنت کے ساتھ بیٹھ گئے کہ کسی ہندو کو اس کے پاس آنے کی جرأت نہ ہو سکی، فیروزمندی ان کے قدم چوم رہی تھی اور فی الحقیقت اس سے بڑھ کر اور کیا نمایاں کام ہو سکتا تھا جس پر مسرت اور شادمانی بھی ناز کرے کہ ایک شاتمِ رسول ﷺ انکے ہاتھوں جہنم رسید ہوا، حسبِ معمول انگریز کا قانون حرکت میں آیا اور مردِ مجاہد کا مقدمہ سیشن کے سپرد ہوا غازی موصوف کی جانب سے میاں عبد العزیز مالوڈہ اور نو مسلم بیرسٹر خالد لطیف گابا نے مقدمہ کی پیروی کی لیکن چونکہ آپ نے عدالت کے روبرو جرأت کے ساتھ اعترافِ قتل کر لیا تھا اس لئے سزائے موت سنائی گئی۔

آفرین ہے اس ماں پر جس نے ایسے پیکرِ جرأت وایثار کو جنم دیا اور آفرین ہے اس نوجوانِ مردِ غازی پر جو اپنے آقا ومولا کے نام پر قربان ہوگیا، یہ فیصلہ سن کر ماں نے ایک بار پھر اپنے بیٹے کا ماتھا چوما اور کہا کہ یہ ایک بیٹا تو کیا، ایسے بیس بیٹے بھی ہوتے تو میں ان سب کو اپنے آقا کے نام پر قربان کر دیتی، بیٹے نے بھی یہی کہا کہ یہ ایک جان کیا چیز ہے ایسی ہزار جانیں میرے آقا کی خاک پر نثار ہیں۔ سبحان اللہ!

غازی عبداللہ شہید

یہ بھی تقسیم ہند سے قبل غالباً ۱۹۴۳ء کا واقعہ ہے، ایک بدبخت سکھ چلچل سنگھ شیخوپورہ کے گردونواح میں نبی کریم ﷺ کے خلاف بدگوئی کر کے اپنے خبثِ باطن کا اظہار کرتا پھرتا تھا قصور کے رہنے والے ایک جیالے جوان عبداللہ کو سرکارِ رسالت مآب ﷺ نے خواب میں حکم دیا کہ وہ اس گستاخ کا منہ بند کرے چنانچہ کسی سے اس خواب کا ذکر کیے بغیر وہ شوریدہ سر آتش بجاں اٹھ کھڑا ہوا اور اس مردود کی تلاش میں نکل پڑا، معلوم ہوا کہ وہ خبیث وارث شاہ کے گاؤں جنڈیالہ شیر خان میں رہتا ہے، جو اس وقت سکھوں کا گڑھ تھا، بستی کے قریب پہنچ کر مزید دریافت پر پتہ چلا کہ وہ اپنے کنویں پر بیٹھا کسی کام میں مشغول ہے اس کے قریب ہی سکھوں کا جتھہ مصروفِ گفتگو تھا، غازی عبداللہ نے ایک نظر میں اس دشمنِ دیں کو پہچان لیا انہیں محسوس ہوا کہ ان کے جسم میں غیر معمولی طاقت بجلی بن کر دوڑ رہی ہے چلچل سنگھ پر وہ جھپٹ کر حملہ آور ہوئے اور اسے پچھاڑ کر اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھے اور پوری قوت سے اس کی شہ رگ کاٹ دی اور اس کا سرتن سے جدا کر دیا، اس ناگہانی حملہ کو دیکھ کر پاس ہی بیٹھے ہوئے سکھ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے لیکن یہ مردِ غازی اپنے آقا کے فرمان کی تعمیل کے بعد اس مردود کے لاشہ سے اٹھا اور وہیں رب کے حضور سر بسجود ہوا کہ اس نے اس مہم کو کامیاب فرما کر اسے سرفرازی بخشی اور سرخرو کیا۔

موقع واردات پر جب پولیس پہنچی تو اس مردِ مجاہد کو وہیں پر موجود پایا جس کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا پولیس نے گرفتار کر کے دلی مراد پوری کر دی، شیخوپورہ کے

معروف وکیل ملک انور مرحوم نے مقدمہ کی پیروی کی لیکن چونکہ غازی عبد اللہ نے عدالت کے روبرو اعتراف جرمِ محبت کرلیا تھا اس لئے سزائے موت سنائی گئی تو ایک مرتبہ پھر سجدۂ شکر بجالائے کہ انہیں بھی شہیدانِ رسالت کی صف میں جگہ مل رہی ہے جس پر جتنا بھی فخر وناز کیا جائے کم ہے۔

غازی عبد الرشید شہید

غازی عبد الرشید شہید کا نام بھی سرفروشانِ ملت میں ہمیشہ نمایاں رہے گا، جس نے آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند سرسوتی کے چیلے سوامی شردھانند جیسے خبیث شاتمِ رسول کو دہلی میں موت کے گھاٹ اتارا اور راہِ عشقِ رسول میں اپنی جان نثار کر کے بارگاہِ نبوت میں سرخرو اور سرفراز ہوا۔ (راج پال سے یہاں تک تمام واقعات ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت سے بعد ترمیم اخذ کئے ہیں)۔

راہِ عمل

خلاصہ یہ کہ ڈنمارک اور یورپین ممالک میں جن لوگوں نے سرکارِ دوعالم ﷺ کے گستاخانہ خاکے بنائے اور شائع کئے ہیں وہ سخت گناگار اور سنگین جرم کے مرتکب ہیں، قرآن وسنت کی روشنی میں اگر وہ توبہ نہ کریں تو ان کو قتل کرنا جائز ہے، اور ان کو قتل کرنا اصلاً تو حکومت کا کام ہے لیکن اگر کوئی مسلمان ان کو قتل کرے گا وہ بڑے اجر وثواب کا مستحق ہوگا، تاہم ان کو قتل کرنا ہر شخص کے اختیار میں نہیں، ہاں درج ذیل کام اختیار میں ہیں اس لئے ان کو کرنا چاہئے:

۱ ... غیرتِ ایمانی کے تقاضے کے مطابق ان کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنا۔

۲ ... ان کے خلاف پرامن احتجاج کرنا۔

۳ ... دوسروں کے جان ومال کو نقصان پہنچانے سے مکمل اجتناب کرنا۔

مذکورہ امور میں سب سے مؤثر ان کا اقتصادی بائیکاٹ ہے، اگر تمام مسلمان

مل کر انکی مصنوعات کو خریدنا، بیچنا اور استعمال کرنا چھوڑ دیں تو کچھ ہی عرصہ میں ان کو دن میں رات کے تارے نظر آجائیں گے، اور ان شاء اللّٰہ تعالیٰ آئندہ وہ ایسی گستاخی کا ارتکاب نہ کریں گے، کاش مسلمان ایسا کرسکتے!!

واللّٰہ الموفق والمعین آمین صلی اللّٰہ تعالیٰ علی النبی الکریم محمد وآلہ وأصحابہ اجمعین الی یوم الدین.

بندہ عبدالرؤف سکھروی
خادم دارالافتاء
جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴
۱۱؍صفر المظفر ؍۱۴۲۷ھ
بروز اتوار بوقت ۱۲ بجے دن

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں

پیاری پیاری نعتیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علامہ اقبال کے اشعار سرورِ کائنات ﷺ کی شان میں

دنیا کا وجود حضور ﷺ کی وجہ سے

اگر یہ نہ ہو پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمنِ دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ہو ساقی تو پھر مے بھی نہ ہو، خم بھی نہ ہو
بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو
خیمۂ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

مدینہ منورہ کی باتیں

آؤ ہمصفیر کریں مدینے کی باتیں
یہی ہیں حقیقت میں جینے کی باتیں

اسی لمحے کچھ تشنگی کو بڑھائیں
کریں آبِ زمزم کے پینے کی باتیں

تقاضہ غلامی کا یہ کہہ رہا ہے
کہ دن رات ہوں بس مدینہ کی باتیں

مبارک جنونِ محبت مبارک
یہ دیوانگی اور قرینے کی باتیں

جو چاہو کہ تازہ رہے دین وایماں
تو کرتے رہو تم مدینے کی باتیں

رہے پاس آداب اے دل ہمیشہ
ہوں دیوانگی میں قرینہ کی باتیں

حمیدؔ اپنے دل میں یہی مُدّعا ہے
کہ ہوتی رہیں کچھ مدینہ کی باتیں

مدینہ منورہ کیسا ہے؟ پڑھیئے!

مدينة النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ و اصحابہ و سلم

دمکتی راہگذاروں کی زمیں ہے
مدینہ چاند تاروں کی زمیں ہے
مقدس نخل زاروں کی زمیں ہے
منور کوہساروں کی زمیں ہے
نبوت کے گھرانے کا ہے مسکن
نبی کے چار یاروں کی زمیں ہے
علیؓ و حمزہؓ و ضرّارؓ و خالدؓ
خدا کے شہسواروں کی زمیں ہے
حرم کے پاسباں کا ہے بسیرا
اُحد کے جاں نثاروں کی زمیں ہے
مدینہ ہے دیارِ سبز گنبد
عقیدت کے مناروں کی زمیں ہے
سمٹتے آرہے ہیں درد والے
کہ یہ دل کے سہاروں کی زمیں ہے
پیامِ عرشِ اعظم کی ہے منزل
مبارک لالہ زاروں کی زمیں ہے

یہ گلشن ہے شہیدوں کے لہو کا
خدا کے جاں نثاروں کی زمیں ہے
تجلی گاہِ انوارِ رسالت
اور اس کے ماہ پاروں کی زمیں ہے
جو دن کے تھے مجاہد شب کے راہب
انہیں شب زندہ داروں کی زمیں ہے
یہیں ٹھہرو کہاں جاؤ گے دانش
یہ رحمت کے نظاروں کی زمیں ہے

مدینہ منورہ کا سفر

یہ حقیقت ہے کہ جینا وہی جینا ہوگا
جب مرے پیشِ نظر، حسنِ مدینہ ہوگا
شوقِ راہ، رہنما بن کے چلے گا آگے
جب رواں سوئے حرم اپنا سفینہ ہوگا
آنکھ جب روضۂ اقدس کی جھلک دیکھے گی
اے خدا! کیسا مبارک وہ مہینہ ہوگا
میری نظروں میں سمٹ آئیگا حسنِ کونین
جس طرف آنکھ اٹھاؤں گا مدینہ ہوگا
چومتا نقشِ قدم ان کے پھروں گا ہر سو

کیسا پُر کیف یہ جینے کا قرینہ ہوگا
جب نگاہیں درِ احمد کی بلائیں گی
صرف آنکھیں ہی نہیں قلب بھی بینا ہوگا
بابِ جبریل سے گزروں گا دعائیں پڑھتا
ذوق اور شوق سے معمور یہ سینہ ہوگا
حاضری ہوگی بصد شوق مواجہ کی طرف
دل حضوری میں سعادت کا خزینہ ہوگا
نغمۂِ صَلِّ علیٰ ہوگا لبوں پر جاری
اور ماتھے پہ ندامت کا پسینہ ہوگا
ان کی جب چشمِ کرم ہوگی دلِ کیفیؔ پر
دل نہیں پھر تو یہ انمول نگینہ ہوگا

❁❁❁

مدینہ چلو!

محبت شعارو مدینہ چلو، چلو بیقرارو مدینہ چلو
مدینہ میں ہے لطفِ شام وسحر، وطن کی بہارو! مدینے چلو
ہاں سرجھکا کرکے ہوں سربلند، میرے کو ہساروں مدینے چلو
دکھائیں گے محبوب کو داغِ دل، چلو لالہ زارو مدینے چلو
کہیں اب زمانے میں راحت نہیں، مصیبت کے مارو مدینے چلو
وہ دل کا سہارا ہے جاں کا سکوں، اُٹھو بے سہارو مدینے چلو

وہاں پر ہے خوابیدہ ماہِ حرم، حرم کے سوارو مدینے چلو
کراچی، ولاہور سب بتکدہ ہیں، بس اب یارِ غارو مدینہ چلو
اکیلا ہے دانشؔ شبِ تار ہے، دمکتے ستارو مدینہ چلو

❁❁❁

مدینہ منورہ کے قریب

بلندی پہ اپنا نصیب آگیا ہے
کہ اے دل مدینہ قریب آگیا ہے
درِ شہ پہ یہ خوش نصیب آگیا ہے
مقدر سے موقعہ عجیب آگیا ہے
مدینہ بالآخر قریب آگیا ہے
میرے کام میرا نصیب آگیا ہے
یہ کہہ کہہ کے دل کو سنبھالا ہے میں نے
ٹھہر جا مدینہ، قریب آگیا ہے
بھر آئے ہیں، آنکھوں میں آنسو بتاؤں
خیالِ دیارِ حبیب آگیا ہے
اِدھر روضۂ شہہ، اُدھر بے قراری
یہ دیکھو! مدینہ قریب آگیا ہے

❁❁❁

مدینہ طیبہ کی حاضری

میں شیدائی بن کے طَیبَہ کی گلی آیا
اب دید ہوئی مجھ کو اب چین میں جی آیا
تھا ہند میں، بیکل میں، سودائی تھا دیوانہ
اللہ رے اب آخر، طیبہ کی گلی آیا
ملنے کو گئے حق سے جب عرش پہ شاہِ دیں
اِک لطف فلک پر تھا جب ماہِ عرب آیا
بیتاب تھی کیا یہ آنکھیں دیدار کی خواہش میں
اب دیکھ لیا ان کو اب چین میں جی آیا

❁❁❁

گنبدِ خضراء

اللہ اللہ سامنے آنکھوں کے ہے آنکھوں کا نور
گنبدِ خضراء جہاں آرام فرما ہیں حضورؐ
ہوش گم ہیں عقل گم ہے بے خودی ہے کیف یہ ہے
ایک جلوے نے نظر میں بھردیئے لاکھوں سرور
ان کے جلووں کی فراوانی کا عالم کچھ نہ پوچھ
کوندتی ہے جس پہ آٹھوں پہر آکر برقِ طور
آنکھ والو یہ محل ہے عرش کے مہمان کا
کیوں نہ اس کے سامنے شرمائیں جنت کے قصور

پردہ اٹھا دیجئے!

ذرا چہرے سے پردہ کو اٹھاؤ یارسول اللہ
مجھے دیدار تو اپنا کراؤ یا رسول اللہ

اٹھا کر زلفِ اقدس کو ذرا چہرہ مبارک سے
مجھے دیوانہ اور وحشی بناؤ یا رسول اللہ

شفیعِ عاصیاں ہو تم وسیلہ بیکساں ہو تم
تمہیں چھوڑکر، اب کہاں جاؤں بتاؤ یا رسول اللہ

پیاسا ہے تمہارے شربتِ دیدار کا عالَم
کرم کا اپنے اِک پیالہ، پلاؤ یا رسول اللہ

خدا عاشق تمہارا اور ہو محبوب تم اس کے
ہے ایسا مرتبہ کسی کا بتاؤ یا رسول اللہ

مجھے بھی یاد رکھنا، ہوں تمہارا اُمتی عاصی
گنہگاروں کو جب تم بخشواؤ یا رسول اللہ

اگرچہ ہوں تو نالائق، مگر امید ہے تم سے
مجھے اپنی نظر سے مت گرانا یا رسول اللہ

حبیبِ کبریا ہو تم امامِ انبیاء ہو تم
ہمیں بہرِ خدا، حق سے ملاؤ یارسول اللہ

بہت بھٹکا پھرا میں وادیِٔ فرقت میں، ہوں وحشی
کرم فرماؤ اب تو مت پھراؤ یا رسول اللہ

خدا کے واسطے رحمت کے پانی سے مرے آکر

شبِ ہجراں کی آتش کو بجھاؤ یا رسول اللہ

نعت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ارض وسما میں کوچۂ رحمت، روزِ جزا میں سایۂ رحمت

ان کے لواءِ حمد کا پرچم، صلی اللہ علیہ وسلم

آئینۂ الطافِ الٰہی، شفقت جن کی لامتناہی!

جن کی ہدایت اِرحَمُ تُرحَمُ، صلی اللہ علیہ وسلم

راہ میں جس کے کانٹے بچھائے ، گالیاں دیں پتھر برسائے

اُن پرچھڑکی پیار کی شبنم، صلی اللہ علیہ وسلم

سم کے عوض داروئے شفا دی، طعن سُنے اور نیک دعا دی

زخم سہے اور بخشا مرہم، صلی اللہ علیہ وسلم

صدقے جن کے خاکِ قدم پر تختِ فریدوں بختِ سکندر

سطوتِ کسریٰ شانِ مئے وجم، صلی اللہ علیہ وسلم

اسوۂ اجمل دینِ ممثّل، نطقِ مدلّل ، وحیِ مُنزّل

شرعِ مدلّل اسلم تسلم صلی اللہ علیہ وسلم

عمر بَسر کی نانِ جویں پر ، سکہّ چلایا چرخ وزمیں پر

فقر میں استغنا کا یہ عالم، صلی اللہ علیہ وسلم

ہوگئے مصدوق دنیٰ فَتَدَلّٰی جن کی منزل عرشِ معلیٰ
نکتہَ ما اوحیٰ کا محرَم ، صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن میں جن کی نعتِ مظہر انا اعطیناک الکوثر
اللہ اللہ شانِ معظّم، صلی اللہ علیہ وسلم

جتنے فضائل جتنے محاسن ،ممکن ہیں ہوسکتے ہیں ممکن
حق نے کیئے سب اُن میں فراہم صلی اللہ علیہ وسلم

علم میں یہ شانِ کریمی، خُلقِ خلیلی نُطقِ کلیمی
زہدِ مسیحا عِفّتِ مریم، صلی اللہ علیہ وسلم

زمزمہَ ہوداس کا فسانہ، نغمہَ داوٗد اُس کا ترانہ
اُن کا ثنا خواں،صانعِ عالم، صلی اللہ علیہ وسلم

وہ اگر مقصود نہ ہوتے، کون ومکاں موجود نہ ہوتے
اور نہ مسجود ہوتے آدم، صلی اللہ علیہ وسلم

مصدرِ امکاں مہبطِ قرآن، منبعِ احساں مرجعِ دوراں
روح کے درماں قلب کے مرہم ،صلی اللہ علیہ وسلم

روئے انور کمبل میں چُھپائے، بادل میں بجلی لہرائے
نور کا مینھ برسائے رِم جھم ، صلی اللہ علیہ وسلم

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ھدیۂ سلام

ہدیۂ سلام

السلام اے جلوۂ نورِ احد السلام اے مظہرِ ذاتِ صمد

السلام اے رحمۃٌ للعالمین السلام اے ہادیٔ دنیا ودین

السلام اے مایۂ رازِ حیات السلام اے وجہِ خلقِ کائنات

السلام اے عالمِ امی لقب السلام اے اے سیدِ والا نسب

السلام اے پیکرِ خلقِ عظیم السلام اے آیتِ ربِّ کریم

السلام اے رونقِ بزمِ زمین السلام اے زینتِ عرش بریں

السلام اے رازِ حسنِ زندگی السلام اے نازِ عجز و بندگی

دیوانہ بنالیجئے!

سارے فتنوں سے مجھ کو بچالیجئے

اپنے دامن میں مجھ کو چھپا لیجئے

بس یہی تمنا ہے دل میں مرے

اپنے روضہ پہ مجھ کو بلا لیجئے

کب سے مشتاق ہوں آپ کی دید کا

روئے روشن سے پردہ ہٹا لیجئے

ان کا نقشِ قدم جب بھی آئے نظر
اپنا سر عاجزانہ جھکا لیجئے
یہ طیبہ سے لایا ہوں خاکِ شفا
اپنی آنکھوں سے اس کو لگا لیجئے
مجھ کو ہوش وخرد کی ضرورت نہیں
اپنا دیوانہ مجھ کو بنا لیجئے
راستے آستانہ کے کھل جائیں گے
مشعلِ راہ دل کو بنا لیجئے
سالکؔ! دلِ حزیں کی یہی عرض ہے
یا نبی ﷺ اپنے در پہ بلا لیجئے

مدینہ نامِ محبت ہے

مدینہ مدینہ، مدینہ مدینہ، مدینہ مدینہ، مدینہ مدینہ
محبت محبت، محبت محبت، محبت محبت، محبت محبت

دلا خاکِ رہِ کوئے محمد شو، محمد شو
زہر سوئے، بیا سوائے محمد شو، محمد شو

مسجدِ نبوی کے مینار نظر آئے

جب مسجد نبوی کے مینار نظر آئے
اللہ کی رحمت کے آثار نظر آئے
منظر ہو بیاں کیسے الفاظ نہیں ملتے
جس وقت حضرت ﷺ کا دربار نظر آئے
جب مسجدِ نبوی کے مینار نظر آئے، اللہ کی رحمت کے آثار نظر آئے
بس یاد رہا اتنا کہ سینے سے لگی جالی
پھر یاد نہیں کیا کیا انوار نظر آئے
جس وقت حضرت ﷺ کا دربار نظر آئے
جب مسجدِ نبوی کے مینار نظر آئے، اللہ کی رحمت کے آثار نظر آئے
مکے کی فضاؤں میں طیبہ کی ہواؤں میں
ہم نے تو جدھر دیکھا سرکار نظر آئے
چھوڑ آیا ظہوری میں دل، جان مدینہ میں
اب جینا یہاں مجھ کو دشوار نظر آئے
جب مسجدِ نبوی کے مینار نظر آئے، اللہ کی رحمت کے آثار نظر آئے

یادِ مدینہ

جس کی جاں کو تمنا ہے دل کو طلب
وہ سکوں بخش محفل مدینے میں ہے

یوں تو جینے کو ہم جی رہے ہیں، مگر
جاں مدینے میں ہے دل مدینے میں ہے
فکرِ دنیا یہاں دور پاؤ گے تم
قلب میں ہر طرف نور پاؤ گے تم
روح کو اپنی مسرور پاؤ گے تم
ایک عجب کیف کا حال مدینے میں ہے
نا امیدو! تم اتنے پریشان نہ ہوں
آرزوؤں کا حاصل مدینے میں ہے

❁❁❁

مدینہ چلیں

راہرو ہر راہ سے ہٹ کر مدینے کو چلیں
شکر کا ہر گام پر کرتے ہوئے سجدہ چلیں
ہم غمِ دنیا کی خاطر آج تک مٹتے رہے
ان کی خاطر آؤ ٹھکراتے غمِ دنیا چلیں
ہم نے دیکھی ہے مدینہ کی بہارِ بے خزاں
ان گلستانوں میں اے بادِ صبا ہم کیا چلیں
عشقِ احمد ﷺ رہنما ہے راہبر ہے شوقِ دل
راہ کے ہر پیچ وخم سے ہو کے بے پرواہ چلیں
ان کے قدموں سے جدا ہوکر کہیں تسکین نہیں
آؤ اے بہزاد پھر پیشِ درِ مولا چلیں

اللہ اللہ

وہ کعبہ وہ روضہ وہ در اللہ اللہ
مدینے کے شام و سحر اللہ اللہ
وہ روضہ وہ جالی وہ در اللہ اللہ
کہاں تک خدائی کے جلوے سمیٹوں
بھٹکنے لگی ہے نظر اللہ اللہ
ادھر ان سے مانگا ادھر جھولی بھرلی
دعاؤں کا ایسا اثر اللہ اللہ
کلیم ان کے در سے مرادیں ملی ہیں
رسولِ خدا کا نگر اللہ اللہ

❁❁❁

محبتِ مدینہ

نہ تلاشِ میکدہ ہے نہ ہے جام پینا
میرے واسطے ہے کافی میرے ساقیا مدینہ
میری آرزو یہی ہے میری جستجو یہی ہے
مجھے موت بھی جو آئے ہو سامنے مدینہ
نہ تلاشِ میکدہ ہے نہ ہے جام پینا
میرے واسطے ہے کافی میرے ساقیا مدینہ
میں مریضِ مصطفیٰ ﷺ ہوں، مجھے چھیڑو نہ اے لوگو!
میری زندگی جو چاہو مجھے لے چلو مدینہ
اے میرے ساتھیو! جب میرا جنازہ جائے

میری گذرگاہِ جنازہ، ہو یار کا مدینہ
تاریکیوں کا میری، پردہ ذرا اٹھا دو
جلوہ جو تیرا آئے روشن ہو میرا سینہ
مجھے زندگی سے اپنی، الفت ہی نہیں ہے
ان آنکھوں کو اب تو آقا دکھلا دو ذرا مدینہ
آخر نیازِ خستہ، کب تک رہے تڑپتا
تیری یاد میں تڑپ کر مجھے آگیا پسینہ
نہ تلاشِ میکدہ ہے، نہ ہے جام پینا
میرے واسطے ہے کافی میرے ساقیا مدینہ

جی چاہتا ہے

میرا طیبہ جانے کو جی چاہتا ہے
وہاں سے نہ آنے کو جی چاہتا ہے
خدا نے عطا مجھ کو جو کچھ کیا ہے
وہ سب کچھ لٹانے کو جی چاہتا ہے
ترا نقشِ پا دیکھتا ہوں جہاں پر
وہیں سر جھکانے کو جی چاہتا ہے
برستی ہے دن رات رحمت جہاں پر
وہیں میرا جانے کو جی چاہتا ہے
میں آقا کے قدموں سے ہوں دور اتنا
کہ آنسو بہانے کو جی چاہتا ہے

ہے طیبہ میں ایک، جنت کا مرکز
وہاں گھر بنانے کو جی چاہتا ہے
مرادیں جہاں لوگ پاتے ہیں جاکر
اسی در پہ جانے کو جی چاہتا ہے
یہ سالکؔ نے جو نعت دل سے کہی ہے
نبی ﷺ کو سنانے کو جی چاہتا ہے

❁❁❁

سوئے طیبہ

کون کہتا ہے وہاں تم مال و زر لے کر چلو
جانے والو سوئے طیبہ چشمِ تر لے کر چلو
ذرہ ذرہ ہے وہاں تاثیر میں خاکِ شفا
بوذر وسلمان کی فکر و نظر لے کر چلو
فیضِ بارانِ کرم نظروں سے اپنی دیکھنا
لاکھ ارمانوں کا نخلِ بے ثمر لے کر چلو
شرم آتی ہے جو خالی ہاتھ چلنے میں تمہیں
چشمِ گریاں اور فغانِ بے اثر لے کر چلو
جان دے کر بھی ادا ہوگا نہ حقِّ کوئے دوست
بہرِ تسکین خون شدہ قلب وجگر لے کر چلو

رزمیؔ

❁❁❁

دیکھتے رہ گئے

آپ دنیا میں تشریف لائے تھے جب، دشمنِ مصطفیٰ ﷺ دیکھتے رہ گئے
مکہ والوں نے دیکھا جو سرکار کو، روئے بدرُ الدُّجیٰ دیکھتے رہ گئے
آپ شمسُ الضُّحیٰ، آپ بدرُ الدُّجی، آپ سدرُ العلیٰ، آپ نورُ الہدیٰ ﷺ
اللہ اللہ قیامِ نبی تھا یہاں! ہم تو غارِ حرا دیکھتے رہ گئے
پہلے کعبہ گئے پھر مدینہ گئے، راستے بھر درود ان پہ پڑھتے رہے
جیسے ہی پہنچے روضہ پہ سرکار کے، جلوۂ مصطفیٰ دیکھتے رہ گئے
جیسے ہی پہنچے آقا کے دربار میں، ہم نے دیکھا عجب منظرِ دلکشا
سر ہے سالکؔ کا قدموں میں سرکار کے، ہم یہ دلکش فضا دیکھتے رہ گئے

نہ دولت نہ زر چاہیے

ہم کو منصب نہ دولت نہ زر چاہیے
ہم کو تو بس نبی ﷺ کی نظر چاہیے
اپنا دامن بھی آنکھوں سے تر چاہیے
اور دعاؤں میں اپنی اثر چاہیے
اب تو اس کے سوا کوئی حسرت نہیں
ہم کو تو بس مدینہ میں گھر چاہیے
یا خدا یہ دعا میری مقبول ہو
عشق سرکار کا عمر بھر چاہیے

آج اس کے سوا کوئی حاجت نہیں
آپ کے قدموں میں اپنا سر چاہیے
گھر سے چل کر مدینہ پہنچ جائیں ہم
ہم کو طیبہ کا ایسا سفر چاہیے
نعت لکھتے ہیں لکھنے کو سالکؔ مگر
نعت لکھنے کو خونِ جگر چاہیے

شکرِ نعمت

حق تعالیٰ کی رحمت مجھے مل گئی
طیبہ جانے کی نعمت مجھے مل گئی
اب تو معراجِ اُلفت مجھے مل گئی
جب نبی کی محبت مجھے مل گئی
مجھ سے عاجز پہ یہ ہے خدا کا کرم
دین و دنیا کی نعمت مجھے مل گئی
سنتے تھے ایک جنت مدینہ میں ہے
وہ مدینہ کی جنت مجھے مل گئی
آگیا ہے مقدر میرا اوج پر
دونوں عالم کی دولت مجھے مل گئی

ہوگئی ہیں میری نعمتیں بیشمار
یہ نبی سے سعادت مجھے مل گئی
پڑھتا ہوں رات ودن درود وسلام
اپنے آقا سے ، نعمت مجھے مل گئی
سالکِ خستہ پر یہ نگاہِ کرم
عشقِ آقا کی نعمت مجھے مل گئی

❁❁❁

مدینہ بلالو

مجھے میری سرکار اپنا بنا لو
مدینہ کے آقا مدینہ بلا لو
یہی آرزو ہے یہی التجا ہے
مجھے زیست کی کشمکش سے چھڑالو
سنو! چاہتے ہو اگر سرخروئی
تو سر کو درِ مصطفیٰ ﷺ پر جھکالو
مجھے کچھ خرد کی ضرورت نہیں ہے
مجھے اب تو دیوانہ اپنا بنا لو
بس اتنا کرم اب تو ہوجائے مجھ پر
کہ مجھ کو بھی دامن میں اپنے چھپا لو
ٹھکانہ ہے کیا خوش نصیبی کا اس کی

جسے تم مدینہ میں اپنے بلا لو
جو رکھتے ہیں الفت محمد ﷺ کی دل میں
تو پیاس اپنی جاکر مدینہ بجھا لو
جہاں ان کا نقشِ قدم دیکھ لو تم
وہیں اپنا سر والہانہ جھکا لو
جدائی میں جو تم تڑپتے ہو سالکؔ
نہ کیوں جا کے طیبہ میں اک گھر بنا لو

❁❁❁

لاکھوں سلام

اے حبیبِ خدا تم پہ لاکھوں سلام — مصطفیٰ مجتبیٰ تم پہ لاکھوں سلام
خلق کے مدعا تم پہ لاکھوں سلام — انبیاء کی دعا تم پہ لاکھوں سلام
خاتم الانبیاء تم پہ لاکھوں سلام — مرحبا مرحبا تم پہ لاکھوں سلام
راحتوں کی فضا تم پہ لاکھوں سلام — رحمتوں کی گھٹا تم پہ لاکھوں سلام
عشق کی ابتداء تم پہ لاکھوں سلام — حسن کے منتہا تم پہ لاکھوں سلام
دردِ دل کی دوا تم پہ لاکھوں سلام — ہر مرض کی شِفا تم پہ لاکھوں سلام
جو تمہارا ہوا وہ خدا کا ہوا — نازشِ کبریا تم پہ لاکھوں سلام
رحمت دو جہاں والئِ ایں وآں — مہربان حق نما تم پہ لاکھوں سلام
مظہرِ صبح دیں آخرِ مرسلیں — ابتدا انتہا تم پہ لاکھوں سلام
رونقِ دو جہاں ہادیِ انس وجاں — شاہکارِ خدا تم پہ لاکھوں سلام

جتنا سمجھا ہے اہلِ نظر نے تمہیں　　تم ہو اس کے سوا تم پہ لاکھوں سلام
خوفِ طوفان تمناءِ ساحل ہو کیوں　　تم ہو جب نا خدا تم پہ لاکھوں سلام
آپ کیا آ گئے ظلمتیں چھٹ گئیں　　بدرِ غارِ حرا تم پہ لاکھوں سلام
لاکھوں جانیں بھی مجھ کو اگر ہوں عطا　　تم پہ کردوں فدا تم پہ لاکھوں سلام
سایۂ دامنِ عفوورحمت ملے　　ہے یہی التجا تم پہ لاکھوں سلام
حشر میں جامِ کوثر بدستِ کرم　　ہو عطا ہو عطا تم پہ لاکھوں سلام
کیا مجالِ ذکی کیا بساطِ ذکی　　بھیجتا ہے خدا تم پہ لاکھوں سلام

نعت بے مثال

آپ شمسُ الضُّحیٰ آپ بدرُ الدُّجیٰ ﷺ　　آپ نورِ خدا مظہرِ کبریا
آپ مولائے کل آپ فخرِ رُسل　　آفتابِ ہدیٰ مظہرِ کبریا
آپ رحمت نشاں رونقِ دو جہاں　　شان ہے عالی شان صدقے ہو میری جاں
شافعِ مذنباں خلق کے مہرباں　　شاہکارِ خدا مظہرِ کبریا
خلق کے مدعا انبیاء کی دعا　　مصطفیٰ مجتبیٰ مظہرِ کبریا
راحتوں کی فضا رحمتوں کی گھٹا　　شفقتوں کی رداء مظہرِ کبریا
ہادیِ انس وجاں والیِ ایں وآں　　رونقِ دو جہاں صاحبِ کون فکاں
حامیِ بے کساں عفوورحمت نشاں　　رازدارِ خدا مظہرِ کبریا
عرشِ رب کے مکیں عینِ حق کے قریں　　انبیاء کے نگیں خلق کے شہ نشیں

آخرِ مرسلیں مظہرِ صبحِ دیں انتہاء ابتداء مظہرِ کبریا
حرکتِ ابروئے چشمِ تو فقہِ دیں جنبشِ لب بناہائے دینِ مبیں
مرضیِ حق بہ مرضیِ تو آمدہ خوب حق شد ادا مظہرِ کبریا
زلفِ تو عنبریں چشمِ تو سرمگیں ہر چہ داری حسیں اے منور جبیں
رحمتِ عالمیں جانبِ ما بہ بیں از دلم ایں ندا مظہرِ کبریا
آپ کی رحمتیں آپ کی برکتیں آپ کی نعمتیں آپ کی شفقتیں
پے بہ پے ہم پہ ہیں ایسی بے انتہا کیسے حق ہو ادا مظہرِ کبریا
سنگِ میل آپ ﷺ کا سدرۃُ المنتہیٰ زینتِ عرشِ رب آپ ﷺ کا نقشِ پا
محوِ حیرت مَلکُ ہیں کہ ہیں آپ ﷺ کیا یہ تو جانے خدا مظہرِ کبریا
شب کی تاریکیاں پُرستم آسماں کشتی بے بادباں دست وپا ناتواں
خوفِ طوفاں تمنائے ساحل ہو کیوں تم ہو جب ناخدا مظہرِ کبریا
میرا تن ہو فدا میرا من ہو فدا میرا دھن ہو فدا اے رسولِ خدا
لاکھ جانیں بھی ہوں گر مجھ کو عطا تم پہ کردوں فدا مظہرِ کبریا
نابکار آدمم دلفگار آدمم شرمسار آدمم اشکبار آدمم
اک نگاہِ کرم اے امام الامم ایں صدائے گدا مظہرِ کبریا
دامنِ عفوو رحمت میں لے لیجئے جامِ کوثر اسے بھی پلادیجئے
ہے ذکی یہ گنہگار کی التجاء اے حبیبِ خدا مظہرِ کبریا

دل کی تمنا

یہی ہے تمنا، یہی آرزو ہے، یہی تو سنانے کو جی چاہتا ہے
مدینہ کو جاؤں، پلٹ کر نہ آؤں، یہیں گھر بنانے کو جی چاہتا ہے

نہیں کوئی ہمدرد، پیاروں کو دیکھا، دلاروں کو دیکھا، سہاروں کو دیکھا
کروں ترکِ دنیا کو عشقِ نبی میں بھلادوں زمانہ کو جی چاہتا ہے

صلوٰۃ وسلام اے رسولِ معظّم سلامٌ علیک نبیِ مکرّم
خدا کی قسم، تیرے روضہ پر آ کر یہ ہر دم سنانے کو جی چاہتا ہے

سیاہ کاریوں کی فراوانیاں ہیں، پریشانیاں ہی پریشانیاں ہیں
جبیں تیرے قدموں میں ایک روز رکھ کر گناہ بخشوانے کو جی چاہتا ہے

❀❀❀

علامہ اقبال کے اشعار سرورِ کائنات ﷺ کی شان میں

دنیا کا وجود حضور ﷺ کی وجہ سے

اگر یہ نہ ہو پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمنِ دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو

یہ نہ ہو ساقی تو پھر مے بھی نہ ہو، خم بھی نہ ہو
بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو

خیمۂ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

❀❀❀

مدینے کے شام وسحر

مدینہ کے شام وسحر اللہ اللہ — یہ تسکینِ قلب وجگر اللہ اللہ

مٹا ہاں مٹا دردِ سر اللہ اللہ — عجب شے ہے یہ سنگِ در اللہ اللہ

یہ روضہ یہ جالی یہ در اللہ اللہ — یہ کھوئی ہوئی سی نظر اللہ اللہ

نظر کھوئی کھوئی قدم بہکے بہکے — غمِ دل ہے زیر و زبر اللہ اللہ

حریمِ نبوّت میں آنکھیں بچھا کر — نظر ہوگئی معتبر اللہ اللہ

خجالت کے اشکوں کی قیمت نہ پوچھو — ہیں دامن میں جیسے گُہراللہ اللہ

انوکھے ہیں سب دن اچھوتی ہیں راتیں — نرالے ہیں شام وسحر اللہ اللہ

یہ محفل ہے کس کی کہاں آگئے ہم — محبت کی خوشبو سے تر اللہ اللہ

رہی دل کی دل میں کٹی رات ساری — حرم کی اذانِ سحر اللہ اللہ

شب ِ ماہتاب اور اُن کی تجلّی — نہ اس رات کی ہو سحر اللہ اللہ

یہ معراجِ چشمِ عقیدت ہے رزمیؔ

وہی دن ہیں پیشِ نظر اللہ اللہ

✿✿✿

تجھ سا کوئی نہیں

اے رسولِؐ امیں، خاتم المرسلیں! — تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں!

ہے عقیدہ یہ اپنا بصدق و یقیں! — تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں!

اے براہیمی وہاشمی خوش لقب، — اے تو عالی نسب اے تو والا حسب

دُو دَمانِ قریشی کے دُرِّ ثمیں! — تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں!

دستِ قدرت نے ایسا بنایا تجھے — جملہ اوصاف سے خود سجایا تجھے
اے ازل کے حسیں، اے اَبد کے حسیں — تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں!
بزمِ کونین پہلے سجائی گئی، — پھر تری ذات منظر پہ لائی گئی!
سیّدُ الاوّلین، سیّدُ الآخرین، — تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں!

تیرا سکہ رواں کل جہاں میں ہوا، — اس زمیں میں ہوا، آسماں میں ہوا
کیا عرب، کیا عجم، سب ہیں زیرِ نگیں! — تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں!
تیرے انداز میں وسعتیں فرش کی — تیری پرواز میں رِفعتیں عرش کی
تیرے انفاس میں خُلد کی یاسمیں — تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں!

''سدرۃُ المنتہیٰ'' رہگزر میں تری — ''قابَ قوسین'' گردِ سفر میں تری
تو ہے حق کے قریں، حق ہے تیرے قریں، — تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں!
کہکشاں ضو ترے سرمدی تاج کی — زُلفِ تاباں حسیں رات معراج کی
''لیلۃُ القدر'' تیری منور جبیں، — تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں!

مُصطفےٰ، مجتبےٰ، تیری مدح و ثنا، — میرے بس میں نہیں، دسترس میں نہیں
دل کو ہمت نہیں، لب کو یارا نہیں! — تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں!
کوئی بتلائے، کیسے سراپا لکھوں، — کوئی ہے! وہ کہ میں جس کو تجھ سا کہوں
توبہ توبہ، نہیں کوئی تجھ سا نہیں — تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں!

چاروں یاروںؓ کی شانِ جلی ہے بھلی، ہیں یہ صدیقؓ، فاروقؓ، عثمانؓ، علیؓ
شاہد عدل ہیں یہ تیرے جانشیں! تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں!
اے سراپا نفیس، انفسِ دوجہاں، سرورِ دلبراں، دلبرِ عاشقاں!
ڈھونڈتی ہے تجھے میری جانِ حزیں تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں!

نعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

میں اپنی تشنہ آنکھیں لے کے آیا ہوں مدینے میں
اب ان آنکھوں میں رنگِ جامِ کوثر لے کے جاؤنگا

پہاڑو، نکہتو، مستی، جمال ونور وزیبائی
میں اپنے ساتھ یہ روضے کا منظر لے کے جاؤنگا

مِرے آقا! نیا پیراہنِ ہستی عطا کردو
میں اس قلب میں اب ایک اور پیکر لے کے جاؤنگا

سجا کر اپنی پیشانی پہ خاکِ ارضِ طیبہ کو
میں یہ سرمایۂ جاں روزِ محشر لے کے جاؤنگا

میرے سرکار! پھر ایک دن مجھے در پر بلائیں گے
میں یہ حسنِ یقیں اللہ اکبر! لے کے جاؤنگا

میں اس در تک رسائی کی تمنا لے کے آیا ہوں
اب اس در سے حضوری کا مقدر لے کے جاؤنگا

نظر میں اس ہجومِ رنگ وبو میں خود کو گم کر کے
تصور میں یہی محراب ومنبر لے کے جاؤنگا

میں اپنی تشنہ آنکھیں لے کے آیا ہوں مدینے میں
اب ان آنکھوں میں رنگِ جام کوثر لے کے جاؤنگا

❁❁❁

نعت

سحر کا وقت ہے معصوم کلیاں مسکراتی ہیں
ہوائیں خیرِ مقدم کے ترانے گنگناتی ہیں....
مئے عشرت چھلکتی ہے ستاروں کے کٹوروں سے
اُبلتی ہے شرابِ خلد مٹی کے سکوروں سے
زمیں سے آسماں تک نور کی بارش ہی بارش ہے
کسی کی بے نیازی آج سرکردہ نوازش ہے
ابھی جبرائیل اُترے بھی نہ تھے کعبہ کے منبر سے
کہ اتنے میں صدا آئی یہ عبد اللہ کے گھر سے
مبارک ہو شہہِ ہر دوسرا تشریف لے آئے
مبارک ہو محمد مصطفیٰ تشریف لے آئے
مبارک صبح کو شمس الضُحیٰ تشریف لے آئے
مبارک رات کو بدرُ الدُّجیٰ تشریف لے آئے
وہ آئے جن کے آنے کی زمانے کو ضرورت تھی
وہ آئے جن کی آمد کے لئے بے چین فطرت تھی
وہ آئے جن کے ہاتھوں سے سخا کا مینہ برستا تھا
وہ آئے جن کے سجدوں کے لئے کعبہ ترستا تھا
سحر کا وقت ہے معصوم کلیاں مسکراتی ہیں
ہوائیں خیرِ مقدم کے ترانے گنگناتی ہیں

❁❁❁

نعت

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بَر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجاء، غریبوں کا ماویٰ
تیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ
خطا کار سے درگذر کرنے والا
بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کو زیر وزبر کرنے والا
قبائل کو شیر وشکر کرنے والا
اُتر کر حرا سے سُوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا
عرب جس پہ تھا جہل قرنوں سے چھایا
پلٹ دی بس اِک آن میں اس کی کایا
رہا ڈر نہ بیڑے کو موجِ بلاء کا
اِدھر سے اُدھر پھر گیا رُخ ہوا کا
طبیعت میں جو اس کے جوہر تھے اصلی
ہوئے سب تھے مٹی میں مل کر وہ مٹی
یہ تھا سب ثبت علمِ قضاء و قدر میں
کہ بن جائے گی وہ طِلا اک نظر میں

نعت

رنگ لائیں گی کب میری آہیں
پھر مدینہ کی جانب کو جائیں

جب نظر آئے وہ سبز گنبد
کہہ کے صلِّ علیٰ جھوم جائیں

جب حضوری کا عالم عطا ہو
اُن کو افسانۂ غم سنائیں

اب نہ جانا ہو گھر ہم کو واپس
چپکے چپکے یہ مانگیں دعائیں

مجھ کو اپنا بنالو کرم سے
ملتزم پر یہ مانگیں دعائیں

تیرے در پر مرا سر ہو یارب
جان اس طرح تجھ پر لٹائیں...

دونوں عالم کی کیا ہے حقیقت
جتنے عالم ہوں تجھ پر لٹائیں

تیرا دردِ محبت سنا کر
سارے عالم کو مجنوں بنائیں

سارے عالم کو مجنوں بنا کر
میرے مولا تیرے گیت گائیں

سارے عالم میں پھر پھر کے یارب
تیرا دردِ محبت سنائیں!

لذتِ قرب پاکر تری ہم
لذتِ دوجہاں بھول جائیں

دربدر ڈھونڈتا ہے یہ اخترؔ
اہلِ دردِ محبت کو پائیں

❁❁❁

محمد صلی اللہ علیہ وسلم موتی

دنیا سیپ، محمد موتی؟ صلی اللہ علیہ وسلم
اس بن دنیا کیسی ہوتی؟ صلی اللہ علیہ وسلم

مقصودِ کونین محمد، مطلوبِ دارین محمدؐ
اس بن دنیا کیسی ہوتی؟ صلی اللہ علیہ وسلم

گر نہ ہوتا آمنہ جایا، خلقت کا غم کھانے والا
خلقت میٹھی نیند نہ سوتی؟ صلی اللہ علیہ وسلم

زہراؓ کا دل غم کا مارا، ہجرِ نبیؐ میں پارہ پارہ
گم سم آنسو ہار پروتی، صلی اللہ علیہ وسلم

ساجن بن سکھ چین نہ آوے، یاد اس کی دن رین ستاوے
دل تڑپے ہے، آنکھیں روتی، صلی اللہ علیہ وسلم

نعت

غنچہ غنچہ تبسّم طلب ہوگیا
آپ آئے تو فصلِ بہار آگئی

اک طوفاں اٹھا نکہت ونور کا
یا نسیم چمن، مشکبار آگئی

تیری ہستی پہ قرباں کہ ہستی تری
حُسن وفطرت کی آئی ندا آگئی

آنکھ نے گوہرِ نم نچھاور کیئے
دل نے رکھدی عقیدت سے روئے جبیں

جس نے دن رات چومے نبیؐ کے قدم
للہ الحمد وہ رہ گذار آگئی

جس کو مل جائیں خاکِ درِ مصطفیٰ
اللہ اللہ اُس شخص کا مرتبہ

عرش کی رفعتیں اُس کو سجدہ کریں
سبزِ گنبد سے جس کی پکار آگئی

مدنی مدینہ والے

مجھے در پہ پھر بلانا، مدنی مدینہ والے
مجھے عشق بھی پلانا، مدنی مدینہ والے
مدنی مدینہ والے، مدنی مدینہ والے

تیرے جبکہ دید ہوگی، جب میری عید ہوگی
میرے خواب میں تم آنا، مدنی مدینہ والے
مدنی مدینہ والے، مدنی مدینہ والے

مجھے سب ستارہے ہیں، میرا دل دُکھارہے ہیں
تم ہی حوصلہ بڑھانا، مدنی مدینہ والے
مدنی مدینہ والے، مدنی مدینہ والے

کبھی جَو کی موٹی روٹی، تو کبھی کھجور پانی
تیرا ایسا سادہ کھانا، مدنی مدینہ والے
مدنی مدینہ والے، مدنی مدینہ والے

ہے چٹائی کا بچھونا، کبھی خاک ہی پہ سونا
کبھی ہاتھ کا سِرھانا، مدنی مدینہ والے
مدنی مدینہ والے، مدنی مدینہ والے

تیری سادگی پہ لاکھوں، تیری عاجزی پہ لاکھوں
ہو سلامِ عاجزانہ، مدنی مدینہ والے
مدنی مدینہ والے، مدنی مدینہ والے

میری عادتیں ہوں بہتر، بنوں سنّتوں کا پیکر
مجھے متّقی بنانا، مدنی مدینہ والے
مدنی مدینہ والے، مدنی مدینہ والے

شاہ ایسا جذبہ پاؤں کہ میں خوب سیکھ جاؤں
تیری سنّتیں سکھانا، مدنی مدینہ والے
مدنی مدینہ والے، مدنی مدینہ والے

میرے غوث کا وسیلہ، رہے شاد سب کا بیلہ
اُنھیں خلد میں بسانا، مدنی مدینہ والے
مدنی مدینہ والے، مدنی مدینہ والے

میری آنے والی نسلیں، تیرے عشق ہی میں مچلیں
اُنھیں نیک تم بنانا، مدنی مدینہ والے
مدنی مدینہ والے، مدنی مدینہ والے

تیرے غم میں کاش عطّارؔ، رہے ہر گھڑی گرفتار
غمِ مال سے بچانا، مدنی مدینہ والے
مدنی مدینہ والے، مدنی مدینہ والے

مجھے در پہ پھر بلانا، مدنی مدینہ والے
مجھے عشق بھی پلانا، مدنی مدینہ والے
مدنی مدینہ والے، مدنی مدینہ والے

تجھ پر خدا کی رحمت

تجھ پر خدا کی رحمت اے عازمِ مدینہ
نورِ محمدی سے روشن ہو تیرا سینہ
جب ساحلِ عرب پر پہنچے تیرا سفینہ
للہ سر جھکا کر اس وقت باقرینہ
محبوبِ کبریا سے میرا سلام کہنا
محبوبِ کبریا سے میرا سلام کہنا

ساحل سے آتے آتے موجوں کو چوم لینا
موجوں کے بعض دل کش ذرّوں کو چوم لینا
اس پاک سرزمین کی راہوں کو چوم لینا
پھولوں کو چوم لینا کانٹوں کو چوم لینا
پھر نورِ والضحیٰ سے میرا سلام کہنا
پھولوں کو چوم لینا کانٹوں کو چوم لینا

ہو جانبِ مدینہ جب کارواں روانہ
صلّ علیٰ محمد لب پر ہو یہ ترانہ
وردِ زباں ہو جس دم، دمِ عاشقانہ
جب رحمتِ خدا کا لٹنے لگے خزانہ
سر چشمۂ عطا سے میرا سلام کہنا
سر چشمۂ عطا سے میرا سلام کہنا

روضہ کی جالیوں کے جس دم قریب جانا
رو رو کے حال میرا سرکار کو سنانا
پھر نورِ حق نما سے میرا سلام کہنا
پھر نورِ حق نما سے میرا سلام کہنا

میری نسبت مدینہ سے ہے

میری نسبت مدینے سے یونہی نہیں میرے آقا کا روضہ مدینہ میں ہے
میں مدینے کی جانب نہ کیسے کھینچوں میرا دین اوردنیا مدینے میں ہے

پھول کھلتے ہیں پڑھ پڑھ کے صلِّ علیٰ، جھوم کر کہہ رہی ہے یہ بادِ صبا
ایسی خوشبو چمن کے گلوں میں کہاں، جیسی خوشبو نبیؐ کے پسینے میں ہے

اِک ہے چاند عرش کا اِک ہے چاند فرش کا، فرش کے چاند کے جلوے کو دیکھو ذرا
اِک اِشارے سے ٹکڑے ہوا وہ قمر، اس قمر کا قمر بھی مدینے میں ہے

اِک ہے جنت تیری اِک ہے حجرہ تیرا، میرے مولا بتا اب میں جاؤں کہاں
بھیج دی رب نے جنت اِسی حجرہ میں، اَمی عائشہؓ کا حجرہ مدینے میں ہے

میں یہاں ہوں، میرا دل مدینے میں ہے
میں یہاں ہوں، میرا دل مدینے میں ہے

اُداس راہیں

طریقِ ہجرت سے متأثر ہو کر

حرم سے طیبہ کو آنے والے، تجھے نگاہیں ترس رہی ہیں
جدھر جدھر سے گزر کے آئے، اداس راہیں ترس رہی ہیں

رسولِ اطہر جہاں بھی ٹھہرے، وہ منزلیں یاد کر رہی ہیں
جبینِ اقدس جہاں جھکی ہے، وہ سجدہ گاہیں ترس رہی ہیں

جو نور افشاں تھیں لحظہ لحظہ، حضورِ انور کے دم قدم سے
وہ جلوہ گاہیں تڑپ رہی ہیں، وہ بارگاہیں ترس رہی ہیں

صبائے بطحا غموں سے پُر ہے، فضائے اقصیٰ بھی دکھ بھری ہے
اب ایک مدت سے حال یہ ہے، اثر کو آہیں ترس رہی ہیں

خیال فرما کر چشمِ عالم تری ہی جانب لگی ہوئی ہے
نگاہ فرما، کہ ساری امت کی میٹھی چاہیں ترس رہی ہیں

نفیسؔ کیسا یہ وقت آیا، سلوک واحساں کے سلسلوں پر
جہاں مشائخ کی رونقیں تھیں، وہ خانقاہیں ترس رہی ہیں

سلام بحضورِ خیرالانام صلی اللہ علیہ وسلم

الٰہی! محبوبِ کل جہاں کو، دل وجگر کا سلام پہنچے
نفس نفس کا درود پہنچے، نظر نظر کا سلام پہنچے

بساطِ عالم کی وسعتوں سے، جہانِ بالا کی رفعتوں سے
ملک ملک کا درود اُترے، بشر بشر کا سلام پہنچے

حضورؐ کی شام شام مہکے، حضورؐ کی رات رات جاگے
ملائکہ کے حسیں جلو میں، سحر سحر کا سلام پہنچے

زبانِ فطرت ہے اِس پہ ناطق، بہ بارگاہِ نبیِ صادق
شجر شجر کا درود جائے، حجر حجر کا سلام پہنچے

رسولِ رحمتؐ کا بارِ احساں، تمام خلقت کے دوش پر ہے
تو ایسے محسن کو بستی بستی، نگر نگر کا سلام پہنچے

مِرا قلم بھی ہے ان کا صدقہ، مِرے ہُنر پر ہے ان کا سایہ
حضورِ خواجہؐ، مِرے قلم کا، مِرے ہُنر کا سلام پہنچے

یہ التجا ہے کہ روزِ محشر، گناہگاروں پہ بھی نظر ہو
شفیعِ امتؐ کو ہم غریبوں کی چشمِ تر کا سلام پہنچے

نفیس کی بس دُعا یہی ہے، فقیر کی اب صدا یہی ہے
سوادِ طیبہ میں رہنے والوں کو عمر بھر کا سلام پہنچے

صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلّم

آرزو

یہی بات کہنے کو جی چاہتا ہے
مدینے میں رہنے کو جی چاہتا ہے

یہی عرض کرنے کو جی چاہتا ہے
مدینے میں مرنے کو جی چاہتا ہے

یہ کس جانِ جاناں کا فیضِ نظر ہے
کہ جی سے گزرنے کو جی چاہتا ہے

بگڑنے ہی میں عمر گذری ہے ساری
خدایا! سنورنے کو جی چاہتا ہے

❁❁❁

مدینہ عافیت کی جگہ ہے

مدینہ کی زمیں خلدِ بریں معلوم ہوتی ہے
جو سچ پوچھو تو کچھ اس سے حسیں معلوم ہوتی ہے

مدینہ جس طرح، سارے شہروں میں حسیں تر ہے
مساجد میں یہ مسجد مہ جبیں معلوم ہوتی ہے

ترے فضل وکرم سے باب احمدؐ میں ہوا داخل
نہایت ہے کہاں اس کی نہیں معلوم ہوتی ہے

ہزاروں جھنجھٹوں سے چھوٹ کر پہنچا مدینہ میں
کہ قدرِ عافیت آکر یہیں معلوم ہوتی ہے

نطق بیاں کھوگئے

تم سے کیفِ حضوری بیان کیا کروں، جا کے بطحا میں قلب اور جاں کھوگئے
رُوح پر وجد کچھ ایسا طاری ہوا، اپنی ہستی کے سارے نشاں کھوگئے
بے طلب ہی مرادوں سے دامن بھرا، چار جانب ہے اک بحرِ جود وسخا
جب خموشی ہی بننے لگی مدّعا، پھر تو الفاظِ نطق وبیاں کھوگئے
اہلِ دل تو سبھی مست ومدہوش تھے، اور اہلِ نظرخود فراموش تھے
ہوش والوں کو بھی میں نے دیکھا یہی، دیکھتے دیکھتے جالیاں کھوگئے
جب نگاہیں اٹھیں سوئے بابُ السلام چھاگیا روح پر ایک کیفِ تمام
آگیا بر لبِ دل درود وسلام میری نظروں سے کون ومکاں کھوگئے
مسجدِ پاک میں جب جبیں جھک گئی، فخر بہزاؔد کرنے لگی بندگی
کیا بتائیں ہمیں کیسی لذت ملی، ان کا نقشِ قدم تھا جہاں کھوگئے

عرضِ احسن

بآستانۂ نبوتِ کبریٰ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

(از: حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی نوراللہ مرقدہ)

حضرت گیلانی کے خاص جذبیہ انداز میں

ہر ایک سے ٹکرا کر ہر شغل سے گھبرا کر ہر فعل سے شرما کر ہر کام سے پچھتا کر
آمد بدرت بنگر

اے خاتم پیغمبر اے قاسمِ الکوثر اے سرورِ ہر سرور اے رہبر ہر رہبر
اے آنکہ توئی افسر ہر کہتر و ہر مہتر فی المبدأ والمحشر اے ہستیٔ تو محور
للاکبر والاصغر اے طلعتِ تو مظہر للاوّل والآخر اے رحمِ جہاں پرور
آقائے کرم گستر(۱) آمد بدرت بنگر

اِمروز چہ مہمانے ناکارۂ ونادانے آلودۂ عصیانے آغشتۂ(۲) دامانے
بازیچۂ(۳) شیطانے ازکردہ پشیمانے
آمد بدرت بنگر نے مونس ونے یاور

نے ساز نہ سامانے نے علم نہ عرفانے نے دین نہ ایمانے نے فضل نہ احسانے
ازخانۂ ویرانے وزکلبۂ(۴) احزانے وزمجلس وزندانے(۵) ناشکرے وکفرانے
آمد بدرت بنگر کالحائر والمضطر

---

(۱) کرم کرنے والا۔(۲) دامن بھی پھٹا ہوا ہے۔(۳) کھیل کا میدان۔(۴) کوٹھری۔(۵) قید خانہ۔

باچاکِ گریبانے با سینۂ بریانے با دیدۂ گریانے با اشکِ فراوانے
با نالہ(۱) و فغانے با شورشِ پنہانے با دانشِ حیرانے با عقلِ پریشانے
در صورتِ عطشانے در گریۂ(۲) درمانے خواہد ز تو فرمانے پروانۂ غفرانے
آمد بدرت بنگر البائس والمعتر

شاہا تو بمن(۳) منگر بر رحمت خود بنگر انصاف تو کن آخر غیر از تو مرا دیگر
من ناظر والناصر والشافع ومستغفر

تو جوششِ رحمانی تو سایۂ یزدانی تو شاہدِ ربانی تو جلوۂ سبحانی
تو مرکزِ اعیانی تو جوہرِ فراوانی تو مبدءِ اکوانی تو مقصدِ امکانی
تو مرجع و پایانی(۴) تو جانی و جانانی ہم روحی و روحانی تو زبدۂ انسانی
تو نیّرِ(۵) فارانی تو دُرّۂ عدنانی
تو مہبطِ قرآنی
تو خاتمِ ادیانی ہادیٔ و ایمانی

اے آنکہ تو درمانی ہر رنج و پیشانی بنگر کہ مسلمانی تورانی و ایرانی
ہم ہندی و افغانی ہم مصری و سوڈانی از نزغۂ شیطانی وز جذبۂ حیوانی
وز دانشِ نفسانی وز شورشِ عمرانی یونانی و رومانی افرنجی و برطانی
در سکرتِ وہمانی در لُطمۂ نادانی
در ورطۂ(۶) ظلمانی
در فتنۂ و طغیانی فی البغی وعدوانی

(۱) چیخ و پکار۔ (۲) درماندہ ڈرتا ہوا۔ (۳) مجھ پر نظر نہ کیجئے۔ (۴) نیچے سے اوپر۔ (۵) سورج۔ (۶) موج۔

ہاں دستِ دعا بکشا   از ذروۂ او أدنیٰ[1]   وز قبۂ ما اوحیٰ[2]   اے مرضی تو ترضیٰ[3]

وے ملتِ تو بیضا   فالیل لقد یغشیٰ[4]   والکفر قد استعلیٰ[5]   ذا امتك الضعفیٰ[6]

فی سیطرۃ الاعداء[7]   ہاں سھمك لایطغیٰ[8]

در رمیک لایحظیٰ[9]

واللّٰہ[10] ھو الاعلیٰ   والحق[11] فلا یعلیٰ

(۱) اوادنی۔ سورہ النجم کی آیت: "ثُمَّ دَنیٰ فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی" کی طرف تلمیح کی گئی ہے۔

(۲) "فَاَوْحیٰ اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحیٰ"، (یعنی جب اوادنیٰ کے مقام تک عروج ہوا تو اللہ نے اپنے بندے پر وحی کی جو کچھ بھی وحی کی) یہ بھی اسی سورۂ نجم کی آیت ہے۔

(۳) سورۂ والضحیٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشادِ الٰہی ہوا ہے کہ "وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی" (قریب ہے کہ تیرا رب اتنا دے کہ تو راضی ہو جائے) بلاشبہ اس آیت میں بڑی بشارتیں پنہاں ہیں، العالمین کی رحمت کی رضا مندی کے حدود کو سوچیے اور سر دھنیے۔

(۴) بس رات چھا گئی۔

(۵) اور کفر اونچا ہو گیا۔

(۶) یہ آپ کی کمزور ناتواں امت ہے۔

(۷) دشمنوں کے قابو میں ہے۔

(۸) آپ کا تیر نشانہ سے ہٹ نہیں سکتا۔

(۹) آپ کے نشانہ کو غلط نہیں کہا جا سکتا۔

(۱۰) اللہ ہی سب سے بڑا ہے۔

(۱۱) اور حق پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔

حضور ﷺ کی شان میں

بہار آمد بہار آمد، بہارِ مشکبار آمد
نگار آمد نگار آمد، نگارِ بردبار آمد
صبوح آمد صبوح آمد صبوحِ راح وروح آمد
خرامان ساقیِ مہ روی بایثارِ عقار آمد
صفا آمد صفا آمد، کہ سنگ وریگ روشن شد
شفا آمد شفا آمد شفائی ہر نزار آمد
حبیب آمد حبیب آمد بدلداریِ مشتاقان
طبیب آمد طبیب آمد طبیبِ ہوشیار آمد
سماع آمد سماع آمد سماعِ بے صداع آمد
وصال آمد وصال آمد وصالِ پائیدار آمد
ربیع آمد ربیع آمد، ربیعِ بس بدیع آمد
شقایقہا وریحانہا ولالہ و خوش عزار آمد

(از : اشعار شمس الحق تبریزی)

عقیدت و محبت

ازحضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ

زمہجوری بر آمد جانِ عالم ترحّم یا نبی اللہ ترحّم

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی زیارت کے شوق میں اور آپ کے ہجر وفراق سے دنیا والوں کی جان نکل چکی ہے کہ کسی طرح دیدار ہو جائے کسی طرح زیارت ہو جائے، لہٰذا اے اللہ کے نبی رحم فرمایئے کرم فرمایئے!

نہ آخر رحمۃ للعالمینی ز محروماں چرا غافل نشینی

کیا آپ تمام جہانوں کے لئے باعث رحمت نہیں ہیں؟ اور جب ہیں اور یقیناً ہیں تو پھر ہم محرومانِ زیارت اور دیدار کو ترس جانے والوں سے بے خبر سے ہو گئے ہو کسی طرح ان کی خبر لو کب تک یہ فراق میں تڑپتے رہیں گے، اب تو ذرا باہر آجایئے آپ کی زیارت کے مشتاق درِ دولت پر کھڑے ہیں جس طرح آپ چاہیں مگر ہم زیارت کے لئے بے چین ہیں۔

زخاک اے لالۂ سیراب بر خیز چوں نرگس خواب چند، از خواب بر خیز

اے لالہ سیراب خاکِ پاک سے اٹھیئے اے نرگسی نیند سے سونے والے نیند سے بیدار ہو جایئے دیکھئے فراق سے امت کا کیا حال ہو گیا ہے

بُروں آور سر ازُ بردِ یمانی کہ روئے تُست صبحِ زندگانی

ان یمنی چادروں سے سر مبارک تو نکال لیجئے اور ذرہ چہرۂ انور کو ایک نظر ہم بھی دیکھ لیں آپ کا روئے مبارک دیکھنا ہماری زندگی کی صبح ہوگی یعنی ہماری حیات کا سب سے سہانا وقت ہوگا کہ جس وقت ہم آپ کے جمالِ جہاں آراء دیکھ رہے ہونگے۔

شبِ اندوہِ مارا روز گرداں ذ رویتِ روز ما فیروز گرداں

ہماری غم والی رات کو روزِ روشن کی طرح کر دیجئے آپ کو دیکھ لینے سے ہمارے دن کو کامیاب بنایئے ہم اپنی قسمت پر فخر کریں گے کہ اس روز ہمیں سرکارِ دو جہاں کی زیارت ہوئی بھلا اس سے زیادہ کامیاب دن کونسا ہوسکتا ہے بھلا ہم امتی اور آپ کی زیارت کریں!

بہ تن درپوش عنبر بوئے جامہ بسر بر بند کافوری عمامہ

مشک وعنبر سے بسایا ہوا لباس زیب تن فرمالیجئے اور سر مبارک پر کافوری عمامہ باندھ لیجئے جیسا کہ آپ کا لباس مبارک ہے (اور تصور ہی میں آجایئے)!

فرود آویز از سر گیسواں را فگن سایہ بباسرِ رواں را

سرِ مبارک سے گیسوئے مبارک تو نیچے فرمالیں اس سرو جیسے قد مبارک کے پاؤں مبارک کا ہم پر سایہ ڈالئے

ادیم طائفی نعلینِ پاکن شراک از رشتۂ جانہائے ماکن

طائف کے نرم ونازک چمڑے کی بنی ہوئی نعلین مبارک پہن لیجئے اور ہماری جانوں کے رشتہ کا تسمہ بنا کر ان میں ڈال لیجئے!

جہانے دیدہ کردہ فرشِ راہند چوں فرشِ اقبال پابوسِ تو خواہند

ایک دنیا کی آپ کے راستہ کے فرش پر نظریں جمی ہوئی ہیں کہ چہرۂ انور کی طرف نظر کرنے کی ہمت نہیں ہے صرف فرشِ راہ پر نظریں ہیں کہ قدمِ مبارک آئیں اور دل کی مراد پوری ہوجائے بلکہ فرش کی طرح کہ وہ آپ کے قدم مبارک کو آپ کے چلتے وقت بوسہ دیتا ہے ہم بھی آپ کے پائے مبارک کو بوسہ دیکر اپنا نصیب جگالیں۔

زحجرہ پائے در صحنِ حرم نہ بفرقِ خاک رہ بوساں قدم نہ

حجرۂ مبارک سے صحنِ حرم میں پائے مبارک تو رکھ دیجئے اور اپنے راستہ کی خاک کو بوسہ دینے والوں کے سر کی مانگ پر اپنا قدم مبارک رکھ کر شاداں کیجئے،

بِدہ دستے زپا افتادگاں را بکن دلداریئے دلدادگاں را

ان پڑے ہوئے اور پھسلے ہوؤں کو اپنا دستِ مبارک پکڑا دیجئے اور ان دل نثار کرنے والوں کی دلداری کیجئے۔

اگرچہ غرق دریائے گناہیم فتادہ خشک لب برخاکِ راہیم

اگرچہ ہم گناہوں کے دریا میں غرق ہو چکے ہیں مگر آپ کی راہ کی مٹی پر خشک لب پڑے ہوئے ہیں۔

تو ابرِ رحمتی آں بہ کہِ گاہے کنی بر حالِ لب خشکاں نگاہے

آپ تو ابرِ رحمت ہیں آپ کے لئے یہی بہتر اور لائق ہے کہ ان خشک لبوں کے حال پر نگاہ فرمائیں۔

خوشا کر گردِ رہ سُویت رسیدیم بدریدہ گرد از کویت رسیدیم

اس پر ہم خوش وخرم ہیں کہ آپ کے راستے کی گرد کی طرف ہم پہنچے گرد کو ہٹا ہٹا کر آپ کے کوچے میں آئے۔

بمسجد سجدۂ شکرانہ کردیم چراغت رازِ جاں پروانہ کردیم

مسجد نبوی میں آئے شکر کا سجدہ کیا آپ کے چراغ کو اپنی جان کے لئے پروانہ بنایا۔

بگردِ روضہ ات گشتیم گستاخ دلم چوں پنجرہ شد، سوراخ سوراخ

آپ کے روضہ کے گرداگرد گستاخانہ گھومتے رہے اور دل پنجرہ کی طرح سوراخ سواخ ہے۔

زدیم از اشک ابر چشم بے خواب   حریمِ آستانِ روضہ اُت پاک

بے واب چشم سے آنسو ابر کی طرح ٹپکے جب آپ کے آستانِ حرم میں پہنچے۔

گہے رفتیم زاں ساحت غبارے   گہے چیدیم، زخاشاک وخارے

کبھی اس صحن کے غبار میں چلے پھرے اور کبھی یہاں کے خاشاک وخار چنتے رہے۔

❁❁❁

وصلى الله تعالىٰ على النبى الكريم محمد وآله واصحابه أجمعين الى يوم الدين

❁

بندہ عبدالرؤف سکھروی عفاء اللہ عنہ

جامعہ دارالعلوم کراچی

۱۹/ذوالحجہ ۱۴۳۸ھ بروز پیر

یادداشت

چند نئی، پُراثر اور مفید مطبوعات

خوشخبری

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

کی چند نئی پُر اثر، مفید، معتبر اور مستند مطبوعات جو ہر گھر کے لئے بہت مفید اور ضروری ہیں، عمدہ ٹائٹل، اعلیٰ طباعت وکتابت اور معیاری کاغذ کے ساتھ اب مکتبۃ الاسلام کراچی سے براہِ راست دستیاب ہیں۔

1. **زکوٰۃ کے فضائل و مسائل**
اس میں زکوٰۃ کے فضائل، مسائل، عشر، صدقۃ الفطر کے احکام، اور زکوٰۃ کا حساب بنانے کا آسان طریقہ لکھا گیا ہے۔

2. **حج کے ضروری مسائل**
اس میں حج اور عمرہ میں اکثر پیش آنے والے مسائل اور حج بدل کے احکام لکھے گئے ہیں

3. **کرسی پر نماز کے مسائل**
اس میں کرسی پر نماز پڑھنے کے ضروری مسائل لکھے گئے ہیں، اپنے موضوع پر منفرد اور جامع کتاب ہے

4. **جنت کے پھول اور دوزخ کے کانٹے**
اس میں وہ اعمال درج ہیں جو جنت میں لے جانے اور جہنم سے بچانے کا ذریعہ ہیں۔

5. **موت کی بدعات اور رسمیں**
- عزیز و اقارب کے انتظار میں میت کو روکنا
- قبر پر کپڑے یا پھولوں کی چادر چڑھانا۔
- میت کو دوسرے شہر منتقل کرنا۔
- قبرستان جانے کا مسنون طریقہ اور آداب

6. **وصیت کی اہمیت اور اس کے لکھنے کا طریقہ**
اس رسالہ میں وصیت کی فضیلت، اہمیت، اور قرآن وحدیث میں اس کی تاکید، اور اس کے لکھنے کا آسان طریقہ ذکر کیا گیا ہے، نیز سہولت کے لئے وصیت کے مختلف ذاتی نوعیت کے نمونے بھی درج کئے گئے ہیں، تاکہ ہر آدمی سہولت سے اپنی وصیت مرتب کر سکے۔

ناشر
مکتبۃ الاسلام کراچی

الٰہی فلور ملز، کورنگی انڈسٹریل ایریا کراچی
موبائل: 0300-8245793
ای میل: Shahidflour68@gmail.com